معبودانِ کفار اور شرعی احکام

(حصہ دوم)

تحریر

طارق انور مصباحی

ناشر

اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی (توپسیا: کلکتہ)

(فاجتنبوا الرجس من الاوثان)

(سورہ حج: آیت 30)

معبودان کفار اور شرعی احکام

(حصہ دوم)

تحریر
طارق انور مصباحی

ناشر
اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی (توپسیا: کلکتہ)

نام رسالہ: معبودان کفار اور شرعی احکام

(حصہ دوم)

تحریر: طارق انور مصباحی

اشاعت: شعبان المعظم ۱۴۴۵ھ

فروری ۲۰۲۴ء

صفحات: دوسو چوہتر (۲۷۴)

ناشر: اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی

(توپسیا: کلکتہ)

فہرست مضامین

عناوین ابواب ومشمولات ومندرجات

(حصہ اول،حصہ دوم وحصہ سوم)

عناوین ابواب: حصہ اول

مقدمہ

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

قوم ہنود کے اوتاروں کا وجود ثابت نہیں

معبودان کفار سے متعلق مختلف قسم کے مباحث کی ضرورت ہے، لہٰذا رسالہ حاضرہ کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔حصہ دوم کے دو باب (باب پانزدہم وباب نوزدہم) میں فیصلہ اول، فیصلہ دوم وفیصلہ سوم پر تبصرہ وتجزیہ مرقوم ہے، نیز جن مباحث کی ضرورت تھی، ہم نے ان امور کو مستقل ابواب میں ذکر کر دیا ہے، تاکہ ایک باب میں ایک قسم کے مضامین ہوں۔حصہ سوم میں رسالہ صغریٰ کے مشمولات ومندرجات پر تبصرہ وتجزیہ مرقوم ہے۔

حصہ اول میں چودہ ابواب ہیں اور حصہ دوم میں دس ابواب (باب پانزدہم تا باب بست وچہارم) ہیں۔ان شاء اللہ تعالیٰ یہ تینوں حصے شرعی احکام کی وضاحت میں کافی ہوں گے۔

تاریخی روایات سے رام وکرشن کا وجود ثابت نہیں ہے۔یہ دونوں قوم ہنود کے فرضی و اختراعی اوتار ہیں۔دیگر اوتاروں کا بھی تاریخی وجود ثابت نہیں، محض روایات ہنود موجود ہیں۔

1947 میں بھارت میں کانگریس کی حکومت تشکیل دی گئی۔گاندھی نے اپنے وزیروں کو سادگی کی زندگی گزارنے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا: ’’میں رام چندر اور کرشن جی کا حوالہ نہیں دے سکتا، کیوں کہ وہ تاریخی ہستیاں نہیں تھیں۔میں مجبور ہوں کہ سادگی کی مثال کے لیے ابوبکر وعمر کے نام پیش کرتا ہوں۔وہ بہت بڑی سلطنت کے حاکم تھے، پر انہوں نے فقیروں والی زندگی گزاری‘‘۔(اخبار ہریجن: 1947-07-27)

کتھائی خطاب کے تین فیصلے اور رسالہ صغریٰ

کتھائی مجلس کے خطاب سے متعلق تین فتاویٰ اور ایک رسالہ کے مشمولات ومندرجات

پر رسالہ حاضرہ میں بحث ہے۔تینوں فتاویٰ اور رسالہ موصوفہ کا اجمالی خاکہ درج ذیل ہے۔

ایک فتویٰ میں خطاب پر حکم کفر نافذ کیا گیا ہے،اسے فیصلہ اول سے تعبیر کیا گیا ہے۔

دو فتویٰ میں حکم کفر کو تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔فیصلہ دوم و فیصلہ سوم سے یہ فتاویٰ مراد ہیں۔

رسالہ میں بھی حکم کفر کو تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔اس کی تعبیر رسالہ صغریٰ سے کی گئی ہے۔

فیصلہ سوم میں بتایا گیا ہے کہ جب رام کا وجود ہی نہیں ہے تو اس کی مدح وتعریف پر کوئی حکم شرعی وارد ہی نہیں ہوگا۔سوال ہے کہ فرضی وخیالی معبودان باطل جیسے مجوسی معبودان یعنی اہرمن ویزدان کا وجود ہی نہیں تو ان خیالی معبودان کی عبادت پر حکم کفر وارد ہوگا یا نہیں؟

فیصلہ سوم اور رسالہ صغریٰ میں حیثیت کی بحث کی گئی ہے۔حصہ اول: باب سوم سے باب ہفتم تک متعدد اسلوب میں اس بات کی وضاحت ہے کہ غیر مومن معبودان کفار کی تعظیم میں حیثیت کا فرق معتبر نہیں۔غیر مومن معبودان کفار کی تعظیم کفر کی تعظیم ہے اور کفر کی تعظیم کفر ہے۔اسی طرح معبودان کفار کی تعظیم بھی کفر ہے۔کسی کی مدح وستائش اس کی تعظیم ہے۔حقیقی احوال کا بیان جداگانہ ہے۔حقیقی احوال مثلاً کسی غیر مسلم کی سخاوت وفیاضی کا بیان اس کی تعظیم کے طور پر بھی ہوسکتا ہے اور کبھی ترغیب اسلام یا کسی اور مقصد کے لیے بھی ہوسکتا ہے۔

فیصلہ دوم وفیصلہ سوم میں بتایا گیا ہے کہ کتھائی خطاب میں غیر مسلمین کے خیالات کو نقل کر کے ان پر حجت قائم کی گئی ہے،لہٰذا خطیب پر کوئی حکم وارد نہیں ہوگا،حالاں کہ کفریہ اقوال کو نقل کرنے کے خاص شرائط ہیں۔ان شرائط کے فقدان کے وقت شرعی حکم وارد ہوگا۔کتاب الشفا کے حوالے سے ان شرائط کی تفصیل باب شانزدہم میں مرقوم ہے۔باب بست وسوم میں تاویلات واعتراضات کے جوابات مرقوم ہیں:اللہم تقبل منی قبولا حسنا:

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

طارق انور مصباحی

شب براءت:1445 مطابق 25:فروری 2024=شب:دوشنبہ

باب پانزدہم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

کتھائی خطاب کا فیصلہ اول

کتھائی خطاب کے فیصلہ اول اور اس کے استفتا میں کسی خاص قائل کا نام مذکور نہیں۔

استفتا میں معبود کفار کی مدح وتوصیف میں بیان کردہ جملے منقول ہیں اور فیصلہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ دیوی، دیوتاؤں کی تعریف کرنا کفر صریح ہے۔ ایسا شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور اس پر توبہ وتجدید ایمان فرض ہے۔ اگر بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح فرض ہے۔

اگر مستقبل میں کسی مفتی کے پاس ایسا استفتا آئے تو سائل سے قائل کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کر کے خود قائل کو شخصی طور پر توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح کی ترغیب دیں، تا کہ معاملہ آسانی سے حل ہو جائے۔ یہ حالات حاضرہ کا جبری تقاضا ہے۔

کتھائی خطاب کے فیصلے اور عوامی اضطراب

کتھائی خطاب کے متعدد فیصلے منظر عام پر آئے۔ بعض میں معبود کفار کی مدح وتوصیف کو کفر قرار دیا گیا، بعض میں غیر کفر۔ دونوں قسم کے فتاویٰ بلند رتبہ مفتیان کرام کے تھے، اس لیے عوام اہل سنت کشمکش کے شکار ہو گئے۔ یہ معاملہ تا حال زیر بحث ہے، لہٰذا حل کی راہ تلاش کرنی چاہئے۔ ہم نے یہ طویل مباحث اس واسطے رقم کیے کہ کوئی شخص ایسی بلا میں مبتلا نہ ہو۔

مذکورہ بالا متخالف فتاویٰ کے سبب عوام اضطراب میں مبتلا ہیں۔ ہمارا مقصود صرف یہ بتانا ہے کہ ایسے اقوال کفریہ ہیں یا غیر کفریہ۔ کسی خاص قائل کا شرعی حکم بیان کرنا مقصود نہیں۔

دراصل جب کسی مومن بھائی سے کوئی لغزش صادر ہو جائے اور توبہ کی ضرورت ہو تو اسے توبہ ورجوع کی ترغیب دی جائے، تا کہ اس کی آخرت درست ہو۔ یہی مومن بھائی کی

خیر خواہی ہے۔ہمارے رقم کردہ مباحث کا مقصد یہ ہے کہ مستقبل میں کوئی شخص ایسی لغزش میں مبتلا نہ ہو۔ہماری تحقیق میں بھی غیر مومن معبودان کفار کی تعریف کفر ہے۔

دراصل مدح وستائش بھی تعظیم ہے جس طرح مذمت وبدگوئی تنقیص ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات،حضرات انبیائے کرام وملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام،آسمانی کتابیں اوردیگر ضروریات دین''مومن بہ''ہیں۔مومن بہ کی تنقیص میں حیثیت کا اعتبار نہیں،اسی طرح غیر مومن معبودان کفار کی تعظیم میں حیثیت کا اعتبار نہیں۔اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی مذمت وبدگوئی پر حکم کفر ہوگا،خواہ کسی بھی حیثیت سے بے ادبی کی جائے۔اسی طرح غیر مومن معبود باطل کی مدحت وتوصیف پر حکم کفر وارد ہوگا۔جس طرح ''مومن بہ'' کی تنقیص میں حیثیت کا فرق معتبر نہیں،اسی طرح غیر مومن معبود باطل کی تعظیم میں حیثیت کا فرق معتبر نہیں ہے۔دلائل وشواہد سے یہی ظاہر ہے۔مومن وکافر کے احکام میں حیثیت کا فرق معتبر ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ''مومن بہ''اورمعبود باطل کے حکم میں بھی حیثیت کا فرق معتبر ہو۔حصہ اول:باب سوم تا ہفتم اورحصہ سوم میں تفصیل ہے۔

بتوں کی مدح وتوصیف بتوں کی قولی تعظیم ہے۔بتوں کی تعظیم کفر ہے،لہٰذا بتوں کی تعریف وتوصیف کفر ہے۔یہ ایک بدیہی نتیجہ ہے۔بت سے غیر مومن معبود باطل مراد ہے۔

کتھائی خطاب میں نقل کی چوتھی صورت

کفریہ قول نقل کرنے کی صرف دو جائز صورتیں ہیں:(1) قائل کے خلاف شہادت وگواہی دینے کے واسطے اس کی نقل جائز ہے۔(2) کفریہ قول کے ردوابطال کے لیے اس کی نقل جائز ہے۔کفریہ قول کی نقل کی چار صورتوں کی تفصیل باب شانزدہم میں مرقوم ہے۔

کتھائی خطاب میں خطیب نے ڈاکٹر اقبال کے شعر کی تشریح کی ہے اورغیر مومن معبود کفار کی مدح وستائش پر مشتمل جملے خود خطیب کے ہیں۔بالفرض اگر یہاں اقوال غیر کی

نقل بھی مانی جائے تو بطور استحسان نقل ہے جس کے سبب حکم کفر نافذ ہوگا۔خطیب نے بار بار مدح وستائش کی تاکید کی ہے۔مدح کے اسلوب میں تاکید وتائید استحسان پر واضح دلیل ہے۔

کتھائی خطاب میں معبود کفار کی مدح وتعظیم اور متعدد آیات قرآنیہ کی مخالفت ہے۔

ایسے مواقع پر خیر خواہی یہی ہے کہ اپنے مومن بھائیوں کی مدد کی جائے۔ان کو توبہ کی جانب راغب کیا جائے۔ان کو توبہ ورجوع کی منزل سے گزار کران کے حسن آخرت کی کوشش کی جائے۔اللہ تعالیٰ عزوجل ہم تمام کے دین وایمان کی حفاظت فرمائے اور توبہ کی توفیق عطا فرمائے: آمین بجاہ النبی الکریم علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیم

کتھائی خطاب کا فیصلہ دوم

کتھائی خطاب کے فیصلہ دوم میں مرقوم ہے:"تقریر کے اقتباس سے ظاہر ہے کہ غیر مسلموں کے خیالات کو بتاتے ہوئے انہی سے ان پر حجت قائم کی گئی ہے جو خطیب کے زور بیان کی واضح دلیل ہے،اس لیے اس تقریر سے خطیب کے ایمان پر کوئی آنچ نہیں آتی، بلکہ یہ تو اس کے ایمان کی نشانی ہے کہ مجمع غیر میں جاکر انہیں کی باتوں سے ان پر حجت قائم کر دی۔مخالف پر حجت قائم کرنے کے لیے کوئی خلاف واقع بات بھی کہنے کی اجازت ہے۔مفسرین قرآن نے خود قرآن حکیم سے اس کا استخراج کیا ہے۔علامہ قرطبی کہتے ہیں:

(یجوز عند الامة فرض الباطل مع الخصم حتی یرجع إلی الحق من ذات نفسه-فإنه أقرب فی الحجة وأقطع للشبهة)(الجامع لاحکام القرآن لابی عبد الله محمد بن احمد الانصاری الخزرجی المتوفی ۶۷۱ھ-ج ۱۱-دار الکتب المصریة القاهرة-الطبعة الثانیه ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء)

اس تفصیل کے پیش نظر سوال میں تقریر کا جو اقتباس خود قائل نے نقل کیا ہے،وہ کفر یا حرام نہیں، بلکہ اپنے مذہب کا دفاع ہے اور غیروں پر اقامت حجت ہے: واللہ تعالیٰ اعلم

جیسا کہ سطور بالا سے عیاں ہے،تقریر کا یہ حصہ غیروں پر اقامت حجت کے لیے ہے ،اس لیے اس میں ایک احتمال بھی کفر کا نہیں ،لہٰذا خطیب ہر گز ہر گز دائرۂ اسلام سے خارج نہیں۔وہ مسلمان اور اس کی تقریر سننا جائز ہے''۔(الکلمات القاطعہ :ص46-47)

اس فتویٰ کا خلاصہ یہ ہے کہ کتھائی مجلس کے خطیب نے رام کے بارے میں جو کچھ کہا تھا،وہ سب فرضی باتیں ہیں اور مخالف سے اپنی بات منوانے کے لیے فرضی بات کہنا جائز ہے،لہٰذا خطیب پر کوئی حکم شرعی نافذ نہیں ہوگا۔

جواب:تفسیر قرطبی کی منقولہ بالا عبارت میں (فرض الباطل مع الخصم) سے مناظرہ کا مشہور ومتعارف طریق کار مراد ہے کہ اگر خصم کا قول باطل بھی ہو تو اس باطل قول کے ذریعہ خصم کو الزامی جواب دینا جائز ہے، کیوں کہ وہ قول خصم کے مسلمات سے ہوتا ہے،لہٰذا ایسے الزامی جواب سے خصم کو راہ حق کی طرف لانے میں آسانی ہوتی ہے اور بحث ختم ہو جاتی ہے۔

اگر فرض باطل کے طور پر کفری بات کہنا جائز ہو تو مثلاً زید کہے :''مخلوقات کے کل پانچ معبود ہیں۔ہر معبود کے پانچ بیٹے ہیں''۔جب زید سے اس بارے میں دریافت کیا جائے تو وہ کہے کہ ہم نے فرض باطل کے طور پر یہ بات کہی ہے تو بھی زید پر حکم کفر نافذ ہوگا۔

فرض باطل کے طور پر صرف تعلیق المحال بالمحال جائز ہے اور کتھائی خطاب میں یہ صورت موجود نہیں ہے۔تعلیق المحال بالمحال اور تجویز عقلی کی بحث فصل سوم میں مرقوم ہے۔

تعلیق المحال بالمحال میں یہ شرط ہے کہ محال عادی یا محال شرعی سے تعلیق نہ ہو، بلکہ محال بالذات سے تعلیق ہو، نیز قائل محال بالذات کو محال بالذات مانے ،ورنہ حکم کفر ہوگا۔

اگر فرض باطل کے طور پر کفری بات کہنا جائز ہوتا تو دیابنہ کہتے کہ قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں فرض باطل کے طور پر کلام کیا ہے اور اس کی عبارتوں میں ''بالفرض'' کا لفظ بھی موجود ہے،لہٰذا نانوتوی پر حکم کفر نہیں ہوگا۔نانوتوی کے عہد میں امتناع نظیر وامکان نظیر کا

مسئلہ زیر بحث تھا۔اہل سنت و جماعت کا نظریہ تھا کہ صرف اسی زمین پر نبی مبعوث ہوئے اور ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی ہیں اوراثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سبب وہابیہ کا خیال تھا کہ زمین کے سات طبقات ہیں اور ہر طبقات ارض میں نبی ہوئے۔

اسی مباحثہ کے سبب نانوتوی سے استفتا کیا گیا اور نانوتوی نے اہل سنت و جماعت کے قول کورد کرنے کے لیے نبوت کی تقسیم بالذات اور بالعرض کی طرف کی اور فرض باطل کے طور پر کہا کہ اگر بالفرض زمانہ نبوی کے بعد بھی کوئی نبی جدید ہوتو ختم نبوت میں کچھ فرق نہیں آئے گا، چوں کہ یہ بات فرض باطل کے طور پر تھی۔نانوتوی کی عبارتیں درج ذیل ہیں۔

(1)''غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیائے گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا، بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو، جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے''۔(تحذیر الناس:ص22)

(2)''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا، چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں، یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے''۔(تحذیر الناس:ص43-دارالکتاب دیوبند)

تفسیر قرطبی کی عبارت میں یہ مراد نہیں کہ فرض باطل کے طور پر کفریہ کلام کہنا جائز ہے ، کیوں کہ فرض باطل کے طور پر بھی کفریہ کلام کہنا کفر ہی ہے۔غیر کفری بات فرض باطل کے طور پر کہی جاسکتی ہے،مثلاً بوقت ضرورت آم کو سیب اور سیب کو آم فرض کرنا جائز ہے،لیکن فرض باطل کے طور پر کفری بات کہنا بھی کفر ہے۔کتھائی خطاب میں کفری باتیں کہی گئی ہیں۔ کتھائی خطاب میں غیر مومن معبود کفار کی مدح وستائش کے ساتھ متعدد آیات قرآنیہ کی مخالفت بھی ہے۔آیات قرآنیہ کی مخالفت کے باوجود کتھائی خطاب کو بے غبار کہنا غلط ہے۔

قرآن مقدس میں بتوں کو ناپاک بتایا گیا ہے اور کتھائی خطاب میں معبود کفار کے

وجود کو پاک وجود بتایا گیا ہے۔امام کفر کو امام ہدایت ماننا بھی قرآن عظیم کی مخالفت ہے اور جب رام کو امام اور ملک کا سب سے بلند رتبہ فرد مانا گیا ہے تو اسے امام ہدایت مانا گیا ہے، کیوں کہ امام کفر وضلالت بلند رتبہ نہیں ہوتا ہے، نیز رام کا تاریخی وجود نہیں۔اگر وجود مانا جائے تو وہ کافر اور قوم ہنود کا اوتار ہے۔کافر کو مومن سے افضل ماننا بھی قرآن عظیم کی صریح مخالفت ہے۔الحاصل اس خطاب میں متعدد آیات قرآنیہ کی مخالفت ہے۔اسی طرح غیر مومن معبودان باطل کی مدح وتوصیف قولی تعظیم ہے،لہٰذا یہ بھی کفر ہے۔باب نوزدہم اور باب بستم میں وہ آیات قرآنیہ منقوش ہیں جن کی مخالفت کتھائی خطاب میں پائی جاتی ہے۔

فصل اول

کیا بطور حجت کفریہ کلام کہنا جائز ہے؟

سوال: فیصلہ دوم میں تفسیر قرطبی کے حوالہ سے مرقوم ہے کہ مخالف پر حجت قائم کرنے کے لیے خلاف واقع بات کہنے کی اجازت ہے۔کیا فرض باطل کے طور پر کفری بات کہنے کی اجازت ہے؟ نیز کیا کسی دوسرے شخص کی کفری بات کو بلا تردید نقل کرنا جائز ہے؟

جواب: فرض باطل کے طور پر بھی کفری بات کہنا کفر ہے۔کسی کی کفری بات کو نقل کرنے کی دو صورتیں جائز ہیں: رد وابطال کے لیے نقل کرنا اور شہادت کے لیے نقل کرنا۔

تفسیر قرطبی کی عبارت اور اس کی تشریح مندرجہ ذیل ہے۔خلیل کبریا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول (بل فعلہ کبیرہم ہذا) کی تفسیر میں امام قرطبی نے رقم فرمایا:

امام قرطبی نے رقم فرمایا:(**وقيل:أراد بل فعله كبيرهم إن كانوا ينطقون.**

بين أن من لا يتكلم ولا يعلم،لا يستحق أن يعبد.

وكان قوله من المعاريض-وفى المعاريض مندوحة عن الكذب.

أی سلوهم إن نطقوا فإنهم یصدقون-وإن لم یکونوا ینطقون فلیس هو الفاعل-وفی ضمن هذا الکلام اعتراف بأنه هو الفاعل-وهذا هو الصحیح لانه عدده علی نفسه،فدل أنه خرج مخرج التعریض.

وذلک أنهم کانوا یعبدونهم ویتخذونهم آلهة من دون اللّٰه،کما قال إبراهیم لابیه:(یا أبت لم تعبد ما لا یسمع ولا یبصر)الآیة(مریم:42)

فقال إبراهیم:(بل فعله کبیرهم هذا)لیقولوا إنهم لا ینطقون ولا ینفعون ولا یضرون،فیقول لهم فلم تعبدونهم؟فتقوم علیهم الحجة منهم.

ولهٰذا یجوز عند الامة فرض الباطل مع الخصم حتی یرجع إلی الحق من ذات نفسه-فإنه أقرب فی الحجة وأقطع للشبهة-کما قال لقومه: (هذا ربی)و(هذه أختی)و(إنی سقیم)و(بل فعله کبیرهم هذا)

(تفسیر قرطبی: جلد یازدہم:ص300-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:ایک قول ہے:(حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''بل فعلہ کبیرہم ہٰذا سے)مرادلیا: بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا،اگر وہ بولتے ہوں۔آپ نے بتایا کہ جو نہ بولتا ہو،اور نہ جانتا ہو،وہ عبادت کیے جانے کے لائق نہیں۔حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول معاریض(تعریضات)کے قبیل سے ہے اور تعریضات میں کذب سے نجات ہے۔

یعنی ان بتوں سے پوچھو،اگر وہ بولیں تو وہ سچ بتائیں گے اور وہ نہ بولنے والے ہوں تو وہ فاعل (بت توڑنے والا نہیں) ہے اور اس کلام کے ضمن میں اعتراف ہے کہ وہ خود (حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلا) فاعل (بت توڑنے والے) ہیں،کیوں کہ انہوں نے اس کلام کو اپنے بارے میں بیان فرمایا،پس اس طریق کارنے دلالت کیا کہ یہ کلام تعریض کے طور پر کہا گیا اور ایسا اس لیے کہ وہ لوگ بتوں کو پوجتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان بتوں کو اپنا معبود بناتے تھے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چچا سے کہا:

اے میرے باپ! تم کیوں اسے پوجتے ہو جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے۔

پس حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: (بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہو گا) تا کہ وہ لوگ کہیں کہ یہ بت نہ بولتے ہیں، نہ نفع دیتے ہیں اور نہ نقصان دیتے ہیں، پس حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں جواب دیں کہ پھر تم لوگ کیوں ان بتوں کی عبادت کرتے ہو، پس ان لوگوں (کے قول) سے ان کے خلاف حجت قائم کی جائے۔

اسی لیے امت مسلمہ کے نزدیک خصم کے ساتھ باطل کو فرض کرنا جائز ہے، یہاں تک کہ وہ خود سے حق کی جانب رجوع کرے، کیوں کہ یہ حجت قائم کرنے میں زیادہ قریب ہے اور شبہ کو زیادہ ختم کرنے والا ہے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم سے فرمایا: (یہ میرا رب ہے) اور (یہ میری بہن ہے) اور (میں بیمار ہوں) اور (بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا)

منقولہ بالا اقتباس میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چار اقوال منقول ہے۔ ان میں سے تین اقوال تعریضات کے قبیل سے ہیں۔ تعریض وتوریہ کے طور پر کفریہ کلام کہنا جائز نہیں ہے، بلکہ تعریض کے طور پر کفریہ کلام کہنے پر بھی حکم کفر ہوگا، لہٰذا مذکورہ چار اقوال ابراہیمی میں سے قول اول (ہذا ربی) تعریض کے قبیل سے نہیں، جب کہ کتھائی مجلس کے خطاب میں کفریہ اقوال موجود ہیں۔ ان کو تعریض وتوریہ قرار دینے پر بھی حکم کفر ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول (ہذا ربی) میں مشرکین کے کفریہ عقیدہ کی نقل اور اس کی تردید ہے۔ کتھائی خطاب میں تردید نہیں، بلکہ تاکید ہے۔ بوجہ ضرورت کسی کا کفریہ قول نقل کیا جائے تو اس کی تردید لازم ہے۔ باب شانزدہم میں اس کی تفصیل ہے۔

قول ابراہیمی (ہذا ربی) تعریضات کے قبیل سے نہیں

امام قرطبی نے قول ابراہیمی (ہذا ربی) کو تعریضات میں شامل کیا، یہ محل بحث ہے۔

حدیث نبوی میں بھی اس کو تعریضات میں شامل نہیں کیا گیا ہے، بلکہ اس (ہذا ربی) کے علاوہ آخری تین اقوال (ہذہ اختی، انی سقیم، بل فعلہ کبیرہم ہذا) کو تعریضات میں مانا گیا ہے۔

قول ابراہیمی (ہذا ربی) پر تعریض وتوریہ کی تعریف صادق نہیں آتی ہے۔تعریض وتوریہ میں ظاہری معنی کے علاوہ دوسرا معنی مراد لیا جاتا ہے۔(ہذا ربی) کا کوئی دوسرا صحیح معنی نہیں: واللہ تعالیٰ اعلم۔ باب ہیز دہم میں تعریض وتوریہ کی بحث ہے۔تعریض دراصل تصریح کی ضد ہے اور تعریض وتوریہ کے طور پر صرف مجبور کو کفریہ کلام کہنے کی اجازت ہے۔ جبر واکراہ کی بحث حصہ اول: باب سیز دہم میں مرقوم ہے۔قول ابراہیمی (ہذا ربی) کی متعدد تاویلات باب ہفدہم میں منقول ہیں۔تعریضات ابراہیمی سے متعلق احادیث نبویہ درج ذیل ہیں۔ان تمام احادیث طیبہ میں صرف تین ہی اقوال ابراہمی کو تعریض بتایا گیا ہے اور حصر کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صرف یہی تین اقوال تعریضات کے قبیل سے ہیں۔کوئی امتی اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان سے تجاوز نہیں کرسکتا۔

(1)(عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمْ یَكْذِبْ إِبْرَاهِیمُ عَلَیْهِ السَّلَام إِلَّا ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ–ثِنْتَیْنِ مِنْهُنَّ فِی ذَاتِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَوْلُهُ(إِنِّی سَقِیم)وَقَوْلُهُ (بَلْ فَعَلَهُ كَبِیرُهُمْ هَذَا وَقَالَ بَیْنَا هُوَ ذَاتَ یَوْمٍ وَسَارَةُ إِذْ أَتَی عَلٰی جَبَّارٍ مِنْ الْجَبَابِرَةِ فَقِیلَ لَهُ:إِنَّ هٰهُنَا رَجُلًا مَعَهُ امْرَأَةٌ مِنْ أَحْسَنِ النَّاس–فَأَرْسَلَ إِلَیْهِ فَسَأَلَهُ عَنْهَا فَقَالَ:مَنْ هَذِهِ؟قَالَ:(أُخْتِی)فَأَتَی سَارَةَ قَالَ:یَا سَارَةُ لَیْسَ عَلَی وَجْهِ الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَیْرِی وَغَیْرَكِ وَإِنَّ هَذَا سَأَلَنِی فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّكِ أُخْتِی فَلَا تُكَذِّبِینِی فَأَرْسَلَ إِلَیْهَا فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَیْهِ ذَهَبَ یَتَنَاوَلُهَا بِیَدِهِ فَأُخِذَ فَقَالَ: ادْعِی اللّٰهَ لِی وَلَا أَضُرُّكِ فَدَعَتْ اللّٰهَ فَأُطْلِقَ ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّانِیَةَ فَأُخِذَ مِثْلَهَا أَوْ أَشَدَّ فَقَالَ ادْعِی اللّٰهَ لِی وَلَا أَضُرُّكِ فَدَعَتْ فَأُطْلِقَ–فَدَعَا

بَعْضَ حَجَبَتِهِ فَقَالَ: إِنَّكُمْ لَمْ تَأْتُونِی بِإِنْسَانٍ إِنَّمَا أَتَيْتُمُونِی بِشَيْطَانٍ فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ فَأَتَتْهُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّی فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ مَهْيَا قَالَتْ: رَدَّ اللّٰهُ كَيْدَ الْكَافِرِ أَوْ الْفَاجِرِ فِی نَحْرِهِ-وَأَخْدَمَ هَاجَرَ-قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: تِلْکَ أُمُّكُمْ يَا بَنِی مَاءِ السَّمَاءِ) (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی دو تعریض رضائے الٰہی یعنی دین خداوندی کی تبلیغ کے لیے ہیں اور ایک تعریض حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جابر بادشاہ کے شر سے بچانے کے لیے ہے۔اقوال ابراہیمی میں صرف یہی تین اقوال تعریض کے قبیل سے ہیں۔

حدیث نبوی میں صرف تین ہی تعریض کا ذکر ہے اور حصر بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تین ہی تعریضات ہیں۔اس حصر کا انکار امتی کیسے کرسکتا ہے۔

(2)(عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيمُ إِلَّا ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ بَيْنَمَا إِبْرَاهِيمُ مَرَّ بِجَبَّارٍ وَمَعَهُ سَارَةُ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فَأَعْطَاهَا هَاجَرَ قَالَتْ كَفَّ اللّٰهُ يَدَ الْكَافِرِ وَأَخْدَمَنِی آجَرَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَتِلْکَ أُمُّكُمْ يَا بَنِی مَاءِ السَّمَاءِ) (صحیح بخاری)

(3)(عن أبی هريرة أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لم يكذب إبراهيم النبی عليه السلام قط إلا ثلاث كذبات-ثنتين فی ذات اللّٰه قوله(إنی سقيم)وقوله(بل فعله كبيرهم هذا) وواحدة فی شأن سارة-فإنه قدم أرض جبار ومعه سارة وكانت أحسن الناس-فقال لها إن هذا الجبار إن لا يعلم أنک امرأتی يغلبنی عليک فإن سأل فأخبريه أنک أختی فإنک أختی فی الإسلام فإنی لا أعلم فی الأرض مسلما غيری وغيرک.

فلما دخل أرضه رآها بعض أهل الجبار أتاه فقال له لقد قدم

أرضک امرأة لا ینبغی لها أن تکون إلا لک فأرسل إلیها فأتی بها فقام إبراهیم علیه السلام إلی الصلاة فلما دخلت علیه لم یتمالک أن بسط یده إلیها فقبضت یده قبضة شدیدة فقال لها ادعی اللّٰه أن یطلق یدی ولا أضرک ففعلت فعاد فقبضت أشد من القبضة الأولی فقال لها مثل ذلک ففعلت فعاد فقبضت أشد من القبضتین الأولیین فقال ادعی اللّٰه أن یطلق یدی فلک اللّٰه أن لا أضرک ففعلت وأطلقت یده ودعا الذی جاء بها فقال له:إنک إنما أتیتنی بشیطان ولم تأتنی بإنسان فأخرجها من أرضی وأعطها هاجر – قال:فأقبلت تمشی فلما رآها إبراهیم علیه السلام انصرف فقال لها:مهیم؟قالت خیرا، کف اللّٰه ید الفاجر وأخدم خادما– قال أبو هریرة:فتلک أمکم یا بنی ماء السماء)(صحیح مسلم)

(4) حشر میں خلیل کبریا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنی تین ہی تعریض کا ذکر کریں گے۔امام قرطبی نے (ہذا ربی) کو تعریض میں شامل نہیں فرمایا، بلکہ وہ (فرض الباطل مع الخصم) کی مثال ہے اور آخری تین اقوال تعریض کی مثال ہیں۔

منقولہ بالا عبارت میں تعریض اور (فرض الباطل مع الخصم) دونوں کا ذکر ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تین ہی تعریضات ہیں تو امام قرطبی (ہذا ربی) کو تعریض کیسے قرار دے سکتے ہیں۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی تین ہی تعریضات کا ذکر فرمایا اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی حشر میں اپنی تین ہی تعریض کا ذکر فرمائیں گے۔درج ذیل حدیث میں ہے کہ حشر میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی تین ہی تعریضات کا ذکر فرمائیں گے اور ''اذہبوا الیٰ غیری'' کہیں گے۔

(عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

....اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ يَا إِبْرَاهِيمُ أَنْتَ نَبِيُّ اللَّهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ فَيَقُولُ لَهُمْ:إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ-وَإِنِّي قَدْ كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذِبَاتٍ-فَذَكَرَهُنَّ أَبُو حَيَّانَ فِي الْحَدِيثِ-نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى مُوسَى)(صحیح بخاری)

تفسیر قرطبی میں دوامر کا مشترکہ بیان

خصم کے مسلمات کے ذریعہ خصم کو الزامی جواب دینا جائز ہے، تاکہ وہ حق کو قبول کرلے۔تفسیر قرطبی کی منقولہ بالا عبارت کے آخری حصہ (فرض الباطل مع الخصم :الخ) میں اس مفہوم کو بیان کیا گیا ہے اور ابتدائی حصہ (وکان قولہ من المعاریض :الخ) میں تعریض کا بیان ہے،یعنی تفسیر قرطبی کی منقولہ بالا عبارت میں دوامر کا بیان ہے اور عبارت کے آخری حصہ میں ان دونوں امور کی مثالیں یکجا بیان کردی گئی ہیں۔ان میں سے پہلی مثال فرض الباطل مع الخصم کی ہے اور آخری تین مثالیں تعریض کی ہیں۔عبارت کا آخری حصہ درج ذیل ہے۔

(ولهذا يجوز عند الامة فرض الباطل مع الخصم حتى يرجع إلى الحق من ذات نفسه-فإنه أقرب فى الحجة وأقطع للشبهة-كما قال لقومه: (هذا ربى)و(هذه أختى)و(إنى سقيم)و(بل فعله كبيرهم هذا)

(تفسیر قرطبی: جلد یازدہم :ص300-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:اسی لیے امت مسلمہ کے نزدیک خصم کے ساتھ باطل کو فرض کرنا جائز ہے، یہاں تک کہ وہ خود سے حق کی جانب رجوع کرے، کیوں کہ یہ حجت قائم کرنے میں زیادہ قریب اور شبہ کو زیادہ ختم کرنے والا ہے،جیسا کہ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا:(یہ میرا رب

ہے)اور(یہ میری بہن ہے)اور(میں بیمار ہوں)اور(بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا)
منقولہ بالاعبارت کے ابتدائی حصہ میں تعریض کا ذکر کرتے ہوئے امام قرطبی نے رقم فرمایا:(**وکان قوله من المعاریض-وفی المعاریض مندوحة عن الکذب**)

تفسیر قرطبی میں آخری تینوں مثالیں تعریض کی ہیں جیسا کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کی حدیثوں میں بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ تین اقوال ابراہیمی تعریض ہیں اوران کے اقوال میں صرف یہی تین اقوال تعریضات ہیں۔تعریض میں کوئی باطل بات فرض نہیں کی جاتی ہے، بلکہ وہ بات بعض اعتبار سے سچ ہوتی ہے،گرچہ ظاہری اعتبار سے وہ غلط ہو،پس قائل کی مراد وہ صحیح صورت ہوتی ہے،لیکن وہ صورت بعید اور غیر ظاہر ہوتی ہے،لہٰذا تعریض وتوریہ کے طور پر کفریہ کلام کہنے کی اجازت نہیں ، کیوں کہ اس کا ظاہری مفہوم کفر ہوتا ہے اور شریعت اسلامیہ ظاہر پر حکم نافذ کرتی ہے،لہٰذا قائل کی تکفیر کی جائے گی۔

قاضی بیضاوی نے تعریضات ابراہیمی سے متعلق رقم فرمایا:(**وحمل الخطیئة علیٰ کلماته الثلاث(إنی سقیم)(بل فعله کبیرهم هذا)وقوله(هی أختی) ضعیف لأنها معاریض ولیس خطایا**)(تفسیر بیضاوی:جلد چہارم:ص243)

ترجمہ:خلیل کبریا شیخ الانبیا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تینوں اقوال کوخطا پرمحمول کرنا ضعیف ہے،کیوں کہ وہ تعریضات ہیں،خطا نہیں ہیں۔

تعریض کے تمام معانی غلط نہیں ہوتے ہیں ، بلکہ اس کا دومعنی ہوتا ہے،ظاہری معنی مراد نہیں ہوتا ہے، بلکہ دوسرا معنی مراد ہوتا ہے اور وہ معنی صحیح ہوتا ہے،جب کہ فرض باطل کا معنی ہی یہ ہے کہ وہ مفروضہ بات غلط اور باطل ہو۔یہ باطل کسی اعتبار سے صحیح نہیں ہوتا ہے۔

قول ابراہیمی :(ہذہ اختی) کا غیر ظاہر معنی خود حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا۔بخاری ومسلم کی منقولہ بالا احادیث میں اس معنی کا ذکر ہے کہ بہن سے دینی بہن

مراد ہے۔(بل فعلہ کبیر ہم ہذا) کی تشریح اس باب اور باب ہفد ہم میں مرقوم ہے۔تفسیر کی کتابوں میں (انی سقیم) کے متعدد معانی بیان کیے گئے ہیں۔ایک معنی درج ذیل ہے۔

(أَوْ اَرَادَ إِنِّیْ سَقِیْمُ الْقَلْبِ لِکُفْرِکُمْ)(تفسیر بیضاوی: جلد پنجم:ص18: شاملہ)

ترجمہ: یا مراد لیے کہ میں تم لوگوں کے کفر کے سبب قلبی طور پر بیمار ہوں۔

بلا اکراہ توریہ کے طور پر کفریہ کلام کہنا کفر

امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا:(ونقل الامام عن الاصولیین:اَنَّ مَنْ نَطَقَ بکلمة الردَّةِ وَزَعَمَ اَنَّه اَضْمَرَتَوْرِیَةً کَفرَ ظَاهِرًا وباطنًا–وَاَقَرَّ هُمْ عَلٰی ذٰلِکَ –فَتَاَمَّلْهُ یَنْفَعُکَ فی کثیر من المسائل)(الاعلام بقواطع الاسلام:ص348)

ترجمہ:امام الحرمین جوینی شافعی قدس سرہ العزیز نے علمائے اصول سے نقل فرمایا کہ جو کفریہ کلام کہے اور یہ قصد کرے کہ ہم نے اپنا ایمان توریہ کے طور پر چھپایا تو وہ ظاہر و باطن کے اعتبار سے کافر ہے۔(حکم دنیا میں بھی کافر ہے اور عند اللہ بھی کافر ہے)

امام الحرمین جوینی علیہ الرحمۃ والرضوان نے علمائے اصول کے اس قول کو ثابت رکھا، پس تم اس قول پر غور وفکر کرلو، یہ تم کو بہت سے مسائل میں فائدہ دے گا۔

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہوگیا کہ توریہ کے طور پر کفریہ کلام کہنا کفر ہے۔حالت اکراہ میں مجبوری کے سبب توریہ کے طور پر کفری بات کہنے کی اجازت ہے اور یہ رخصت اکراہ کامل کے ساتھ خاص ہے۔اس کا تفصیلی ذکر حصہ اول: باب سیزدہم میں مرقوم ہے۔

کفریہ کلمات میں نیت کا اعتبار نہیں

تعریض وتوریہ کی گنجائش غیر کفریہ کلام میں ہے۔کوئی شخص کفریہ کلام کہے اور کہے کہ ہم نے بطور تعریض یا بطور توریہ دوسرا معنی مراد لیا ہے تو یہ قابل قبول نہیں۔زید کہے:"رام خدا ہے"اور سوال ہونے پر کہے کہ ہم نے تعریض وتوریہ کے طور پر کہا تو یہ قابل قبول نہیں۔

امام ابن حجر ہیتمی شافعی نے قاضی عیاض مالکی کے بیان کردہ کفریہ اقوال کونقل کرنے کے بعد رقم فرمایا: (وَمَا ذَكَرَه مُوَافِقٌ لِقَوَاعِدِ مَذْهَبِنَا–اِذِ الْمَدَارُ فِی الْحُكْمِ بالكفر عَلَى الظَّوَاهِرِ–وَلَا نَظْرَ لِلْمَقْصُوْدِ وَالنِّيَّاتِ وَلَا نَظْرَ لِقَرَائِنِ حَالِه)

(الاعلام بقواطع الاسلام:ص382)

ترجمہ: جواس نے ذکر کیا، وہ ہمارے مذہب کے قواعد واصول کے موافق ہے، کیوں کہ حکم کفر میں ظاہر پر دار ومدار ہے اور مقصود ونیت کا لحاظ نہیں اور نہ اس (قائل) کے قرائن حالیہ کا اعتبار ہے۔

تعریض وتوریہ اور غیر کفری باتیں

غیر کفری باتیں تعریض وتوریہ کے طور پر کہنا متعدد مواقع پر جائز ہے۔اس کی تفصیلی بحث فقہی کتابوں میں موجود ہے۔ بہار شریعت سے چند فقہی مسائل درج ذیل ہیں۔

مسئلہ: توریہ یعنی لفظ کے جو ظاہر معنی ہیں، وہ غلط ہیں، مگر اس نے دوسرے معنی مراد لیے جو صحیح ہیں، ایسا کرنا بلا حاجت جائز نہیں اور حاجت ہو تو جائز ہے۔توریہ کی مثال یہ ہے کہ تم نے کسی کو کھانے کے لیے بلایا۔وہ کہتا ہے: میں نے کھانا کھالیا۔اس کے ظاہر معنی یہ ہیں کہ اِس وقت کا کھانا کھالیا ہے، مگر وہ یہ مراد لیتا ہے کہ کل کا کھایا ہے۔یہ بھی جھوٹ میں داخل ہے۔(عالمگیری)(بہار شریعت: حصہ شانزدہم:ص518-مکتبۃ المدینہ)

مسئلہ: تعریض کی بعض صورتیں جن میں لوگوں کا دل خوش کرنا اور مزاح مقصود ہو، جائز ہے جیسا کہ حدیث میں فرمایا کہ: ''جنت میں بڑھیا نہیں جائے گی''۔یا ''میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا''۔(ردالمحتار)(بہار شریعت: حصہ شانزدہم:ص519)

جنت میں عورت ومرد جوان ہوں گے۔جو عورت بڑھاپے میں انتقال کرے، وہ بھی جنت میں جوان ہوگی، پس کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی۔جوان اونٹ بھی اونٹ کا بچہ

ہوتا ہے، پس آدمی جس اونٹ پر بھی سوار ہو، وہ اونٹ کا بچہ ہے، گرچہ وہ بوڑھا اونٹ ہو۔

خصم کے مسلمات کے ذریعہ الزامی جواب دینا

تفسیر قرطبی کی زیر بحث عبارت (فرض الباطل مع الخصم) سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی باطل بات فرض کر کے خصم کو جواب دینا جائز ہے، حالاں کہ یہ صورت علم مناظرہ میں متعارف نہیں۔ تفسیر قرطبی کی زیر بحث عبارت میں مراد یہ ہے کہ خصم کے مسلمات کے ذریعہ خصم کو الزامی جواب دینا صحیح ہے، گرچہ وہ بات فی نفسہ غلط وباطل ہو۔ مناظر اس بات کو نہیں مانتا ہے، لیکن خصم اس بات کو مانتا ہے، لہذا خصم کے قول سے خصم کو الزامی جواب دیا جاتا ہے۔

(1) قاضی عبد النبی بن عبد الرسول احمد نگری علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا:

(**الجواب الالزامی: هو الجواب بما هو مسلم عند الخصم وان کان فاسدا فی نفس الامر**) (دستور العلما: جلد اول: ص 287 - مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: جواب الزامی، اس کے ذریعہ جواب دینا ہے جو خصم کے یہاں مسلم ہو، گرچہ وہ جواب نفس الامر میں فاسد ہو۔

الزامی جواب کا شرعی اصول وقوانین کے اعتبار سے صحیح ہونا لازم نہیں، لیکن وہ خصم کے مسلمات کے مطابق ہو۔ الزامی جواب کا مقصد خصم کو خاموش کرانا (اسکات خصم) ہوتا ہے، تا کہ وہ اپنے غلط نظریہ کو ترک کر کے راہ حق کی طرف آ جائے۔ اگر الزامی جواب سے بھی وہ حق کی طرف آ جائے تو کوئی مضایقہ نہیں، کیوں کہ جواب سے مقصود اصلی خصم کو راہ حق کی طرف لانا اور اس کی ہدایت ہے۔ بسا اوقات تحقیقی جواب خصم کی سمجھ سے ماورا ہوتا ہے، ایسی صورت میں الزامی جواب دینا ہوگا، جیسے غیر مسلمین کو قرآن وحدیث سے نقلی دلائل پیش کیے جائیں تو وہ نہیں مانیں گے، پس انہیں عقلی جواب دینا ہوگا، تا کہ وہ مطمئن ہو جائیں۔

(2) علامہ ابو سعید خادمی حنفی (۱۱۱۳ھ-۱۱۷۶ھ) نے رقم فرمایا: (**قد صرح**

المصنف آنفا ان الرؤیا لیست من اسباب المعرفة وانها وجدانیة لا تصلح الزما للغیر-قلنا:انہ جواب الزامی لا تحقیقی اذ عندھم انھا من الحجج) (بریقہ محمودیہ فی شرح طریقہ محمدیہ: جلد اول:ص290-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: مؤلف علیہ الرحمۃ والرضوان نے ابھی صراحت فرمائی ہے کہ خواب معرفت کے اسباب میں سے نہیں اور یہ وجدانی امر ہے، غیر پر حجت قائم کرنے کے لائق نہیں۔

ہم جواب دیں گے کہ یہ الزامی جواب ہے، تحقیقی جواب نہیں ہے، کیوں کہ ان (جماعت متصوفین) کے یہاں خواب دلائل معرفت میں سے ہے۔

متصوفین کی ایک جماعت کے یہاں خواب دلائل معرفت میں سے ہے اور علمائے حق کے یہاں خواب دلائل معرفت میں سے نہیں ہے۔مؤلف طریقہ محمدیہ نے ایک خواب کو نقل کر کے مذکورہ جماعت متصوفین پر حجت قائم کی ۔ اس پر سوال کیا گیا کہ خواب علم ومعرفت کے دلائل سے نہیں ہے، پس اس کے ذریعہ کیسے استدلال کیا گیا۔جواب یہ دیا گیا کہ جن متصوفین پر حجت قائم کی گئی ہے، وہ لوگ خواب کو علم ومعرفت کے دلائل سے مانتے ہیں، پس یہ الزامی جواب ہے۔تحقیقی جواب نہیں ہے، کیوں شرعی اصول کے مطابق خواب سے استدلال نہیں کیا جا سکتا ہے، کیوں کہ خواب دلائل معرفت سے نہیں ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ الزامی جواب خصم کے مسلمات کے موافق ہوتا ہے۔اس کا شرعی اصول کے مطابق ہونا لازم نہیں ہے۔تحقیقی جواب شرعی اصول کے مطابق ہوتا ہے۔

(3)الزامی جواب کا ایک فائدہ یہ ہے کہ مناظرہ میں کسی کو اپنے مسلمات سے انکار کرنا درست نہیں ہے، پس جب خصم کے مسلمات سے جواب ہو تو اسے وہ جواب ماننا ہوگا۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ’’خصم جب دلیل الزامی قائم کرے تو فریق کو اپنے مقدمہ مسلمہ سے پلٹ جانے کی گنجائش نہیں، کما صرح بہ العلماء الکرام (جیسا کہ علمائے کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ت) ورنہ کوئی دلیل الزامی قائم ہی نہ ہو سکے،

ہمیشہ مغلوب کے لیے یہ بھاگنے کا راستہ کھلا رہے کہ دلیل جس مقدمہ مسلمہ پر مبنی ہو، اس سے انحراف کر جائے''۔ (فتاویٰ رضویہ: جلد 15: ص 462- جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے کہ خصم کے مسلمہ مقدمات کے ذریعہ الزامی جواب دیا جاتا ہے، تاکہ وہ اپنے تسلیم کردہ مقدمہ کا انکار نہ کر سکے اور حق راہ کی طرف آ جائے۔

(4) علامہ عبد الرشید جون پوری قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ((**ومقاطع هی المقدمات التی ینتهی البحث الیه من الضروریات والظنیات المسلمة عند الخصم**)**مثل الدور والتسلسل واجتماع النقیضین وغیرها–فانه اذا ینتهی البحث الی المقدمات الضروریة او الظنیة المسلمة عند الخصم انقطع وتم**) (مناظرہ رشیدیہ: ص 24- مطبع مصطفائی لکھنو)

ترجمہ: (بحث کے تین جز ہیں: مبادی، اوساط) اور مقاطع۔ مقاطع ایسے مقدمات ہیں جہاں بحث ختم ہو جائے، یعنی بدیہیات وظنیات جو خصم کے یہاں تسلیم شدہ ہوں، جیسے دور وتسلسل، اجتماع نقیضین وغیرہ، پس جب بحث خصم کے یہاں تسلیم شدہ بدیہی یا ظنی مقدمات تک پہنچ جائے تو بحث منقطع اور مکمل ہو جاتی ہے۔

مناظر خصم کے قابل اعتراض مسلمات کو خصم کی طرف منسوب کرے گا۔ اپنی طرف منسوب نہیں کرے گا۔ مثلاً قوم ہنود سے کہا جائے گا کہ جب تمہارے یہاں گائے معبود ہے تو بیل کیوں معبود نہیں۔ ہنود کی طرف نسبت کے بغیر یہ نہیں کہا جائے گا کہ گائے معبود ہے تو بیل کیوں معبود نہیں، مگر یہ کہ کوئی قرینہ دلالت کرے کہ یہ بات اسی قوم کی نسبت سے کہی گئی ہے۔ نہ خصم کی طرف نسبت کا قرینہ ہو، نہ صراحت ہو تو مطلقاً ایسا کہنے پر شرعی حکم وارد ہوگا۔

(5) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں تصریح کی کہ جو کچھ میں اس میں کہوں، میرا مذہب نہ سمجھا جائے۔ میری باگ

ایک قوم بے ادب کے ہاتھ میں ہے۔جدھر لے جاتے ہیں، جانا پڑتا ہے‘‘۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد15:ص515-جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا اقتباس کا مفہوم ہے کہ تحفہ اثنا عشریہ میں روافض کے عقائد ومسلمات کے اعتبار سے الزامی جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔ان میں جو الزامی جوابات خلاف شرع ہوں، وہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے عقائد ونظریات نہیں ہیں، بلکہ روافض کے مسلمہ نظریات کے مطابق الزام خصم کے واسطے وہ جوابات رقم کیے گیے ہیں۔

کوئی رافضی کہے کہ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت قرآن میں منصوص نہیں ہے، پس یہ حضرات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفہ نہ ہوئے۔

اب سنی مناظر اس کے جواب میں کہے کہ شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بھی قرآن مجید میں منصوص نہیں ہے،لہٰذا تمہاری دلیل کے اعتبار سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفہ نہ ہوئے۔

سنی مناظر کا یہ قول محض رافضی کے بیان کردہ اصول کے مطابق اسکات خصم کے لیے ہے۔یہ اس کے عقیدہ کا بیان نہیں، کیوں کہ اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہی ہے کہ شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چوتھے خلیفہ ہیں۔

(6)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:’’میں نے ’’القمع المبین‘‘ میں متعدد نظائر اس کے ذکر کیے ہیں کہ ایمان وعقیدہ کچھ ہے اور بحث ومباحثہ میں کچھ کا کچھ‘‘۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد15:ص515-جامعہ نظامیہ لاہور)

بحث ومناظرہ میں مناظر جو کچھ بولے اور لکھے، وہ ان کا عقیدہ نہیں ہوتا ہے۔

مثلاً مسلمان کہے کہ معبود ایک ہے۔ہندو کہے کہ معبود بہت سے ہیں اور ہندو دھرم میں اوتار کو بھی معبود مانا جاتا ہے۔اس پر مسلمان کہے کہ بہت سے ہندو پنڈتوں اور ہندو

دانشوروں نے کہا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسلم آخری نبی یعنی کلکی اوتار ہیں تو تم لوگ اپنے نظریہ کے مطابق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں معبود نہیں مانتے ہو؟

یہ تحقیقی جواب نہیں ہے، بلکہ الزامی جواب ہے۔اس جواب کا ظاہری مفہوم ہے کہ مسلمان یہ ترغیب دے رہا ہے کہ تم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معبود مانو۔ یہ ظاہری مفہوم کفر صریح ہے،لیکن مسلمان کی یہ مراد نہیں، نہ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود ہے۔ یہ مسلمان اس ہندو کو لا جواب کر کے حق نظریہ کی طرف لانا چاہتا ہے۔اسے کفر وشرک کی ترغیب نہیں دے رہا ہے۔

کتھائی خطاب میں الزامی جواب نہیں

کتھائی خطاب میں صراحت ہے کہ میں بحیثیت مسلمان فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں۔اس سے واضح ہے کہ وہ باتیں خود خطیب کو بحیثیت مسلمان تسلیم اور قابل قبول ہیں۔اس میں اپنی جانب نسبت کی صراحت پائی گئی کہ ڈاکٹر اقبال نے رام سے متعلق ایسا کہا ہے،اسے میں بحیثیت مسلمان مانتا ہوں اور مدح وتوصیف کی بار بار تاکید ہے۔ یہ الزامی جوابات نہیں ہیں ، بلکہ مشرکین ہند اور رام بھکتوں کی ہم نوائی اور موافقت ہے کہ میں بھی تمہارے رام کو ان صفات وخصائص کا حامل مانتا ہوں۔ کتھائی خطاب کا مکمل تجزیہ باب نوزدہم میں مرقوم ہے۔

کتھائی مجلس مناظرہ کی مجلس نہ تھی ، بلکہ معبود کفار کے فضائل ومناقب بیان کرنے کی مجلس تھی۔خطیب کا اسلوب بیان اور سوالنامہ میں بیان کردہ پس منظر واضح کرتا ہے کہ خطیب نے بانی مجلس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے مجلس میں شرکت کی تھی ، نہ کہ مناظرہ کے لیے۔

قول ابراہیمی (ہذا ربی) مسلمات خصم سے

تفسیر قرطبی میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول (ہذا ربی) کو بطور مثال پیش کیا گیا ہے۔ دراصل یہ مسلمات خصم کی مثال ہے۔ یہ تعریض کی مثال نہیں ، نیز اس قول

ابراہیمی کے تعریض ہونے کی صورت نہیں۔کوکب وشمس وقمر سے متعلق (ہذا ربی) کہنے کا کون سا دوسرا معنی ہے جو صحیح ہوسکتا ہے۔اگر ایسا دوسرا معنی نہیں تو یہ قول تعریض نہیں بن سکتا ہے۔

امام بیضاوی نے رقم فرمایا:(**وقوله:(هذا ربی)علٰی سبیل الوضع-فان المستدل علٰی فساد قول یحکیه علٰی ما یقوله الخصم-ثم ینکر علیه بالافساد**)(تفسیر بیضاوی:سورۃ الانعام:جلد دوم:ص423-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول (ہذا ربی) نقل کے طور پر ہے،اس لیے کہ کسی قول کے فساد وبطلان پر استدلال کرنے والا اس قول کو ویسا ہی نقل کرتا ہے،جیسا کہ خصم کہتا ہے،پھر فساد ظاہر کر کے اس قول کا انکار کرتا ہے۔

باب ہفدہم میں قول ابراہیمی (ہذا ربی) سے متعلق مفسرین کے اقوال منقول ہیں۔

فقہ وعقائد کے مسائل کا بیان کن کتابوں سے ہو؟

تفسیر قرطبی فقہ وعقائد کی کتاب نہیں، بلکہ تفسیر کی کتاب ہے۔فقہ کا مسئلہ فقہی کتابوں سے اور عقائد کا مسئلہ علم عقائد کی کتابوں سے بیان ہونا چاہئے۔دیگر کتابوں سے بطور تائید کچھ باتیں مذکور ہوں تو بہتر ہے۔حدیث نبوی کے حصر سے یہی ثابت ہے کہ قول ابراہیمی (ہذا ربی) تعریض کے قبیل سے نہیں اور تعریض وتوریہ کے طور پر کفریہ کلام جائز نہیں۔

ہر علم وفن کا خاص دائرہ ہے،مثلاً علم نحو میں عربی زبان کے قواعد وقوانین بیان کیے جاتے ہیں۔فن منطق میں خطا فی الفکر سے محفوظ رہنے کے اصول وضوابط کا بیان ہوتا ہے۔

علم فقہ میں عملی احکام کا بیان ہوتا ہے اور علم کلام میں اعتقادی مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔ایمان وکفر کی بحث کا تعلق علم عقائد سے ہے،گرچہ فقہی کتابوں میں بھی ایمان وکفر کے مسائل کا بیان ہوتا ہے۔اسی طرح کلامی کتابوں میں ضمنی طور پر بعض فقہی مسائل کا بیان ہو جاتا ہے۔علوم وفنون کے دائرۂ بیان کی بحث فتاویٰ رضویہ کی درج ذیل عبارت میں ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''صدر کلام میں واضح ہو چکا کہ یہ کلام ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول نہیں۔ استدلال مسئلہ منصوصہ میں طبع آزمائی مشائخ ہے۔ فقہیات میں ائمہ کرام کے بعد مشائخ اعلام کی تقلید بھی علی الراس والعین کہ:

(علینا اتباع ما رجحوہ وصححوہ کما لوافتونا فی حیاتھم)

(ہمارے ذمہ اسی کا اتباع ہے جسے ان حضرات نے راجح وصحیح قرار دیا، جیسے وہ اپنی زندگی میں ہمیں فتویٰ دیتے تو ہماری ذمہ داری یہی ہوتی۔ت)

مگر ہر سخن نکتہ وہر نکتہ مکانے دارد

(ہر بات میں کوئی نکتہ اور ہر نکتہ کا کوئی موقع ہوتا ہے۔ت)

موافق، مخالف سب اہل عقول کا قدیمی معمول کہ ہر فن کی بات اس کی حد تک محدود ومقبول۔ تحقیق حلال وحرام میں فقہ کی طرف رجوع ہوگا اور صحت وضعف حدیث میں تحقیقات فن حدیث کی طرف۔ طبی مسئلہ نحو سے نہ لیں گے، نہ نحوی طب سے۔

علما فرماتے ہیں: شروحِ حدیث میں جو مسائل فقہیہ کتب فقہ کے خلاف ہوں، مستند نہیں، بلکہ تصریح فرمائی کہ خود اصول فقہ کی کتابوں میں جو مسئلہ خلاف کتب فروع ہو، معتمد نہیں، بلکہ فرمایا جو مسئلہ کتب فقہ ہی میں غیر باب میں مذکور ہو، مسئلہ مذکور فی الباب کا مقادم نہ ہوگا کہ غیر باب میں کبھی تساہل راہ پاتا ہے: **(وقد بینا کل ذلک فی رسالتنا المبارکۃ ان شاء اللّٰہ تعالٰی فصل القضاء فی رسم الافتاء)** (یہ سب ہم نے اپنے رسالہ: ''فصل القضاء فی رسم الافتاء'' میں بیان کیا ہے جو بابرکت ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ت)

جو فرق مراتب گما کر خلط مبحث کرے، جاہل ہے یا غافل ذاہل۔ برزخ ومعاد امور غیبیہ ہیں جن میں قیاس واجتہاد کو دخل نہیں۔ ان کا پتا تو نبی امین الغیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے ارشاد سے چل سکتا ہے، نہ مشائخ کی رائے سے، بلکہ علمائے کرام کو اس میں اختلاف ہے کہ عقائد میں تقلید مقبول ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ایک، رسول کو سچا، جنت ونار کو موجود،

سوال وعذاب ونعیم قبر کو حق جاننے میں اس کا کوئی محل نہیں کہ فلاں فلاں مشائخ ایسا فرماتے تھے، محض ان کے اعتبار پر مان لیا ہے۔ ہاں، عقائد میں کتاب وسنت واجماعِ اُمت وسواد اعظم اہل سنت کا اتباع ہے، اس لیے کہ خدا رسول نے ہمیں بتادیا کہ اجماع ضلالت پر ناممکن اور سوادِ اعظم کا خلاف ابتداع ہے۔

اب کتاب مجید دیکھئے تو بلاشبہ ثابت فرمارہی ہے کہ روح میّت نہیں، روح بے ادراک نہیں، روح کے ادراک بدن پر موقوف نہیں، روح فنائے بدن کے بعد باقی ومدرک رہتی ہے برخلاف ان عبارات مشائخ کے جنھیں تم نے روح پر عمل کر کے صریح کتاب اللہ کے خلاف کردیا۔ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنئے تو کیسی صریح وصحیح وجلیل وجزیل حدیثیں سماع موتیٰ ثابت فرمارہی ہیں جنھیں سن کر پتھر موم ہوجائے۔ اجماع مانگیے تو اس نقول اور پر منقول، سواد اعظم درکار تو اس کا نمونہ مقصد سوم سے آشکار۔ یارب! پھر خلاف کی طرف راہ کدھر، بھلا یہ تو برزخ ومعاد کا مسئلہ ہے جن کے لیے کوئی فصل وباب کُتب فقہ میں نہ پائے گا کہ وہ بحث فقہ سے یکسر جدا ہیں۔

کسی قول یا فعل کا موجب کفر ہونا تو خود افعالِ مکلفین ہی سے بحث ہے۔ اس کے بیان کو کتب فقہ میں ''باب الردۃ'' مذکور اور صدہا اقوال وافعال پر انہی مشائخ کے بے شمار فتوائے کفر مسطور، مگر محققین محتاط تارکین تفریط وافراط باآں کہ سچے دل سے حنفی مقلد اور ان مشائخ کرام کے خادم ومعتقد ہیں۔ زنہار ان پر فتویٰ نہیں دیتے اور حتی الامکان تکفیر سے احتراز رکھتے، بلکہ صاف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی روایت ضعیفہ اگرچہ دوسرے ہی مذہب کی دربارۂ اسلام مل جائے گی، اسی پر عمل کریں گے اور جب تک تکفیر پر اجماع نہ ہولے، کافر نہ کہیں گے، وہی درمختار جس میں (اما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ: الخ) تھا، اسی میں ہے:

(الفاظه تعرف فی الفتاوٰی بل افردت بالتالیف مع انه لا یفتی بالکفر بشیء منها الا فیما اتفق المشائخ علیه کما سیجیء-قال فی البحر: وقد

الزمت نفیس ان لا افتی بشیء منھا)

یعنی الفاظ کفر کتب فتاویٰ میں معروف ہیں، بلکہ ان کے بیان میں مستقل کتابیں تصنیف ہوئیں، اس کے ساتھ ہی یہ کہ ان میں سے کسی کی بنا پر فتویٰ کفر نہ دیا جائے گا، مگر جہاں مشائخ کا اتفاق ثابت ہو جیسا کہ عنقریب کلام مصنف میں آتا ہے۔ بحرالرائق میں فرمایا: میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ ان میں سے کسی پر فتویٰ نہ دوں۔

تنویرالابصار میں ہے: **(لایفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره خلاف ولو روایة ضعیفة)**

کسی مسلمان کے کفر پر فتویٰ نہ دیا جائے، جب کہ اس کا کلام اچھے پہلو پر اتار سکیں، یا کفر میں خلاف ہو، اگرچہ ضعیف ہی روایت سے۔

ردالمحتار میں ہے: **(قال الخیر الرملی: اقول ولو کانت الروایة لغیر اھل مذھبنا ویدل علیٰ ذلک اشتراط کون ما یوجب الکفر مجمعاً علیه)** یعنی علامہ خیرالدین رملی استاد صاحبِ دُرمختار نے فرمایا: اگرچہ وہ روایت دوسرے مذہب مثلاً شافعیہ یا مالکیہ کی ہو، اس لیے کہ تکفیر کے لیے اُس بات کے کفر ہونے پر اجماع شرط ہے۔

یہ علامہ بحر صاحب البحر وعلامہ خیر رملی ومدقق علائی در بارۂ تقلید جیسا تصلب شدید حق وسدید رکھنے والے ہیں، ان کی تصانیف جلیلہ بحر واشباہ ورسائل زینیہ ودر وفتاویٰ خیریہ وغیرہا کے مطالعہ سے واضح، مگر یہاں اُن کے کلمات دیکھئے کہ جب تک اجماع نہ ہو، فتویٰ مشائخ پر عمل نہ کریں گے، ہم نے التزام کیا ہے کہ اس پر فتویٰ نہ دیں گے تو وجہ کیا، وہی کہ یہ بحث اگرچہ افعال مکلفین سے متعلق ہے، مگر فقہ کا دائرہ تو حیثیت حلال وحرام تک منتہی ہوگیا۔

آگے کفر واسلام، اگرچہ یہ اعظم فرض وہ اخبث حرام، مگر اصالۃً اس مسئلہ کا فن علم عقائد وکلام۔ وہاں تحقیق ہو چکا ہے کہ جب تک ضروریات دین سے کسی شئ کا انکار نہ ہو، کفر نہیں تو ان کے غیر میں اجماع ہرگز نہ ہوگا، اور معاذ اللہ ان میں سے کسی کا انکار ہو تو اجماع

رُک نہیں سکتا، لہٰذا تمام فتاویٰ ونقول سے قطع نظر کر کے مسائل اجماعیہ میں حصر فرما دیا''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد نہم:ص942-943-جامعہ نظامیہ لاہور)

فصل دوم

خصم کی کفری بات کو نقل کر کے اس کا رد کرنا لازم

یہاں تین صورتیں ہیں:

(1) فرض باطل کے طور پر غیر کفری کلام کہنا۔ یہ کفر نہیں۔

(2) فرض باطل کے طور پر کوئی کفری کلام کہنا۔

جیسے مذاق یا لہو ولعب کے طور پر کفری کلام کہنا کفر ہے۔اسی طرح فرض باطل کے طور پر کفری کلام کہنا بھی کفر ہے۔فرض باطل کے طور پر غیر کفری بات کہنا کفر نہیں اور کذب سے بچنے کے لیے متعدد مواقع پر تعریض وتوریہ جائز ہے۔باب ہیز دہم میں تفصیل مرقوم ہے۔

غیر کفری بات تعریض کے طور پر کہی جائے ،تا کہ خصم خود ہی حق کی طرف رجوع کر لے جیسا کہ قول ابراہی میں ہے کہ بڑے بت نے چھوٹے بتوں کو توڑا ہوگا۔یہ سن کر مشرکین جواب دیں کہ یہ بت کچھ کر نہیں سکتے ہیں تو مشرکین پر حجت قائم کی جائے کہ جب یہ بت کچھ کر نہیں سکتے ہیں تو ان کو معبود ماننے اور ان کو پوجنے سے کیا فائدہ ہے؟

(3) کسی ضرورت وحاجت کے سبب کسی دوسرے شخص کا کفریہ کلام نقل کرنا۔

اگر کسی ضرورت وحاجت کے سبب کسی کا کفری قول نقل کیا جائے تو اس کی تردید ضروری ہے۔اس کا تفصیلی ذکر باب شانز دہم میں ہے۔مختصر بحث درج ذیل ہے۔

قول ابراہیمی میں عقیدۂ مشرکین کی نقل اور تردید

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چار اقوال امام قرطبی نے نقل فرمائے۔

(1) ان میں سے ایک (ہذا ربی) مشرکین کے کفریہ عقیدہ کی نقل ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے نقل کر کے تردید بھی فرمائی ہے۔

(2) قول دوم (بل فعلہ کبیر ہم ہذا) کہنے کا سبب یہ ہے کہ اس کے ظاہری مفہوم کی تردید پہلے مشرکین کریں، پھر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام مشرکین پر حجت قائم فرمائیں۔ یہ الزام خصم کے لیے غیر کفری بات کو فرض وتقدیر کے طور پر کہنا ہے۔

(4-3) (ہذہ اختی) اور (انی سقیم) کی تردید کہیں مذکور نہیں۔ یہ دونوں کفریہ کلام نہیں، اسی لیے تردید کی ضرورت نہیں۔ قول دوم بھی کفریہ کلام نہیں۔

قول مشرکین: (ہذا ربی) کی تردید

امام قرطبی نے (ہذا ربی) کی متعدد تاویل رقم فرمائی۔ ایک تاویل درج ذیل ہے:

(وقیل: إنما قال(ھذا ربی)لتقریر الحجة علٰی قومه فأظھر موافقتھم، فلـمـا أفل النجم قرر الحجة–وقال: ما تغیر لا یجوز أن یکون ربًّا–وکانوا یعظمون النجوم ویعبدونھا ویحکمون بھا)

(تفسیر قرطبی: جلد ہفتم: ص25- مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: ایک قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم پر حجت قائم کرنے کے واسطے (ہذا ربی) فرمایا تو آپ نے ظاہری موافقت فرمائی، پس جب ستارہ ڈوب گیا تو آپ نے حجت قائم فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جو تغیر وتبدل والا ہو، اس کا رب ہونا صحیح نہیں۔ ان کی قوم کے لوگ ستاروں کی تعظیم وعبادت کرتے اور ان کے ذریعہ فیصلے کرتے۔

امام قرطبی کے منقولہ بالا کلام سے واضح ہو گیا کہ الزام خصم کے طور پر خصم کے کفریہ کلام کی نقل ہو تو اس کی تردید کی جاتی ہے۔ قرآن عظیم کی آیات مقدسہ میں تردید کا ذکر ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: (وَإِذْ قَـالَ إِبْـرَاهِیـمُ لأَبِیـهِ آزَرَ أَتَتَّـخِـذُ أَصْنَامًا آلِهَةً إِنِّی

أَرَاکَ وَقَوْمَکَ فِی ضَلَالٍ مُّبِینٍ: :وَکَذٰلِکَ نُرِی إِبْرَاهِیمَ مَلَکُوتَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِیَکُونَ مِنَ الْمُوقِنِینَ: :فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ اللَّیْلُ رَأَی کَوْکَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّی فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِینَ: :فَلَمَّا رَأَی الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّی فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِی رَبِّی لَأَکُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّینَ: :فَلَمَّا رَأَی الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّی هٰذَا أَکْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ یَا قَوْمِ إِنِّی بَرِیءٌ مِّمَّا تُشْرِکُونَ: :إِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِیفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِکِینَ) (سورہ انعام: آیت 74-79)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا: کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو، بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے، پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا، ایک تارہ دیکھا، بولے، اسے میرا رب ٹھہراتے ہو، پھر جب وہ ڈوب گیا، بولے، مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے۔

پھر جب چاند چمکتا دیکھا، بولے، اسے میرا رب بتاتے ہو، پھر جب وہ ڈوب گیا، کہا: اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہیں گمرہوں میں ہوتا، پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا، بولے، اسے میرا رب کہتے ہو، یہ تو ان سب سے بڑا ہے، پھر جب وہ ڈوب گیا، کہا: اے قوم! میں بے زار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔ میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان وزمین بنائے، ایک اسی کا ہو کر، اور میں مشرکوں میں نہیں۔ (کنز الایمان)

آیات مقدسہ سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسئلہ توحید کو سمجھانے کے لیے مشرکین کی بات نقل کی، پھر اسی گفتگو میں مشرکین کے اس عقیدہ کی تردید

فرما کر اپنا مدعا ثابت فرما دیا، جب کہ خطیب مذکور کے خطاب میں مدح کی بار بار تاکید ہے۔ تردید کا نام ونشان ہے، پھر کتھائی خطاب کے جملوں کو الزامی جواب پر کیسے محمول کیا جائے؟

امام فخر الدین رازی کی طویل عبارت بحث ہفد ہم میں منقول ہے۔انہوں نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ مشرکین سے یہ مکالمہ طلوع نجم سے طلوع شمس کے بعد تک جاری رہا ہو۔

قول ابراہیمی (ہذا ربی) سے استدلال بے محل

جب امتی پر کوئی الزام عائد ہو تو امتی سے دفع اعتراض کے واسطے کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول وعمل کی مثال دینا غلط ہے۔ یہاں کوئی ایسا مخفی فرق ہو سکتا ہے جو ہماری عقل وفہم سے باہر ہو،لہٰذا کتھائی خطاب سے دفع الزام کے لیے اقوال ابراہیمی سے استدلال بے محل ہے۔ایسی باتوں سے احتراز لازم ہے۔کتھائی خطاب میں معبود کفار کی مدح وستائش سے انکار نہیں ہے اور قول ابراہیمی میں ستارہ، چاند وسورج کی معبودیت سے انکار ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

''سخت محرومی و بے باکی ہے یہ کہ آدمی کے کسی عیب پر نکتہ چینی ہو،اور وہ اپنے اوپر سے دفع الزام کے لیے کسی نبی سے استشہاد کرے کہ ان سے بھی ایسا واقع ہوا،اگر چہ ظاہراً وہ فعل وقوع میں آیا ہو،اور اس نے اپنی نابینائی سے فرق نہ دیکھا اور ملائکہ کو چمار پر قیاس کیا۔

شفاء شریف امام قاضی عیاض میں ہے:(**هـذه كلها وان لم تتضمن سبا—ولا قـصـد قـائلها ازراء فما وقر النبوة ولاعظم الرسالة ولاعزر حرمة الاصطفاء صـلـى الـلّـه تعالىٰ عليه وسلم حتى شبه من شبه فى معرة قصد الانتفاء منها بمن عظم الله خطره ونهى عن جهر القول له ورفع الصوت عنده فحق هذا ان درى عنه القتل السجن وقوة تعزيره(ملخصاً)**

(یہ تمام کلام اگر چہ سب وشتم کو متضمن نہیں اور نہ ہی قائل نے اس سے کسی عیب کا

قصد کیا ہے، بہرحال اس نے نہ تو منصب نبوت ورسالت کا خیال رکھا ہے، نہ ہی حرمت کا اقرار کیا ہے، حتی کہ روانی کلام میں شاعر نے اپنے ممدوح کو عیب سے پاک ہونے کا قصد کرتے ہوئے اس ذات سے تشبیہ دی جس کی قدر ومنزلت کو اللہ تعالیٰ نے عظیم فرمایا اور اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ رب العلمین نے ان کی بارگاہ میں بلند آواز سے بولنے کی ممانعت فرمائی، اس سوئے ادبی کی سزا اگرچہ قتل نہیں ہے، تاہم قید بامشقت کی سزا دینا ضروری ہے (ملخصاً)۔ت)

سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر معاذ اللہ انہونی جوڑنا اور اس سے اپنی ناپاکی کا جواز چاہیں، کتنی سخت خباثت اور کس قدر شدید موجب لعنت ہے۔کیا کسی عالم دین کا وہ ناسعید بیٹا سخت ناخلف نہ قرار پائے گا جس کے بھنگ پینے پر اس کے باپ کے شاگرد اعتراض کریں اور وہ اپنے اوپر سے دفع اعتراض کے لیے محض جھوٹ بہتان اپنے باپ پر رکھ دے کہ کیا تمہارے استاد چرس نہ پیتے تھے، پھر کہاں باپ اور کہاں سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"۔(فتاویٰ رضویہ: جلد 14:ص388-390- جامعہ نظامیہ لاہور)

(بل فعلہ کبیر ہم ہذا) کی تردید

بل فعلہ کبیر ہم کے مفہوم ظاہر کی تردید پہلے مشرکین نے کی، پھر حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے اس تردید کے ذریعہ ان پر حجت قائم فرمائی اور مقصود بھی یہی تھا۔

(قَالُوْا ءَ اَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ::قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ::فَرَجَعُوْا اِلٰى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ::ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَاءِ يَنْطِقُوْنَ::قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ)(سورہ انبیاء: آیت 62-67)

ترجمہ: بولے کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا اے ابراہیم! فرمایا، بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا تو ان سے پوچھو، اگر بولتے ہوں تو اپنے جی کی طرف پلٹے اور بولے، بے شک تمہیں ستم گار ہو، پھر اپنے سروں کے بل اوندھائے گئے کہ تمہیں خوب معلوم ہے، یہ بولتے نہیں۔ کہا: تو کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے۔ تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

(کنزالایمان)

جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی جملے میں تردید بھی فرمادی تھی کہ اس کے بڑے نے توڑا ہوگا، ان بتوں سے پوچھو، اگر یہ بولتے ہوں تو اسی میں تردید بھی ہے کہ یہ بت تو نہ بولتے ہیں، نہ کچھ کر سکتے ہیں، پس یہ بتوں کو توڑ بھی نہیں سکتے ہیں، نہ تمہیں کچھ بتا سکتے ہیں اور جب کچھ کر ہی نہیں سکتے ہیں تو ان بتوں کو پوجنے سے کیا فائدہ؟ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسئلہ توحید سمجھانے کے لیے تعریض کے طور پر ایک بات کہی، پھر اسی گفتگو میں اس کی تردید فرما کر اپنا مدعا ثابت فرمادیا کہ یہ بت عبادت کے لائق نہیں۔

آپ نے بعد میں فرمایا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ایسوں کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے سکتے ہیں، نہ نقصان (**قال افتعبدون من دون اللّٰہ ما لا ینفعکم شیئا ولا یضرکم**) اس سے ثابت ہوا کہ کسی حاجت کے سبب غیر کفری بات تعریض وتوریہ کے طور پر کہی جا سکتی ہے۔ کفری بات کا حکم جداگانہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعریض کے طور پر جو بات کہی تھی، اس کی تردید بھی فرمادی، جب کہ کتھائی خطاب میں رام کی مدح وتوصیف کی بار بار تاکید ہے۔ کتھائی خطاب کے جملوں کو تعریض وتوریہ قرار دینا غلط ہے، نیز تعریض وتوریہ کے طور پر بھی کفری بات کہنا کفر ہے۔ کتھائی خطاب میں معبود کفار کی مدح سرائی کی تاکید کی تفصیل باب نوزدہم میں مرقوم ہے۔

اقوال ابراہیمی تعریض کیسے؟

حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ السلام کے تین اقوال (انی سقیم، بل فعلہ کبیر ہم ہذا، ہذہ اختی) تعریض کے قبیل سے ہیں، کیوں کہ ان تینوں اقوال کے غیر ظاہر معانی مراد ہیں۔

قول ابراہیمی: (ہذہ اختی) کا غیر ظاہر معنی خود حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے بیان فرمایا۔ بخاری ومسلم کی منقولہ بالا احادیث میں اس معنی کا ذکر ہے کہ بہن سے دینی بہن مراد ہے۔ (بل فعلہ کبیر ہم ہذا) کی تشریح اس باب اور باب ہفدہم میں مرقوم ہے۔ تفسیر کی کتابوں میں (انی سقیم) کے متعدد معانی بیان کیے گئے ہیں۔ ایک معنی درج ذیل ہے۔

(أَوْ اَرَادَ إِنِّیْ سَقِیْمُ الْقَلْبِ لِکُفْرِکُمْ) (تفسیر بیضاوی: جلد پنجم: ص18: شاملہ)

ترجمہ: یا مراد لیے کہ میں تم لوگوں کے کفر کے سبب قلبی طور پر بیمار ہوں۔

قول ابراہیمی (بل فعلہ کبیر ہم ہذا) میں تعریض کی صورت درج ذیل ہے۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی نے رقم فرمایا: **(أما التعریض: فهو لفظ أستعمل فی معناه للتلویح بغیره نحو: (بَلْ فَعَلَهُ کَبِیرُهُمْ هَذَا) نسب الفعل إلی کبیر الأصنام المتخذة آلهة کأنه غضب أن تعبد الصغار معه، تلویحا لعابدها بأنها لا تصلح أن تکون آلهة لما یعلمون إذا نظروا بعقولهم من عجز کبیرها عن ذلک الفعل والإله لا یکون عاجزا)**

(الاتقان فی علوم القرآن: النوع الرابع والخمسون: جلد سوم: ص165 - مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: لیکن تعریض، پس وہ ایسا لفظ ہے جو اپنے معنی میں استعمال کیا گیا ہو، اپنے مغایر معنی کی جانب اشارہ کے لیے، جیسے (بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا) فعل کی نسبت بتوں میں سے بڑے بت کی طرف فرمائی جو معبود بنا لیے گئے تھے، گویا بڑا بت ناراض ہوا کہ اس کے ساتھ چھوٹے بت پوجے جائیں، اس کے پجاری کو اس جانب اشارہ کے واسطے

کہ یہ سب معبود ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے، کیوں کہ جب وہ اپنی عقلوں سے غور کریں گے تو بڑے بت کا اس فعل سے عاجز ہونا جان لیں گے اور عاجز وغیر قادر معبود نہیں ہوتا ہے۔

فصل سوم

فرض باطل کے طور پر کفری بات کہنے کا حکم

یہاں دو صورتیں ہیں:

(1) فرض باطل کے طور پر غیر کفری کلام کہنا۔ یہ کفر نہیں۔

(2) فرض باطل کے طور پر کوئی کفری کلام کہنا۔

جیسے مذاق یا لہو ولعب کے طور پر کفری کلام کہنا کفر ہے۔ اسی طرح فرض باطل کے طور پر کفری کلام کہنا بھی کفر ہے۔ کفری بات کہے اور دل میں یہ نیت کرے کہ ہم نے یہ کفری بات فرض باطل کے طور پر کہی ہے تو حکم کفر ہوگا، کیوں کہ شریعت کا حکم ظاہر پر ہوتا ہے۔

بالفرض اگر کسی جملہ کے بارے میں کہا جائے کہ فرض وتقدیر کے طور پر یہ کفریہ کلام کہا گیا ہے تو وہاں فرض وتقدیر کا اطلاق بھی فرض وتقدیر ہی کے طور پر ہوتا ہے، یعنی مجازی طور پر ہوتا ہے اور استفہام انکاری یا کسی اور سبب سے وہ کلام ظاہری طور پر بھی کفر کے دائرہ سے خارج ہوتا ہے۔ اگر ظاہری طور پر بھی وہ جملہ کفریہ کلام ہوگا تو حکم کفر ثابت ہوجائے گا، کیوں کہ شریعت کا حکم ظاہر پر ہوتا ہے اور نیت کا اعتبار نہیں ہوتا ہے، لہٰذا ایسی تعبیرات کے مفاہیم ومطالب پر غور کیا جائے اور ایسے جملے پر غور کیا جائے: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے رسالہ: ''مقامع الحدید علیٰ خد المنطق الجدید'' کے اخیر میں تفصیلی بحث ہے کہ کفری کلام میں دل کی نیت کا اعتبار نہیں۔ اسی سے کتھائی خطاب کا حکم بھی واضح ہوجاتا ہے۔ حصہ اول: باب سیزدہم میں بھی یہ بحث ہے کہ کفری کلام میں دل

کی نیت کا اعتبار نہیں ہے۔ظاہر کے اعتبار سے شریعت کا حکم وارد ہوگا۔

فرض باطل کے طور پر غیر کفری بات کفر نہیں اور کذب سے بچنے کے لیے تعریض جائز ہے۔غیر کفری بات تعریض کے طور پر کہی جائے،تاکہ خصم خود ہی حق کی طرف رجوع کرلے جیسا کہ قول ابراہیمی میں ہے کہ ان کے بڑے نے چھوٹے بتوں کو توڑا ہوگا۔یہ سن کر مشرکین جواب دیں گے کہ یہ بت کچھ کر نہیں سکتے ہیں تو مشرکین پر حجت قائم کی جائے گی کہ جب یہ بت کچھ کر نہیں سکتے تو ان کو معبود ماننے اور ان کو پوجنے سے کیا فائدہ؟

مقامع الحدید کی عبارت سے کتھائی خطاب کا فیصلہ

ایک شخص نے فلسفہ کی ایک کتاب ''المنطق الجدید لناطق النالہ الحدید'' تحریر کی۔اس میں فلاسفہ کے کفریہ اقوال کو نقل کیا اور کہیں بھی ان کفریہ اقوال کی تردید نہیں کی۔اس کے رد میں امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رسالہ''مقامع الحدید علیٰ خد المنطق الجدید'' رقم فرمایا۔اس میں آپ نے قائل کی تکفیر کی اور اس کے اقوال کو کفر بتایا۔اس رسالہ سے کتھائی مجلس کے خطاب کا حکم واضح ہوجاتا ہے۔اس رسالے کا ایک اقتباس درج ذیل ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے مقامع الحدید میں رقم فرمایا:

بحرالرائق میں ہے: **(والحاصل انّ من تکلمّ بکلمة الکفر هازلًا او لاعباً کفر عندالکل–ولا اعتبار باعتقاده–ومن تکلمه بها خطأ اومکرهًا لا یکفر عند الکل–ومن تکلم بها عالمًا عامدًا کفر عند الکل)**

خلاصہ یہ کہ جس شخص نے بطور ہزل اور بطور کھیل کلمہ کفر بکا،وہ سب کے نزدیک کافر ہوگیا۔اس کے اعتقاد کا کوئی اعتبار نہیں۔جس نے خطاءً یا مجبوراً کلمہ کفر کہا،وہ سب کے نزدیک کافر نہ ہوگا اور جس نے جان بوجھ کر قصداً کلمہ کفر کہا،وہ سب کے نزدیک کافر ہوگیا۔

طریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ میں ہے: **(التکلم بما یوجبه(ای الکفر)طائعاً من**

غیر سبق اللسان عالمًا بانّه کفر (کفر) بالاتفاق — و کذا الفعل و لو هزلًا و مزاحًا بلا اعتقاد مدلوله — بل مع اعتقاد خلافه (بقلبه) فانه یکفر عنداللّٰہ تعالٰی ایضًا فلا یفیده (فی عدم الکفر) اعتقاد الحق (بقلبه) لانّ ذٰلک جعِلَ کفراً فی الشرع — فلا تعمل النیّة فی تغییره — اھ: ملخصا)

(موجب کفر کے ساتھ تکلم جب کہ بخوشی بغیر سبقت لسانی کے ہو، اور متکلم جانتا ہو کہ یہ کلمہ کفر ہے بالاتفاق کفر ہے۔ یہی حکم فعل کفر کا ہے، اگر چہ ہزل ومزاح کے طور پر ہو، اور اس کے مدلول کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو وہ اللہ تعالٰی کے نزدیک بھی کافر ہوگا اور دلی طور پر حق کا معتقد ہونا اس عدم کفر میں مفید نہ ہوگا، کیوں کہ اس کو شرع میں کفر قرار دیا گیا ہے، لہٰذا نیت اس کی تبدیلی میں عمل نہیں کر سکتی: اھ: تلخیص۔ت)

رہا یہ کہ فلاسفہ کے طور پر کہا: اقول: سچ ہے۔ ہم کب کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے طور پر کہا۔ آخر جو کلمہ کفر کہا جائے گا، والعیاذ باللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی کی پناہ۔ت) وہ غالبًا کسی نہ کسی فرقہ کافرہ کے طور پر ہوگا، پھر کیا اس قدر اس حکم سے نجات دے سکتا ہے؟

حاشا وکلا (ہرگز ہرگز نہیں۔ت)

زید متفلسِف سے استفسار کیجئے، بھلا اُسے کفر تو جانتا تھا، کہیں اس عبارت میں اس کے رد یا اُس سے تبری کی طرف بھی اشارہ کیا؟ کسی کلمہ، کسی حرف سے کراہت و ناپسندی کی بو بھی آتی ہے؟ ہیہات ہیہات!! نہ ہرگز ہرگز کوئی لفظ ایسا لکھا جس سے معلوم ہوتا کہ دوسرے کا قول نقل و حکایت کرتا ہے، بلکہ اس سب کے برعکس اسے لفظ ''التحقیق'' کے نیچے داخل کیا اور ''قولِ وسیط'' میں ''ھذا التحقیق'' کہا جس نے رہا سہا بھرم کھول دیا: فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون (بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ت)

ائمہ دین، یہاں تک کہ خود منقح مذہب حضرت امام ربانی ابوعبداللہ محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ تعالٰی عنہ تصریح فرماتے ہیں کہ: جو شخص اپنی زبان سے (**المسیح ابن اللّٰہ**) (مسیح

اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ت) کہے اور کوئی لفظ ایسا کہ حکایت قول نصاریٰ پر دلیل ہو، ذکر نہ کرے، اگر چہ قصدِ حکایت کا دعویٰ کرتا رہے، ہر گز سچا نہ ٹھہرائیں گے اور عورت نکاح سے نکل جانے کا حکم دیں گے۔

علامہ بدرالدین رشید حنفی رسالہ: ''الفاظِ مُکَفِّرہ'' میں فتاویٰ صغریٰ وغیرہا سے ناقل!

(وقالت للقاضی: سمعت زوجی یقول: المسیحُ ابنُ اللّٰہ فقال: انما قلت حکایة عمّن یقوله–فانّه اقرّ انّه لم یتکلم الا بھٰذہ الکلمة بانتِ امرأته)

(اگر کسی عورت نے قاضی کے پاس آ کر کہا کہ میں نے اپنے شوہر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔اس پر شوہر نے کہا کہ میں نے یہ کلمات اس شخص کی طرف سے نقل کرتے ہوئے کہے جو اس کا قائل ہے اور شوہر نے اقرار کیا کہ اس نے یہی کلمات کہے ہیں تو اس کی عورت بائنہ ہو جائے گی۔ت)

اُسی میں ہے: **(قال محمد: ان شھد الشھود انھم سمعوہ یقول: المسیح ابن اللّٰہ–ولم یقل غیر ذٰلک–یفرّق القاضی بینھما ولا یصدّقه)**

(امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: اگر گواہ گواہی دیں کہ انہوں نے شوہر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور اس کے علاوہ کوئی کلمہ اس نے نہیں کہا تو قاضی اس شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کر دے گا اور شوہر کی تصدیق نہیں کرے گا۔ت)

سبحان اللہ! جب اس مسئلہ میں جہاں قرین قیاس کہ اس نے لفظِ حکایت کہا ہو، اور زن وشہود نے نہ سنا، حکم بینونت دیتے ہیں تو آدمی کفرِ صریح سے کتاب کو گندہ کرکے اور اسے (وھذا التحقیق) کے زیور پہنا کے کیوں کر سبیلِ نجات پا سکتا ہے۔

(ونسألُ اللّٰہ العَافِیّة) (ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں۔ت)

سیدنا امام اجل عالم المدینہ مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص کی نسبت سوال ہوا کہ اس نے قرآن کریم کو مخلوق کہا: فرمایا: کافر ہے، قتل کردو، اس نے عرض کی: میں

نے تو اوروں کا قول ذکر کیا ہے۔ فرمایا: ہم نے تو تجھ سے سُنا ہے۔

اِعلام بِقواطع الاسلام میں ہے:

(سأل رجل مالكًا عمن يقول: القرآن مخلوق ـ فقال مالک: كافر، اقتلوه ـ فقال: انمّا حكيته عن غيري ـ فقال مالک: انما سمعناه منک)

(ایک شخص نے امام مالک سے اُس شخص کے بارے میں سوال کیا جو کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ کافر ہے، اس کو قتل کردو۔ اس شخص نے کہا: میں نے تو دوسروں کی بات نقل کی ہے تو آپ نے فرمایا: ہم نے تو تجھ ہی سے یہ سُنا ہے۔ت)

بلکہ علمائے دین تصریح فرماتے ہیں کہ ایسی باتیں بہ تصریح حکایت بیان کرنا بھی حرام و ناروا، اور حکایت کنندہ مستحق سزا، جب تک غرض محمود و مہم عندالشرع مثل تحذیر خلق و اظہارِ حق و ابطال باطل یا دارالحکم میں دعویٰ و شہادت بہ غرضِ قتل و عقوبت قائل وغیرہا ضروراتِ دینیہ پر مبنی و مشتمل اور علانیہ اظہارِ بیزاری و کراہت و تبری سے مقرون و متصل نہ ہو۔

امام علامہ قاضی عیاض مالکی قدس سرہ شفا شریف اور علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں: **(امّا ذكرها علٰی غير هذا (الوجه من الرّدّ والابطال ونحوه مما مر) علٰی وجه الحكايات والخوض فی قيل وقال وما لا يعنی فكل هذا (المحكی) ممنوع (غير جائز شرعًا) وبعضه اشدّ فی المنع والعُقُوبة من بعض ـ فما كان من قائله الحاكی له، (عن غيره) علٰی غير قصدٍ ومعرفة بمقدار ماحكاه ـ ولم يكن الكلام (الذی حكاه) من البشاعة حيث هو ولم يظهر علٰی حاكيه استحسانه واستصوابه زُجرَ (وَوُبِّخَ) ونهی عن العود اليه وان قوم ببعض الادب فهو مستوجب له، وان كان لفظه من البشاعة حيث هو، كان الادب اشدّ ـ اه: ملخصاً)**

(ان کلمات کفریہ کو رد و ابطال وغیرہ وجوہ مذکورہ کے علاوہ بطور حکایات نقل کرنا یا

لایعنی قیل وقال کے طور پر ذکر کرنا سب ممنوع اور شرعاً ناجائز ہے اور ممانعت وعقوبت میں بعض کلمات بعض سے شدید تر ہیں۔ چناں چہ جو کچھ ناقل نے بلا قصد تحقیر حکایت کیا، جب کہ وہ اس کی شناعت کی حد سے بےخبر ہے اور وہ ایسا کلام نقل کرنے کا عادی بھی نہیں، بلکہ محض نادراً اس سے ایسے کلام کا صدور ہوا، اور وہ کلام بھی حد درجے کا قابلِ اعتراض نہیں اور یہ بھی ظاہر نہیں ہوا کہ ناقل نے اس کلام کو مستحسن و پسندیدہ سمجھا ہے تو اس کو زجر وتوبیخ کی جائے گی اور ایسے کلام کے اعادہ سے منع کیا جائے گا اگر اس کو کچھ سزا دی جائے تو وہ اس کا مستحق ہے اور اگر اس کے الفاظ زیادہ قابلِ اعتراض ہیں تو ناقل کو سزا بھی زیادہ سخت دی جائے۔ اھ: ملخصاً۔ت)

اقول: اور کیوں کر حرام نہ کہیں گے، حالاں کہ علما تصریح فرماتے ہیں کہ حدیث موضوع کی روایت بے ذکر رد وانکار ناجائز ہے۔(**وھذا ما اُخِذ بہ علی الحافظین المعاصرین ابی نعیم و ابن مندة**) (اور اسی وجہ سے دو ہمعصر حافظوں ابونعیم اور ابن مندہ کا مواخذہ کیا گیا۔ت) اور یہاں مجرد بیانِ سند سے براءت عہد نہیں: (**صَرَّح بہ الشمس الذھبی وغیرہ من آئمة الشان**) (امام شمس الذہبی اور دیگر عظیم الشان ائمہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ت) تو جب وہاں یہ حکم ہے، باآں کہ صدہا احادیثِ موضوعہ کے مضمون حق ونافع ہوتے ہیں تو اُن اختلافاتِ ملعونہ کی مجرد حکایت کیوں کر حلال ہوگی جو صریح مخالفِ اسلام ومہلک ہائل ومضر عظیم وسم قاتل ہیں:

(**نسألُ اللّٰہ العافیة**) ((ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ت)

بلکہ بہت ائمہ ناصحین رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تو بر وجہِ رد وابطال بھی، ایسی بلکہ ان سے بدرجہا کم خرافات کی اشاعت پسند نہیں کرتے اور ایک یہ وجہ بھی ہے جس کے سبب کلامِ متاخرین پر ہزاروں ہزار طعن وانکار فرماتے ہیں: (**فَصَّل بعضہ الفاضل علیُّ القاری فی شرح الفقہ الاکبر**) (جیسا کہ اس میں سے بعض کی تفصیل امام فاضل ملا علی قاری

نے شرح فقہ اکبر میں کی ہے۔ت) حتی کہ سیدنا امام ہمام عماد السنہ احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا عارف باللہ امام الصوفیہ حارث محاسبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس وجہ پر ملاقات ترک کردی اور فرمایا: (**ویحک الستَ تحکی بدعتهم اوّلا ثمّ تَرُدُّ علیهم-اَ لستَ تحمل الناس بتصنیفک علیٰ مطالعة البدعة و التفکر فی الشبهة فیدعوهم ذٰلک الی الرَّأیِ و البحثِ و الفتنة**)

(تجھ پر افسوس، کیا تُو پہلے اُن کی بدعات کو نقل نہیں کرتا، پھر اُن کا رَد کرتا ہے۔کیا تو اپنی تصنیف کے ذریعے لوگوں کو بدعت کے مطالعہ اور شبہات میں غور کرنے پر برانگیختہ نہیں کرتا ہے؟ چنانچہ یہ بات ان کو رائے، بحث اور فتنہ کی طرف دعوت دیتی ہے۔ت)

اگرچہ ہے یوں کہ رد اہل بدعت، وقت حاجت اہم فرائض سے ہے۔

اور خود امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رد جہمیہ میں کتاب تصنیف فرمائی۔

(**وفی حدیثٍ عند الخطیب و غیره: انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال: اذا ظهرت الفتن او قال البدع وسُبَّ اصحابی فلیظهر العالم علمه- فمن لم یفعل ذٰلک فعلیه لعنة الله و الملٰئکة و الناس اجمعین-لایقبل الله منه صرفًا و لا عدلًا**)

(خطیب وغیرہ کے نزدیک ایک حدیث میں رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جب فتنے ظاہر ہوں یا فرمایا جب بدعتیں ظاہر ہوں اور میرے اصحاب کو سب وشتم کیا جائے تو اہل علم کو اپنا علم ظاہر کرنا چاہیے۔جس نے ایسا نہ کیا، اس پر اللہ تعالیٰ، تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔اللہ تعالیٰ اس کے فرض و نفل کو قبول نہیں کرے گا۔ت)

بالجملہ اس میں شک نہیں کہ زید کی دونوں عبارتیں صریح کلمہ کفر اور انہیں یوں داخل کتب کرنے میں کوئی عذر قابل قبول نہیں: واللہ المستعان''۔

(مقامع الحدید: فتاویٰ رضویہ: جلد 27: ص 126-131 - جامعہ نظامیہ لاہور)

کتھائی خطاب اور رسالہ: المنطق الجدید

جس طرح ''المنطق الجدید'' کے مؤلف نے فلاسفہ کے کفریات کونقل کرتے وقت ''ہذا التحقیق'' کہا، اسی طرح کتھائی خطاب میں بھی مدح کی تاکید در تاکید ہے۔ کسی جملے سے فرضی طور پر بات کہنے کا ذکر یا اپنی براءت کا اظہار نہیں ہے، بلکہ خطیب نے اپنی جانب سے ڈاکٹر اقبال کے شعر کی تشریح کی ہے۔ باب نوز دہم میں ان امور کی تفصیل مرقوم ہے۔

کفری بات کہنے پر فرض باطل کا دعویٰ اسی وقت قابل قبول ہوگا جب صراحت ہو کہ یہ کلام فرض باطل کے طور پر ہے، یا اس کی تردید ہو۔ اگر فرض باطل کی صراحت نہ ہو کہ یہ کلام فرض باطل کے طور پر ہے، نہ اس مفروض باطل کی تردید ہو تو اس کا شمار تجویز عقلی میں ہوگا۔

مقامع الحدید کی منقولہ بالا عبارت میں ہے: ''رہا یہ کہ فلاسفہ کے طور پر کہا: اقول: سچ ہے۔ ہم کب کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے طور پر کہا۔ آخر جو کلمہ کفر کہا جائے گا، والعیاذ باللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ت) وہ غالباً کسی نہ کسی فرقہ کافرہ کے طور پر ہوگا، پھر کیا اس قدر اس حکم سے نجات دے سکتا ہے؟ حاشا وکلا (ہرگز ہرگز نہیں۔ت)

زید متفلسف سے استفسار کیجئے، بھلا اُسے کفر تو جانتا تھا، کہیں اس عبارت میں اس کے رد یا اُس سے تبری کی طرف بھی اشارہ کیا؟ کسی کلمہ، کسی حرف سے کراہت و ناپسندی کی بو بھی آتی ہے؟ ہیہات ہیہات!! نہ ہرگز ہرگز کوئی لفظ ایسا لکھا جس سے معلوم ہوتا کہ دوسرے کا قول نقل و حکایت کرتا ہے، بلکہ اس سب کے برعکس اسے لفظ ''التحقیق'' کے نیچے داخل کیا اور ''قولِ وسیط'' میں ''ھذا التحقیق'' کہا جس نے رہا سہا بھرم کھول دیا: فانا للہ وانا الیہ راجعون (بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ت)

ائمہ دین، یہاں تک کہ خود منقح مذہب حضرت امام ربانی ابوعبداللہ محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تصریح فرماتے ہیں کہ: جو شخص اپنی زبان سے (المسیح ابن اللّٰہ) (مسیح

اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ت) کہے اور کوئی لفظ ایسا کہ حکایت قول نصاریٰ پر دلیل ہو، ذکر نہ کرے، اگر چہ قصدِ حکایت کا دعویٰ کرتا رہے، ہر گز سچا نہ ٹھہرائیں گے اور عورت نکاح سے نکل جانے کا حکم دیں گے''۔(مقامع الحدید:اقتباس منقول)

فصل چہارم

تعلیق المحال بالمحال اور تجویز عقلی

تحذیر الناس میں قاسم نانوتوی کی عبارت میں تجویز عقلی ہے۔تجویز عقلی پر حکم وارد ہوتا ہے۔فرض باطل کی ایک صورت تعلیق المحال بالمحال ہے۔بعض آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں بھی تعلیق المحال بالمحال ہے۔تعلیق المحال بالمحال کی صورت میں شرعی حکم وارد نہیں ہوتا ہے۔تجویز و تعلیق کی تشریح درج ذیل ہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ کسی رسالہ میں تفصیلی بحث رقم کی جائے گی۔البرکات النبویہ:رسالہ ششم:باب اول میں دونوں کی تفصیل مرقوم ہے۔

تعلیق المحال بالمحال کا مفہوم

ایک امر کو دوسرے امر سے مشروط کر دینا تعلیق ہے۔تعلیق نفی و اثبات دونوں جہت میں معتبر ہوتی ہے۔تعلیق اپنی اصل کے اعتبار سے نفی و اثبات کے مابین دائر ہوتی ہے، گر چہ لفظوں میں نفی و اثبات کے مابین دائر نہ ہو۔تعلیق میں اصل مدار شرط پر ہوتا ہے، یعنی جب شرط پائی جائے گی تو مشروط پایا جائے گا۔جب شرط نہیں پائی جائے گی تو مشروط بھی نہیں پایا جائے گا۔(**اذا فات الشرط فات المشروط**)شرط کبھی ممکن ہوتی ہے اور کبھی محال۔ جب شرط ممکن ہو تو مشروط بھی ممکن ہوگا اور جب شرط محال ہوگی تو مشروط بھی محال ہوگا۔

کفر کو محال بالذات سے معلق کرنا کفر نہیں

محال ہونے کے اعتبار سے کسی امر محال سے کفر کی تعلیق کفر نہیں ہے، یعنی قائل اعتقاد

رکھتا ہو کہ یہ امر محال ہے اور یہ واقع نہیں ہوگا تو اس اعتقاد کے ساتھ قائل کا کفر کو ایسے محال امر سے معلق کرنا کفر نہیں ہے۔ کفر کو کسی محال سے معلق کیا، لیکن اس محال کے محال ہونے میں شک کرتا ہے تو یہ کفر ہے۔ محال کے محال ہونے میں شک کے سبب اب وہ محال باقی نہ رہا۔

امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نے رقم فرمایا: (**یدخل فی قول الکفر تعلیقه–وَلَوْ بمحال عادی، وَکَذَا شرعی، اَوْ عقلی، عَلٰی اِحْتِمَالٍ لِاَنَّه قد یُنَافِیْ عقد التصمیم المشترط فی الاسلام**) (تحفۃ المحتاج: جلد نہم: ص98)

ترجمہ: کفری قول میں کفر کو معلق کرنا داخل ہے، گرچہ محال عادی سے معلق کرنا ہو، اسی طرح محال شرعی سے معلق کرنا یا احتمال کے ساتھ محال عقلی سے معلق کرنا، کیوں کہ یہ تعلیق اعتقاد مصمم کے منافی ہے جو اعتقاد مصمم اسلام وایمان میں شرط ہے۔

علامہ ہیتمی کی عبارت میں (علیٰ احتمال) کا مفہوم یہ ہے کہ محال عقلی سے کفر کی تعلیق مطلقاً کفر نہیں ہے، بلکہ اس کی نظر میں محال عقلی کے ممکن ہونے کا احتمال ہو، تو اس صورت میں محال عقلی سے تعلیق بھی کفر ہے، کیوں کہ اعتقاد مصمم اسلام کے لیے شرط ہے اور احتمال یقین محکم اور اعتقاد مصمم کو زائل کر دیتا ہے۔ جب محال عقلی کے محال ہونے میں احتمال ہو تو اس محال عقلی پر تعلیق کفر ہے۔ اس صورت میں اسلامی اعتقاد یعنی یقین محکم متزلزل ہو جاتا ہے، کیوں کہ احتمال کے سبب محال عقلی اس کی نظر میں محال باقی نہ رہا، بلکہ وہ ممکن ہو گیا، جیسے اس نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہو تو میں اس کی عبادت کرنے والا ہوں گا۔ اب اگر اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا ہونے کے محال عقلی ہونے میں اسے احتمال ہو تو گویا کہ اس نے توحید کا انکار کیا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ابن اللہ کو بھی معبود تسلیم کر لیا، یا معبود تسلیم کرنے پر رضامند ہوا، پس یہ صورت کفر کی ہے، کیوں کہ اسلامی عقیدہ پر اس کو یقین کامل حاصل نہیں ہے۔

علامہ ہیتمی کے قول میں صراحت ہے کہ کفر کو محال عادی اور محال شرعی سے معلق کرنا

کفر ہے، اسی طرح محال عقلی میں وہ احتمال امکان رکھتا ہو، اور پھر ایسے محال عقلی پر کفر کو معلق کر دیا تو یہ کفر ہے، کیوں کہ محال عقلی میں احتمال وجود کو شامل کرنے کے سبب وہ محال عقلی اب اس کی نظر میں محال عقلی باقی نہ رہا، بلکہ وہ ممکن ہو گیا۔ یہی منقولہ اقتباس کا مفہوم ہے۔

جب تعلیق المحال بالمحال کی بعض صورت بھی کفر ہے تو مطلقاً فرض باطل کے طور پر کفری کلام کہنا کفر کیوں نہیں ہوگا۔ تفسیر قرطبی کی عبارت کا مفہوم ہے کہ خصم کے باطل مسلمات کے ذریعہ بھی خصم کو الزامی جواب دینا صحیح ہے، تا کہ وہ راہ حق کی طرف آ سکے۔

تعلیق المحال بالمحال کی چند مثالیں

(1) ارشاد الٰہی ہے: (قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ)

(سورہ زخرف: آیت 81)

ترجمہ: تم فرماؤ! بفرض محال رحمٰن کے کوئی بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں پوجتا۔

(کنز الایمان)

منقوشہ بالا آیت مقدسہ میں امر محال پر تعلیق ہے، کیوں کہ رب تعالیٰ کے لیے اولاد ہونا محال ہے۔ آیت طیبہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی بیٹا ہے، نہ ہی میں ابن اللہ کی عبادت کرنے والا ہوں۔ جب شرط مفقود ہے تو مشروط بھی مفقود۔ یہ تعلیق المحال بالمحال ہے۔

قاضی بیضاوی نے رقم فرمایا: ((قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ) **منكم فإن النبی صلی الله علیه وسلم یكون أعلم بالله وبما یصح له وبما لا یصح له وأولی بتعظیم ما یوجب تعظیمه ومن تعظیم الوالد تعظیم ولده–و لا یلزم من ذلک صحة كینونة الولد وعبادته له إذ المحال قد یستلزم المحال–بل المراد نفیهما علیٰ أبلغ الوجوه كقوله تعالیٰ(لو كان فیهما آلهة إلا الله لفسدتا)** (تفسیر بیضاوی: جلد پنجم: ص 154 – مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: آپ فرمادیں! بفرض محال رحمٰن کے کوئی بچہ ہوتا تو تم میں سب سے پہلے میں پوجتا، کیوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے لیے صحیح امور اور غیر صحیح امور کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور اس کی تعظیم کے زیادہ لائق ہیں جس کی تعظیم واجب ہو، اور والد کی تعظیم میں سے اس کے بیٹے کی تعظیم کرنا ہے اور اس آیت سے (اللہ تعالیٰ کے لیے) بیٹا ہونے کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا ہے اور اس بیٹے کی عبادت کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا ہے، کیوں کہ محال کبھی محال کو مستلزم ہوتا ہے، بلکہ خوب بلیغ طریقے پر ان دونوں (بیٹا ہونے اور اس کی عبادت کے صحیح ہونے) کی نفی مراد ہے، جیسے ارشاد الٰہی ہے:

(2)(**لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ**)(سورہ انبیاء: آیت 22)

ترجمہ: اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے تو پاکی ہے اللہ عرش کے مالک کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔ (کنز الایمان)

منقوشہ بالا آیت مبارکہ میں بھی امر محال پر تعلیق ہے۔ متعدد معبود کا ہونا محال ہے۔ آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ نہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود ہے، نہ ہی زمین وآسمان میں فساد لاحق ہوا۔ شرط مفقود، پس مشروط بھی مفقود (**اذا فات الشرط فات المشروط**)

(3) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (**لَوْ كَانَ بَعْدِىْ نَبِىٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ**) (المستدرک للحاکم: جلد سوم: ص 92 - مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: اگر میرے بعد نبی ہوتے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ہوتے۔

محدث ابن بطال (م ۴۴۹ھ) نے رقم فرمایا: (**فإن العرب تقول فی لو: أنها تجیء لامتناع الشیء لامتناع غیره - کقوله (صلی اللہ علیہ وسلم): (لو کان بعدی نبی لکان عمر) ولا سبیل أن یکون بعده نبی کما لا سبیل أن**

یکون عمر نبیًّا)(شرح صحیح البخاری:جلد سوم:ص42-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:اہل عرب لفظ(لَــــوْ)کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ دوسرے امر کے محال ہونے کے سبب کسی امر کے محال ہونے(کو بیان کرنے)کے لیے آتا ہے جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان(گر میرے بعد نبی ہوتے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ہوتے)اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کی کوئی راہ نہیں جیسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نبی ہونے کی کوئی راہ نہیں۔

(4)(لَوْ کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ)

ترجمہ:اگر سورج طلوع ہے تو دن موجود ہے۔

مذکورہ بالا مثال میں ممکن کی تعلیق ممکن پر ہے،یعنی اگر سورج طلوع ہوگا تو دن موجود ہوگا۔سورج کا طلوع ممکن ہے تو دن کا وجود بھی ممکن ہوگا۔مذکورہ بالا قضیہ کا مفہوم ہوگا کہ جب سورج طلوع ہوگا تو دن موجود ہوگا اور جب سورج طلوع نہیں ہوگا تو دن موجود نہیں ہوگا۔

تعلیق المحال بالمحال اور کتب تفاسیر

ارشاد الٰہی ہے:(قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ)

(سورہ زخرف:آیت 81)

منقوشہ بالا آیت مقدسہ میں امر محال پر تعلیق ہے،کیوں کہ رب تعالیٰ کے لیے اولاد ہونا محال ہے۔مختلف تفاسیر کے حوالے سے آیت طیبہ کا مفہوم مرقومہ ذیل ہے۔اس سے تعلیق المحال بالمحال کی وضاحت ہوجاتی ہے اور یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ تعلیق میں جانب موافق وجانب مخالف دونوں جانب کا لحاظ ہوتا ہے،یعنی شرط پائی جائے گی تو مشروط پایا جائے گا۔شرط مفقود ہوتو مشروط بھی معدوم ہوگا۔تجویز عقلی میں جانب مخالف کا لحاظ نہیں ہوتا۔

(1)امام نسفی نے رقم فرمایا:(هـذا کلام وارد علی سبیل الفرض والتمثیل

والمراد نفی الولد-وذلک انه علق العبادة بکینونة الولد وهی محال فی نفسها-فکان المعلق بها محالا مثلها) (تفسیر نسفی:تفسیر آیت مذکورہ)

ترجمہ:یہ کلام (ان کان للرحمٰن:الآیہ) فرض وتمثیل کے طور پر وارد ہے اور بیٹے کی نفی مراد ہے اور ایسا اس لیے کہ (بیٹے کی) عبادت کو بیٹا ہونے پر معلق کیا گیا اور یہ (اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا ہونا) محال بالذات ہے تو اس کے ساتھ معلق کیا جانے والا اسی طرح محال ہوگا۔

(2)امام خازن نے رقم فرمایا:**(هذا کلام وارد علٰی سبیل الفرض والتمثیل لغرض-وهو المبالغة فی نفی الولد والاطناب فیه مع الترجمة عن نفسه بثبات القدم فی باب التوحید-وذلک انه علق العبادة بکینونة الولد وهی محال فی نفسها-فکان المعلق علیها محالا مثلها-ثم نزه نفسه عن الولد-سبحن رب السموات والارض رب العرش عما یصفون)**

(تفسیر خازن:تفسیر آیت مذکورہ)

ترجمہ:یہ کلام (ان کان للرحمٰن:الآیہ) کسی حکمت کے سبب فرض وتمثیل کے طور پر وارد ہے اور یہ بیٹے کی نفی میں مبالغہ کرنا ہے اور بیٹے کی نفی میں بات کو طویل کرنا ہے،ساتھ ہی (اللہ تعالیٰ کا) اپنے بارے میں توحید کے معاملہ میں مستحکم ہونے کو بتانا ہے اور یہ اس طرح کہ (بیٹے کی) عبادت کو بیٹا ہونے پر معلق فرمایا اور (اللہ تعالیٰ کے لیے) بیٹا ہونا فی نفسہ محال ہے،پس اس پر معلق ہونے والا اسی طرح محال ہوگا،پھر اللہ تعالیٰ نے بیٹے سے اپنی پاکی بیان فرمائی تو پاکی ہے اللہ آسمان وزمین اور عرش کے مالک کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں)

(3)مفسر ابوحیان اندلسی نے رقم فرمایا:**(وهذا کلام وارد علٰی سبیل الفرض والتمثیل لغرض-وهو المبالغة فی نفی الولد والإطناب فیه-وأن لا یترک الناطق به شبهة إلا مضمحلة مع الترجمة عن نفسه بثبات القدم فی باب**

التوحید، وذلک أنه علق العبادة بکینونة الولد-وهی محال فی نفسها فکان المعلق بها محالا مثلها-فهو فی صورة إثبات الکینونة والعبادة-و فی معنی نفیهما علیٰ أبلغ الوجوه وأقواها) (البحرالمحیط، تفسیر آیت مذکورہ)

ترجمہ: یہ کلام (ان کان للرحمٰن: الآیہ) کسی حکمت کے سبب فرض وتمثیل کے طور پر وارد ہے اور یہ بیٹے کی نفی میں مبالغہ کرنا ہے اور بیٹے کی نفی میں بات کو طویل کرنا ہے اور یہ کہ ایسی بات بولنے والے کے لیے کوئی شبہ نہ چھوڑا جائے، مگر کمزور کر کے، ساتھ ہی (اللہ تعالیٰ کا) اپنے بارے میں توحید کے معاملہ میں مستحکم ہونے کو بتانا ہے اور یہ اس طرح کہ (بیٹے کی) عبادت کو بیٹا ہونے پر معلق فرمایا اور (اللہ تعالیٰ کے لیے) بیٹا ہونا فی نفسہ محال ہے، پس اس پر معلق ہونے والا اسی طرح محال ہوگا، پس یہ ظاہری طور پر بیٹا ہونے کو اور عبادت کو ثابت کرنا ہے اور معنوی طور پر خوب بلیغ اور انتہائی مضبوط طریقے پر ان دونوں کی نفی کرنا ہے۔

(4) جاراللہ زمخشری معتزلی نے لکھا: (وهذا کلام وارد علیٰ سبیل الفرض والتمثیل لغرض-وهو المبالغة فی نفی الولد والإطناب فیه-وأن لا یترک الناطق به شبهة إلا مضمحلة مع الترجمة عن نفسه بثبات القدم فی باب التوحید-وذلک أنه علق العبادة بکینونة الولد وهی محال فی نفسها فکان المعلق بها محالا مثلها-فهو فی صورة إثبات الکینونة والعبادة-و فی معنی نفیهما علیٰ أبلغ الوجوه وأقواها) (تفسیر کشاف: تفسیر آیت مذکورہ)

ترجمہ: یہ کلام (ان کان للرحمٰن: الآیہ) کسی حکمت کے سبب فرض وتمثیل کے طور پر وارد ہے اور یہ بیٹے کی نفی میں مبالغہ کرنا ہے اور بیٹے کی نفی میں بات کو طویل کرنا ہے اور یہ کہ ایسی بات بولنے والے کے لیے کوئی شبہ نہ چھوڑا جائے، مگر کمزور کر کے، ساتھ ہی (اللہ تعالیٰ کا) اپنے بارے میں توحید کے معاملہ میں مستحکم ہونے کو بتانا ہے اور یہ اس طرح کہ (بیٹے کی)

عبادت کو بیٹا ہونے پر معلق فرمایا اور (اللہ تعالیٰ کے لیے) بیٹا ہونا فی نفسہ محال ہے، پس اس پر معلق ہونے والا اسی طرح محال ہوگا، پس یہ ظاہری طور پر بیٹا ہونے کو اور عبادت کو ثابت کرنا ہے اور معنوی طور پر خوب بلیغ اور انتہائی مضبوط طریقے پر ان دونوں کی نفی کرنا ہے۔

(5) فقیہ شمس الدین شافعی نے رقم فرمایا: (**وهذا كلام وارد علٰى سبيل الفرض والتمثيل لغرض وهو المبالغة فى نفى الولد والإطناب فيه-وأن لا يترك الناطق به شبهة إلا مضمحلة مع الترجمة عن نفسه بثبات القدم فى باب التوحيد-وذلك أنه علق العبادة بكينونة الولد وهى محال فى نفسها فكان المعلق بها محالا مثلها فهو فى صورة إثبات الكينونة والعبادة-وفى معنى نفيهما علٰى أبلغ الوجوه وأقواها**) (تفسیر السراج المنیر :تفسیر آیت مذکورہ)

ترجمہ: یہ کلام (ان کان للرحمٰن :الآیہ) کسی حکمت کے سبب فرض وتمثیل کے طور پر وارد ہے اور یہ بیٹے کی نفی میں مبالغہ کرنا ہے اور بیٹے کی نفی میں بات کو طویل کرنا ہے اور یہ کہ ایسی بات بولنے والے کے لیے کوئی شبہ نہ چھوڑا جائے ،مگر کمزور کر کے ،ساتھ ہی (اللہ تعالیٰ کا) اپنے بارے میں توحید کے معاملہ میں مستحکم ہونے کو بتانا ہے اور یہ اس طرح کہ (بیٹے کی) عبادت کو بیٹا ہونے پر معلق فرمایا اور (اللہ تعالیٰ کے لیے) بیٹا ہونا فی نفسہ محال ہے، پس اس پر معلق ہونے والا اسی طرح محال ہوگا، پس یہ ظاہری طور پر بیٹا ہونے کو اور عبادت کو ثابت کرنا ہے اور معنوی طور پر خوب بلیغ اور انتہائی مضبوط طریقے پر ان دونوں کی نفی کرنا ہے۔

(6) مفسر اسماعیل حقی نے رقم فرمایا: (**وكون الولد له تعالٰى مما هو مقطوع بعدم وقوعه-ولكن نزل منزلة ما لا جزم لوقوعه واللا وقوعه علٰى المساهلة وارخاء العنان لقصد التبكيت والاسكات والالزام-فجىء بكلمة "ان"-فلا يلزم من هذا الكلام صحة كينونة الولد وعبادته-لانها**

محال فی نفسها یستلزم المحال) (تفسیر حقی: تفسیر آیت مذکورہ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا ہونا اس میں سے ہے جس کا عدم وقوع یقینی ہے، لیکن آسانی لانے وارخائے عنان کے طور پر اسے اس کی منزل میں اتار دیا گیا جس کے وقوع اور لاوقوع کا یقین نہ ہو، (مخالف کا) منہ بند کرنے، خاموش کرنے اور الزامی جواب کے لیے۔

پس لفظ (اِنْ) لایا گیا تو اس کلام سے بیٹا ہونے کا صحیح ہونا اور (اس کی) عبادت کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا، کیوں کہ یہ صحیح ہونا فی نفسہ محال ہے اور محال کو مستلزم ہے۔

(7) امام فخر الدین رازی نے رقم فرمایا: (ان قوله((ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین)) قضية شرطية-والقضية الشرطية مركبة من قضيتين:

احداهما قوله: (قل ان كان للرحمن ولد) والثانية قوله: (فانا اول العابدين) ثم ادخل حرف الشرط و هولفظة"ان"على القضية الاولىٰ- وحرف الجزاء وهو"الفاء"على القضية الثانية-فحصل من مجموعها قضية واحدة-وهو القضية الشرطية.

اذا عرفت هذا فنقول: القضية الشرطية لا تفيد الا كون الشرط مستلزما للجزاء-وليس فيه اشعاربكون الشرط حقا اوباطلا-او بكون الجزاء حقا او باطلا-بل نقول: القضية الشرطية الحقة قد تكون مركبة من قضيتين حقيتين-او من قضيتين باطلتين-او من شرط باطل وجزاء حق-او من شرط حق وجزاء باطل-فاما القسم الرابع-وهو ان تكون القضية الشرطية الحقة مركبة من شرط حق وجزاء باطل فهذا محال.

ولنبين امثال هذه الاقسام الاربعة-فاذا قلنا: ان كان الانسان حيوانا فالانسان جسم-فهذه شرطية حقة- وهي مركبة من قضيتين حقيتين-

احداهما قولنا:الانسان حیوان-والثانیة قولنا:الانسان جسم.

واذا قلنا:ان کانت الخمسة زوجا کانت منقسمة بمتساویتین-فهذه شرطیة حقة-لکنها مرکبة من قولنا: الخمسة زوج-ومن قولنا: الخمسة منقسمة بمتساویین-وهما باطلان-وکونهما باطلین لا یمنع من ان یکون استلزام احدهما للاٰخر حقا-وقد ذکرنا ان القضیة الشرطیة لا تفید الا مجرد الاستلزام.

واذا قلنا:ان کان الانسان حجرًا فهو جسم،فهذا جسم-فهذا ایضًا حق-لکنها مرکبة من شرط باطل-و هو قولنا:الانسان حجر-ومن جزاء حق-وهو قولنا:الانسان جسم-وانما جاز هذا-لان الباطل قد یکون بحیث یلزم من فرض وقوعه وقوع حق-فاذا فرضنا کون الانسان حجرا-وجب کونه جسما-فهذا شرط باطل یستلزم جزاء حقا.

واما القسم الرابع:وهو ترکیب قضیة شرطیة حقة من شرط حق وجزاء باطل-فهذا محال-لان هذا الترکیب یلزم منه کون الحق مستلزمًا للباطل-وذلک محال-بخلاف القسم الثالث-فانه یلزم منه کون الباطل مستلزما للحق-وذلک لیس بمحال.

اذا عرفت هذا الاصل فلنرجع الی الاٰیة فنقول قوله((ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین))قضیة شرطیة حقة من شرط باطل ومن جزاء باطل-لان قولنا:کان للرحمن ولد باطل-وقولنا:انا اول العابدین لذلک الولد باطل ایضًا-الا انا بینا ان کون کل واحد منهما باطلا لا یمنع من ان یکون استلزام احدهما للاٰخر حقا کما ضربنا من المثال فی قولنا:ان

کانت الخمسة زوجا کانت منقسمة بمتساویین-فثبت ان ھذا الکلام لا امتناع فی اجرائه علٰی ظاھرہ-ویکون المراد منه انه ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین لذلک الولد-فان السلطان اذا کان له ولد فکما یجب علی عبدہ ان یخدمه-فکذلک یجب علیه ان یخدم ولدہ-وقد بینا ان ھذا الترکیب لا یدل علی الاعتراف باثبات ولد ام لا.

ومما یقرب من ھذا الباب قوله:(لوکان فیھما اٰلھة الا اللّٰه لفسدتا)(الانبیاء-۲۲)فھذا الکلام قضیة شرطیة-والشرط وھو قولنا:(فیھما اٰلھة)والجزاء ھو قولنا:(لفسدتا)فالشرط فی نفسه باطل-والجزاء ایضًا باطل-لان الحق انه لیس فیھما اٰلھة) (تفسیر کبیر:تفسیر آیت مذکورہ)

ترجمہ: بے شک ارشاد الٰہی (ان کان للرحمٰن :الآیہ) قضیہ شرطیہ ہے اور قضیہ شرطیہ دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے۔ان میں سے ایک ارشاد الٰہی (ان کان للرحمٰن ولد) ہے اور دوسرا قضیہ (فانا اول العابدین) ہے، پھر پہلے قضیہ پر حرف شرط داخل فرمایا اور وہ لفظ (اِنْ) ہے اور دوسرے قضیہ پر حرف جزا داخل فرمایا اور وہ حرف (فاء) ہے، پس اس کے مجموعہ سے ایک قضیہ حاصل ہوا،اور یہ قضیہ شرطیہ ہے۔

جب آپ نے یہ جان لیا تو ہم کہتے ہیں کہ قضیہ شرطیہ صرف شرط کے جزا کو مستلزم ہونے کو بتاتا ہے اور اس میں شرط کے حق یا باطل ہونے کو بتانا نہیں ہوتا، یا جزا کے حق یا باطل ہونے کو بتانا نہیں ہوتا، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ قضیہ شرطیہ حقہ کبھی دو قضیہ حقہ سے مرکب ہوتا ہے یا دو قضیہ باطلہ سے مرکب ہوتا ہے، یا شرط باطل اور جزائے حق سے مرکب ہوتا ہے یا شرط حق اور جزائے باطل سے مرکب ہوتا ہے،لیکن چوتھی قسم اور وہ یہ ہے کہ قضیہ شرطیہ حقہ شرط حق اور جزائے باطل سے مرکب ہو تو یہ محال ہے۔

اور ہم ان اقسام اربعہ کی مثالیں بیان کریں گے :(1) پس جب ہم نے کہا: اگر انسان حیون ہوگا تو انسان جسم ہوگا تو یہ قضیہ شرطیہ حقہ ہے اور یہ دو قضیہ حقہ سے مرکب ہے۔ ان میں سے ایک ہمارا قول (الانسان حیوان) ہے اور دوسرا ہمارا قول (الانسان جسم) ہے۔

(2) اور جب ہم نے کہا: اگر پانچ جفت ہو تو دو برابر حصوں میں منقسم ہوگا، پس یہ قضیہ شرطیہ حقہ ہے، لیکن یہ قضیہ شرطیہ ہمارے قول (الخمسة زوج) اور ہمارے قول (الخمسة منقسمة بمتساويين) سے مرکب ہے اور یہ دونوں باطل ہیں اور ان دونوں (شرط وجزا) کا باطل ہونا ان میں سے ایک کے دوسرے کو یقینی طور پر مستلزم ہونے سے مانع نہیں ہے اور ہم نے بیان کر دیا ہے کہ قضیہ شرطیہ صرف استلزام کا افادہ کرتا ہے۔

(3) اور جب ہم نے کہا: اگر انسان پتھر ہوگا تو وہ جسم ہوگا تو یہ بھی حق (قضیہ شرطیہ حقہ) ہے، لیکن یہ شرط باطل سے مرکب ہے اور وہ ہمارا قول (الانسان حجر) ہے اور جزائے حق سے مرکب ہے اور وہ ہمارا قول (الانسان جسم) ہے اور یہ صورت جائز ہے، کیوں کہ باطل کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ اس کا وقوع فرض کرنے سے حق کا وقوع لازم آتا ہے، پس جب ہم نے انسان کا پتھر ہونا فرض کیا تو اس کا جسم ہونا واجب ہوگیا، پس یہ شرط باطل جزائے حق کو مستلزم ہے۔

(4) لیکن چوتھی قسم اور وہ شرط حق اور جزائے باطل سے قضیہ شرطیہ حقہ کا مرکب ہونا ہے تو یہ محال ہے، کیوں کہ اس ترکیب سے حق کا باطل کو مستلزم ہونا لازم آتا ہے اور یہ محال ہے، برخلاف قسم سوم کے، کیوں کہ اس سے باطل کا حق کو مستلزم ہونا لازم آتا ہے اور یہ محال نہیں۔

جب آپ نے یہ جان لیا تو ہم آیت مقدسہ کی طرف جاتے ہیں، پس ہم کہتے ہیں کہ ارشاد الٰہی (ان کان للرحمٰن: الآیہ) شرط باطل اور جزائے باطل سے مرکب قضیہ شرطیہ حقہ ہے، اس لے کہ ہمارا قول (کان للرحمٰن ولد) باطل ہے اور ہمارا قول (انا اول العابدين

لذلک الولد) بھی باطل ہے ،لیکن ہم نے بیان کیا کہ شرط وجزا میں سے ہرایک کا باطل ہونا ان میں سے ایک کے دوسرے کو یقینی طور پر مستلزم ہونے سے مانع نہیں ہے،جیسا کہ ہم نے اپنے قول (ان کانت الخمسۃ زوجا کانت منقسمۃ بمتساویین) کی مثال پیش کیا،پس ثابت ہو گیا کہ اس کلام کو اس کے ظاہری معنی پر جاری کرنے میں کوئی استحالہ نہیں ہے اور اس کا مطلب ہوگا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا ہوتا تو میں اس بیٹے کو پہلا پوجنے والا ہوتا، کیوں کہ بادشاہ کا جب کوئی بیٹا ہو تو جیسے اس کے غلام پر بادشاہ کی خدمت واجب ہے،اسی طرح غلام پر بادشاہ کے بیٹے کی خدمت واجب ہے اور ہم نے بیان کر دیا ہے کہ یہ ترکیب (قضیہ شرطیہ) بیٹے کے اثبات کے اعتراف یا عدم اعتراف پر دلالت نہیں کرتی ہے۔

اوراسی باب سے قریب ارشاد الٰہی (لوکان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا) ہے،پس یہ کلام قضیہ شرطیہ ہے اور شرط ہماراقول (فیہما آلہۃ) ہے اور جزا ہماراقول (لفسدتا) ہے،پس شرط فی نفسہ باطل ہے اور جزا بھی باطل ہے، کیوں کہ حق یہی ہے کہ آسمان وزمین چند معبود نہیں۔

(8)(لَوْ أَرَدْنَآ أَن نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّآ إِنْ كُنَّا فٰعِلِينَ)

(سورہ انبیاء: آیت 17)

ترجمہ:اگر ہم کوئی بہلاوا اختیار کرنا چاہتے تو اپنے پاس سے اختیار کرتے ،اگر ہمیں کرنا ہوتا۔(کنزالایمان)

سیدطنطاوی نے تحریر کیا:(**فالآية الكريمة من باب تعليق المحال على المحال–لأن كلا الأمرين يتنافى مع حكمة الله تعالٰى ومع ذاته الجليلة**)

ترجمہ: پس آیت کریمہ ’’تعلیق المحال علی المحال‘‘ کے باب سے ہے، کیوں کہ دونوں امور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کے منافی ہیں۔

دونوں امور سے لہو وعبث کو اختیار کرنا اور لہو وعبث کا ارادہ کرنا مراد ہے۔

("لو" هنا حرف امتناع لامتناع-أي:امتناع وقوع فعل الجواب لامتناع وقوع فعل الشرط)(تفسیر وسیط:تفسیر آیت مذکورہ)

ترجمہ:(آیت مقدسہ میں لفظ)"لو" محال کو بتانے کے لیے محال کو بتانے کا حرف ہے،یعنی فعل شرط کے وقوع کے محال ہونے کے سبب فعل جواب کے وقوع کا محال ہونا ہے۔

(9)ابن کثیر دمشقی نے منقوشہ بالا آیت مقدسہ ودیگر آیات طیبہ نقل کر کے لکھا:

(كل هذا من باب الشرط ويجوز تعليق الشرط على المستحيل لمقصد المتكلم)(تفسیر ابن کثیر:سورہ زمر:جلد چہارم:ص57-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:یہ تمام شرط کے قبیل سے ہے اور متکلم کے کسی مقصد کی خاطر شرط کو محال پر معلق کرنا جائز ہے۔

تعلیق محض استلزام کو بتاتی ہے،خواہ وہاں امکان ہو،یا استحالہ ہو۔تجویز عقلی امکان وقوعی کا نام ہے۔تعلیق جملہ شرطیہ میں پائی جاتی ہے اور جملہ شرطیہ استلزام کو بتاتا ہے۔

تجویز وتعلیق میں فرق

کسی امر کے جواز کا قول کرنا تجویز ہے۔فلاسفہ کی اصطلاح میں اسی کو امکان وقوعی کہا جاتا ہے اور متکلمین اسی کو تجویز عقلی کا نام دیتے ہیں۔یہ تعلیق کے مغایر ہے۔تجویز صرف جانب موافق میں معتبر ہوتی ہے۔تجویز اثبات ونفی کے مابین دائر نہیں ہوتی ہے۔

مریض نے اپنے طبیب سے گوشت کھانے کے بارے میں دریافت کیا تو طبیب نے کہا:(ان اكلت اللحم فلاحرج)اگر تم گوشت کھاؤ تو کوئی حرج ونقصان نہیں۔

یعنی تم کو گوشت کھانے کی اجازت ہے۔اس کا یہ مفہوم نہیں کہ اگر تم گوشت نہیں کھاؤ گے تو تم کو حرج ونقصان ہوگا۔تجویز صرف جانب موافق میں معتبر ہوتی ہے اور جانب موافق کا حکم بیان کرتی ہے۔جانب مخالف سے اس کا تعلق نہیں ہوتا ہے۔

تجویز عقلی کا مفہوم

تجویز عقلی کا معنی ہے کہ کسی امر کو عقلاً جائز اور ممکن ماننا، یعنی محال بالذات یا محال بالغیر نہ ماننا۔اسی کو امکان وقوعی بھی کہا جاتا ہے۔اگر کوئی شرعی و دینی امر عقلاً محال بالذات ہوتو اس کو ممکن الوقوع ماننا کفر کلامی اور محض ممکن بالذات ماننا کفر فقہی اور متکلمین کے یہاں ضلالت وگمرہی ہے، جیسے ختم نبوت کے بعد نبی جدید کی آمد عقلاً محال بالذات ہے، پس ختم نبوت کے بعد کسی نبی جدید کی آمد کا امکان وقوعی ماننا کفر کلامی ہے۔ختم نبوت کے بعد نبی جدید کی آمد کا امکان وقوعی ماننے یعنی تجویز عقلی کے سبب نانوتوی کی تکفیر کلامی ہوئی ہے۔

ابن بدران حنبلی دمشقی (۱۲۸۰ھ-۱۳۴۶ھ) نے رقم فرمایا: (**لانہ لایلزم من فرض وقوعہ محال لذاتہ ولا لغیرہ–وھذا ھو المعنی بالجواز العقلی**)

(المدخل الی مذہب الامام احمد بن حنبل: جلد اول: ص279-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: کیوں کہ اس کا وقوع فرض کرنے سے محال لذاتہ یا محال لغیرہ لازم نہیں آتا ہے اور جواز عقلی کا یہی معنی ہے۔

جواز عقلی: کسی امر کا عقلاً جائز ہونا۔تجویز عقلی: کسی امر کو عقلاً جائز ماننا۔

درج ذیل بحث کے اخیر میں تعلیق المحال بالمحال اور تجویز عقلی کا حکم مرقوم ہے۔

منصب نبوت کی توہین کفر

سوال: اگر فلاں نبی ہوتے تو میں ان پر ایمان نہیں لاتا۔ایسا کہنے والا مومن ہے یا کافر؟

جواب: ضروریات دین کا انکار کفر ہے: (1) اگر حقیقت میں کوئی امر ضروری دینی ہے اور قائل کو قطعی بالمعنی الاخص علم ہے کہ یہ امر، ضروریات دین سے ہے، پھر وہ اس کا انکار کرتا ہے تو وہ کافر ہے۔(2) اگر اس کا ضروریات دین میں سے ہونا منکر کو معلوم نہیں تھا اور اس نے لاعلمی کی حالت میں انکار کیا، تو یہ کفر نہیں۔ہاں، انکار کے بعد جب منکر کو اس امر کا

ضروریات دین سے ہونا معلوم ہوجائے اور علم کے باوجود انکار پر مصر ہے تو یہ کفر ہے۔

(3) کوئی امر حقیقت میں ضروریات دین میں سے نہ تھا، لیکن منکر نے اس کو ضروری دینی اعتقاد کر کے انکار کیا تو ضروری دینی کے انکار کا عزم یعنی عزم کفر پایا گیا اور عزم کفر بھی کفر ہے۔ اسی طرح عہد نبوی سے قبل کے کسی شخص کے بارے میں یہ کہنا کہ اگر وہ نبی ہوتے تو میں ان پر ایمان نہیں لاتا۔ یہ کفر ہے، کیوں کہ اس نے نبوت تسلیم کر کے ان کی نبوت کو نہ ماننے کا اقرار کیا۔ اس میں منصب نبوت کی توہین ہے۔ مزید تفصیل درج ذیل ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی مکی نے رقم فرمایا: (**ومنها قوله: لو كان فلان نبيا ما آمنت به -وقوله: ان كان ما قاله الانبياء صدقا نجونا فيكفر - كذا اقراه**)

(الاعلام بقواطع الاسلام: ص 27)

ترجمہ: اور اسی قبیل سے قائل کا قول ہے: اگر فلاں نبی ہوتے تو میں ان پر ایمان نہیں لاتا اور قائل کا قول: اگر حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے فرمودات سچے ہیں تو ہم نجات پا جائیں گے تو یہ شخص کافر ہے، اسی طرح امام رافعی ونووی نے اسے برقرار رکھا۔

علامہ ہیتمی کے قول (**اقراه**) سے مراد یہ ہے کہ امام رافعی وامام نووی نے اس مسئلہ کو ثابت رکھا ہے، یعنی یہ کفر ہے۔ یہ دونوں متاخرین فقہائے شافعیہ کے شیخین ہیں۔

اس کی توجیہ میں علامہ ہیتمی نے رقم فرمایا: (**وفی الثانية تعليق عدم الايمان به علٰى كونه نبيا ففيه تنقيص لمرتبة النبوة حيث اراد تكذيبها علٰى تقدير وجودها**) (الاعلام بقواطع الاسلام: ص 27)

ترجمہ: اور دوسرے قول (**لو كان فلان نبيا ما آمنت به**) میں نبی پر عدم ایمان کو ان کے نبی ہونے پر معلق کرنا ہے، پس اس میں مرتبہ نبوت کی تنقیص ہے، کیوں کہ اس نے نبوت کی تکذیب کا ارادہ کیا نبوت کے وجود کی تقدیر پر۔

امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نے رقم فرمایا:(مسئلة: لوکان نبیا لم اؤمن به،فقد مرت ایضًا-والتکفیر فیها واضح،لانه رضی بتکذیب النبی)

(الاعلام بقواطع الاسلام:ص32)

ترجمہ: مسئلہ: اگر وہ نبی ہوتے تو میں ان پر ایمان نہیں لاتا تو یہ بھی گزر گیا اور اس میں تکفیر واضح ہے، کیوں کہ وہ نبی کی تکذیب پر راضی ہوا۔

امام نووی شافعی نے رقم فرمایا:(وَلَوْقَالَ: لَوْکَانَ فلانٌ نَبِیًّا اٰمَنْتُ به، کَفَرَ)

(روضۃ الطالبین: جلد ہفتم:ص286)

ترجمہ: اگر کہا: اگر فلاں نبی ہوتے تو میں ان پر ایمان نہیں لاتا تو یہ کافر ہے۔

تجویز عقلی اور تعلیق المحال بالمحال کی مثال

علامہ فضل رسول بدایونی نے رقم فرمایا:(وَمِنْهُ اَیْضًا-لَوْکَانَ فُلَانٌ نَبِیًّا مَا اٰمَنْتُ به-اَوْ اٰمَنْتُ به-اِنْ جَوَّزَ ذلک عَلَی الْاَوْجَه-قَالَ القاری فی شرح الشفاء للقاضی: وَیُمْکِنُ حَمْلُه اَنَّه یُجَوِّزُ کَوْنَ نَبِیٍّ مُرْسَلٍ یظهر بعد نَبِیِّنَا صلی اللّٰه علیه وسلم فَیَکُوْنُ اَمْرُه اَشَدُّ-وَلِهٰذَا قَالَ بَعْضُ عُلَمَائِنَا-اِنَّ مَن ادعی النُّبُوَّةَ -وَقَالَ لَه قائلٌ: اَظْهِرِ الْمُعْجِزَةَ، کَفَرَ)(المعتقد المنتقد:ص121)

ترجمہ: اور کفر سے یہ بھی ہے کہ اگر فلاں نبی ہوتے تو میں ان پر ایمان نہیں لاتا، یا ان پر ایمان لاتا، اگر وہ اس کو جائز قرار دے، راجح قول کے مطابق۔ ملا علی قاری نے قاضی عیاض مالکی کی کتاب الشفا کی شرح میں فرمایا: اس کو اس پر محمول کرنا ممکن ہے کہ وہ شخص کسی نبی مرسل ہونے کو جائز قرار دے جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ظاہر ہو، پس اس کا معاملہ زیادہ سخت ہوگا، اسی لیے ہمارے بعض علما نے فرمایا کہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کسی کہنے والے نے اس سے کہا کہ معجزہ ظاہر کرو تو وہ کافر ہو گیا۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے(لو کان فلان نبیًّا ما اٰمَنْتُ به–اَوْ اٰمَنْتُ بِـه اِنْ جَوَّزَ ذٰلِکَ) کے حاشیہ میں رقم فرمایا:(قَیْدٌ فی الْاٰخَرِ–اَیْ اِنَّمَا یَکُوْنُ الایجاب کفرًا–اِنْ لَوْجَوَّزَ الْمُقَدَّمَ الْاٰنَ–اَعْنِیْ بَعْدَ وجود نَبِیِّنَا صلی اللّٰہ علیہ وسلم–وَاِلَّا فهو تعلیقُ الْمُحَالِ بِالْمُحَال فَلَا کُفْرَ وَلَا ضَلَالَ–اَمَّا الاول وهو النفی–فَفِیْهِ بَیَانُ الْعَزْمِ عَلَی الْکُفْرِبِمَنْ قُدِّرَ نَبِیًّا–وَالْعَزْمُ عَلَی الْکُفْرِ کُفْرٌ–فافهم)(المعتمد المستند :ص 121-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ:(اگر وہ اس کو جائز قرار دے)یہ دوسرے جملہ کی قید ہے،یعنی ایجاب(نبی کی نبوت پر ایمان لانا)اس وقت کفر ہوگا جب مقدم(فلاں کے نبی ہونے)کو ابھی جائز قرار دے،یعنی ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود کے بعد،ورنہ وہ تعلیق المحال بالمحال ہے،پس کفر وضلال نہیں،لیکن اول اور وہ نفی(نبی کی نبوت پر ایمان نہ لانا)ہے،پس اس میں ان کے انکار کے عزم کا بیان ہے جن کو نبی فرض کیا گیا اور عزم کفر کفر ہے،پس سمجھ لو۔

(لوکان فلان نبیا آمنت بہ)اگر فلاں نبی ہوتے تو میں ان پر ایمان لاتا۔اس جملہ میں تجویز عقلی کی صورت بھی ہے اور تعلیق المحال بالمحال کی صورت بھی ہے۔

اگر قائل یہ مانے کہ ختم نبوت کے بعد بھی کسی نبی کا آنا جائز اور ممکن الوقوع ہے تو یہ تجویز عقلی ہے اور یہ آدمی کافر ہے۔اگر وہ یہ مانتا ہے کہ ختم نبوت کے بعد نبی آنا محال ہے اور اگر ختم نبوت نہ ہوتی اور نبی کا آنا محال نہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو نبی بناتا تو میں اس پر ایمان لاتا،لیکن ختم نبوت کے بعد چوں کہ نبی کی آمد محال ہے،لہٰذا فلاں کا نبی ہونا بھی محال ہے اور اس کو نبی ماننا بھی محال ہے،پس یہ تعلیق المحال بالمحال کے قبیل سے ہے۔

امام شہاب الدین خفاجی نے رقم فرمایا:((اَوْ مَنْ اِدَّعَی النُّبُوَّةَ لِنَفْسِه)بَعْدَ نَبِیِّنَا صلی اللّٰہ علیہ وسلم کالمختار بن ابی عبید الثقفی وغیرہ–قَالَ ابن حجر: وَیَظْهَرُ کُفْرُ کُلِّ مَنْ طَلَبَ مِنْهُ مُعْجِزَةً–لِاَنَّه بطلبه منه مُجَوِّزٌ لِصِدْقِه مَعَ

اِسْتِحَالَتِه المعلومة من الدين بالضرورة–نَعَمْ،اِنْ اَرَادَ بذلک تَسْفِيْهَه وَبَيَانَ كِذْبِه فَلَا كُفْرَبِه–انتهٰى) (نسیم الریاض: جلد چہارم:ص 507)

ترجمہ: (یا جس نے اپنے لیے نبوت کا دعویٰ کیا) ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جیسے مختار بن ابی عبید ثقفی اوران کے علاوہ۔امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نے رقم فرمایا: اور ہراس شخص کا کفر ظاہر ہے جواس سے معجزہ طلب کرے، کیوں کہ وہ اس سے معجزہ طلب کر کے اس کے صدق کو جائز قرار دینے والا ہے، باوجودے کہ اس کا محال ہونا دین سے بدیہی طور پر معلوم ہے۔ہاں، اگراس (طلب معجزہ) کے ذریعہ اس مدعی نبوت کو بے وقوف بنانے اوراس کے کذب کو بیان کرنے کاارادہ کیا تو اس سبب سے کفرنہیں ہے۔

اگرختم نبوت کے بعد کسی نے دعویدار نبوت سے معجزہ طلب کیا تو وہ کافر ہے، کیوں کہ وہ ختم نبوت کے بعد بھی کسی کے نبی ہونے کو جائز وممکن الوقوع مانتا ہے، اسی لیے اس نے اس سے معجزہ طلب کیا، پس ختم نبوت کے بعد نبوت کی تجویز عقلی کے سبب یہ شخص کافر ہے۔

اگر وہ ختم نبوت کے بعد کسی کے نبی ہونے کو صحیح اور جائز نہیں مانتا ہے، بلکہ اس دعویدار نبوت سے معجزہ طلب کیا، تا کہ اس کا کذب ظاہر ہو تو اس وقت حکم کفر وارد نہیں ہوگا۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم وآلہ العظیم

باب شانزدہم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

کفریہ کلام کی نقل کی صورتیں اور احکام

''نقل کفر کفر نباشد'' کا مفہوم یہ ہے کہ ضرورت شرعیہ کے وقت کسی غیر کا کفریہ کلام نقل کرنا جائز ہے۔ بلاضرورت شرعیہ نقل کفر جائز نہیں۔ بلاضرورت شرعیہ کسی کے کفریہ کلام کی نقل بعض صورتوں میں حرام ہے اور بعض صورتوں میں کفر ہے، لہٰذا نقل کفر سے پرہیز لازم ہے۔ نقل کرنے کے واسطے بہت سی اچھی باتیں ہیں۔ نقل کفر کی کیا ضرورت ہے؟

فصل اول

کسی حاجت کے سبب کفریہ کلام کی نقل

کسی نے کفریہ کلام کہا۔ اس کی شہادت، اس کے رد وابطال یا لوگوں کو اس سے پرہیز کی تلقین کے واسطے اس کا کفریہ کلام نقل کیا جائے گا۔ ان صورتوں میں اس کفریہ کلام کے عدم قبول اور عدم تحسین کی صراحت ہوتی ہے، یا قرینہ عدم قبول وعدم تحسین کو ظاہر کرتا ہے۔

ایسے ہی مواقع کے لیے کہا جاتا ہے: ''نقل کفر، کفر نباشد''۔ بعض صورتوں میں کسی کے کفریہ کلام کو نقل کرنا ناجائز وحرام ہے۔ تحسین کے ساتھ کفریہ کلام کی نقل کفر ہے۔

بلاتسلیم کفریہ قول کی نقل

بلاتسلیم نقل کفر سے متعلق فتاویٰ رضویہ سے سوال وجواب مندرجہ ذیل ہے۔

مسئلہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسلمانوں کے حق میں جو آریہ سماجوں میں جاکر کاپی نویسی کرتے ہیں

، یا پریس میں ہیں، یا ان کے اخبار اور مذہبی پرچے روانہ یا تقسیم کرتے ہیں، حالاں کہ ان پرچوں میں قرآن کریم اور رسول رحیم پر کھلے کھلے اعتراض والزام ہوتے ہیں۔ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ منہا اور علمائے متقدمین ومتاخرین کو کھلی کھلی گالیاں دیئے جاتے ہیں جس کے شاہد سماجی کتب، ترک اسلام، تہذیب الاسلام، آریہ مسافر جالندھر، آریہ مسافر میگزین، مسافر بہرائچ، آریہ پتر بریلی، ستیارتھ پرکاش موجود ہیں۔

نمونے کے طور پر چند الفاظ نقل ذیل ہیں:

..................(ستیارتھ پرکاش، مسافر، بہرائچ)

آیا ان مسلمانوں سے جو سماجوں میں ملازم ہیں، میل جول رکھا جائے اور مسلمان سمجھے جائیں، ایسے مسلمان جو مخالفین اسلام ودشمنان خدا ورسول کی اعانت کرنے والے ہیں ، ان کے جنازے کی نماز پڑھنا درست ہے؟ اور ان کے ساتھ شراکت ونکاح جائز ہے یا نہیں؟ مفصل بیان فرمائیے۔ اللہ اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

الجواب: اللہ عزوجل اپنے غضب سے پناہ دے۔ الحمد للہ فقیر نے وہ ناپاک ملعون کلمات نہ دیکھے۔ جب سوال کی اس سطر پر آیا جس سے معلوم ہوا کہ آگے کلمات لعینہ ملعونہ منقول ہوں گے، ان پر نگاہ نہ کی۔ نیچے کی سطریں جن میں سوال ہے، باحتیاط دیکھیں۔ ایک ہی لفظ اوپر سائل نے نقل کیا اور نادانستگی میں نظر پڑی، وہی مسلمان کے دل پر زخم کو کافی ہے۔ اب یہ کہ جواب لکھ رہا ہوں، کاغذ تہہ کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملعونات کو نہ دکھائے، نہ سنائے۔

جو نام کے مسلمان کاپی نویسی کرتے ہیں اور اللہ عزوجل وقرآن عظیم ومحمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسے ملعون کلمات، ایسی گالیاں اپنے قلم سے لکھتے چھاپتے ہیں، یا کسی طرح اس میں اعانت کرتے ہیں، ان سب پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اترتی ہے۔

وہ اللہ ورسول کے مخالف اور اپنے ایمان کے دشمن ہیں۔ قہر الٰہی کی آگ ان کے لیے بھڑکتی ہے۔ صبح کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور شام کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں،

اور خاص جس وقت ان ملعون کلموں کو آنکھ سے دیکھتے، قلم سے لکھتے، مقابلہ وغیرہ میں زبان سے نکالتے، یا پتھر پر اس کا ہلکا بھرا بناتے ہیں، ہر کلمے پر اللہ عزجل کی سخت لعنتیں، ملائکۃ اللہ کی شدید لعنتیں ان پر اترتی ہیں۔ یہ میں نہیں کہتا ہوں، قرآن فرماتا ہے: **(ان الــــذيـــن يؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنيا والاٰخرة واعدهم عذابا مهينا)**

بے شک وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو، ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا وآخرت میں۔ اللہ نے ان کے لیے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب۔

ان ناپاکوں کا یہ گمان کہ گناہ تو اس خبیث کا ہے جو مصنف ہے، ہم تو نقل کر دینے، یا چھاپ دینے والے ہیں، سخت ملعون ومردود وگمان ہے۔ زید کسی دنیا کی عزت دار کو گالیاں لکھ کر چھپوانا چاہے تو ہرگز نہ چھاپیں گے۔ جانتے ہیں کہ مصنف کے ساتھ چھاپنے والے بھی گرفتار ہوں گے، مگر اللہ واحد قہار کے قہر وعذاب ولعنت وعتاب کی کیا پرواہ۔

یقیناً یقیناً کاپی لکھنے ولا، پتھر بنانے والا، چھاپنے والا، کل چلانے والا غرض جان کر کے کہ اس میں یہ کچھ ہے، کسی طرح اس میں اعانت کرنے والا سب ایک رسی میں باندھ کر جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈالے جانے کے مستحق ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: **(ولا تـعاونوا علی الاثم والعدوان)** گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **(من مشی مع ظالم ليعـينـه وهو يعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام–رواه الطبرانی فی الكبير والضياء فی صحيح المختارة عن اوس بن شرحبيل رضی الله تعالیٰ عنه)**

(جو دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد دینے چلا، وہ یقیناً اسلام سے نکل گیا۔

امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور ضیا نے صحیح مختارہ میں حضرت اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

یہ اس ظالم کے لیے ہے جو گرہ بھر زمین یا چار پیسے کسی کے دبالے، یا زید وعمرو کسی کو

ناحق سست کہے، اس کے مددگار کو ارشاد ہوا کہ اسلام سے نکل جاتا ہے، نہ کہ یہ اشد ظالمین جو اللہ و رسول کو گالیاں دیتے ہیں۔ان باتوں میں ان کا مددگار کیوں کر مسلمان رہ سکتا ہے۔

طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے:

(من آفات الید کتابة ما یحرم تلفظه من شعر المجون و الفواحش و القذف و القصص التی فیها نحو ذٰلک و الاهاجی نثرًا و نظمًا و المصنفات المشتملة علٰی مذاهب الفرق الضالة–فان القلم احدی اللسانین–فکانت الکتابة فی معنی الکلام–بل ابلغ منه لبقائها علی صفحات اللیالی و الایام –و الکلمة تذهب فی الهواء و لا تبقی–اه مختصرًا)

(ہاتھ کی آفتوں سے ایک یہ ہے کہ وہ کچھ لکھا جائے جس کا بولنا حرام ہے، یعنی جیسے مذمت کے اشعار، فحش باتیں، گالی گلوج اور وہ واقعات جو اسی قسم کی باتوں پر مشتمل ہوں اور ہجو کرنا خواہ نثر میں ہو یا نظم میں اور گمراہ فرقوں کے مذاہب پر مشتمل تصنیفات، اس لیے کہ بولنے والی زبان کی طرح قلم بھی ایک زبان ہے (جس کے ذریعے اظہار خیال ہوتا ہے)، لہٰذا لکھنا بولنے ہی کی طرح ہے، بلکہ بولنے سے بھی زیادہ بلیغ ہے، جب کہ (زبان سے ادا ہونے والے) کلمات ہوا میں (منتشر ہوکر) گم ہوجاتے ہیں اور باقی نہیں رہتے۔مختصرا۔ت)

ایسے اشد فاسق فاجر اگر توبہ نہ کریں تو ان سے میل جول ناجائز ہے۔ان کے پاس دوستانہ اٹھنا بیٹھنا حرام ہے، پھر مناکحت تو بڑی چیز ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(و اما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین)

(اگر تجھے شیطان (غلط قسم کی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت کا حکم) بھلا دے تو یاد آجانے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ت)

اور جو ان میں اس ناپاک کبیرہ کو حلال بتائے، اس پر اصرار و استکبار و مقابلہ شرع سے پیش آئے، وہ یقیناً کافر ہے۔اس کی عورت اس کے نکاح سے باہر ہے۔اس کے جنازے

کی نماز حرام۔اسے مسلمانوں کی طرح غسل دینا،کفن دینا،دفن کرنا،اس کے دفن میں شریک ہونا،اس کی قبر پر جانا سب پر حرام ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:(**ولا تصل علیٰ احد مھنم مات ابدًا ولاتقم علیٰ قبرہ**)واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(جب ان کافروں میں سے کوئی مرجائے تو اس پر نماز مت پڑھو،اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو۔واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ت)

فقیر کے یہاں فتاویٰ مجموعہ پر نقل ہوتے ہیں۔میں نے نقل فرمانے والے صاحب سے کہہ دیا ہے کہ ان ملعون الفاظ کی نقل نہ کریں۔سنا گیا ہے کہ سائل کا قصہ اس فتوے کے چھاپنے کا ہے۔میں درخواست کرتا ہوں کہ ان ملعونات کو نکال ڈالیں۔ان کی جگہ دو ایک سطریں خالی صرف نقطے لگا کر چھوڑ دیں کہ مسلمانوں کی آنکھیں ان لعنتی ناپاکوں کے دیکھنے سے باذنہ تعالیٰ محفوظ رہیں۔(**فاللّٰہ خیر حافظًا وھو ارحم الراحمین**)(اللہ تعالیٰ سب سے بہتر نگہبان ہے،اور وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔ت)

(فتاویٰ رضویہ:جلد21:ص136-جامعہ نظامیہ لاہور)

کفریہ کلمات کی نقل کی چار صورتیں ہیں۔فصل دوم میں نقل کفر کی تفصیل مرقوم ہے۔ رد وانکار اور تقبیح وابطال کے لیے کفریہ اقوال کی نقل جائز ہے۔جو لوگ بلاضرورت شرعیہ عدم تسلیم کی صراحت کے ساتھ کفریہ کلمات کو نقل کرتے ہیں،وہ فعل حرام میں مبتلا ہیں اور جو لوگ اس فعل حرام کو جائز بتاتے ہیں،اس کے جواز پر اصرار واستکبار کرتے ہیں،وہ کافر ہیں۔ان کی بیویاں ان کے نکاح سے نکل گئیں،جیسا کہ منقولہ بالا فتویٰ میں صراحت ہے۔

جب ناقل بلاضرورت شرعیہ کسی کا کفریہ کلام نقل کرے اور عدم تسلیم کی صراحت کر دے،جیسا کہ منقولہ بالا فتویٰ میں ہے،تب حرمت کا حکم ہے۔جب کوئی کسی کا کفریہ کلام تحسین کے طور پر نقل کرے تو ناقل پر بھی حکم کفر ہوگا۔

منقولہ بالا فتویٰ میں عدم تسلیم کی صراحت ہے،اسی لیے کفر کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ اس

فعل کو حرام قرار دیا گیا۔عدم تسلیم کی صراحت کا ذکر مندرجہ ذیل اقتباس میں ہے۔

''ان ناپاکوں کا یہ گمان کہ گناہ تو اس خبیث کا ہے جو مصنف ہے، ہم تو نقل کر دینے یا چھاپ دینے والے ہیں، سخت ملعون و مردود و گمان ہے۔زید کسی دنیا کی عزت دار کو گالیاں لکھ کر چھپوانا چاہے تو ہرگز نہ چھاپیں گے۔جانتے ہیں کہ مصنف کے ساتھ چھاپنے والے بھی گرفتار ہوں گے، مگر اللہ واحد قہار کے قہر وعذاب ولعنت وعتاب کی کیا پرواہ''۔

امام اہل سنت نے رقم فرمایا کہ مذکورہ صورت میں کفریہ کلمات کی نقل حرام ہے۔اس حرام کو حلال بتانے والا کافر ہے، جیسے دوسرے حرام قطعی کو حلال بتانے والا کافر ہے۔

کتھائی خطاب میں بھی غیر مومن معبود کفار کی توصیف و مدح سرائی کی گئی ہے اور غیر مومن معبودان کفار کی مدح وستائش کفر ہے۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں غیروں کے اقوال نقل کیے گئے ہیں۔بالفرض یہی مان لیا جائے کہ خطیب نے کفار ومشرکین کے اقوال کو نقل کیا ہے تو رد وابطال اور تقبیح وانکار کے لیے یہ اقوال نقل نہیں کیے گئے، بلکہ غیر مومن معبود کفار کی مدح وتوصیف بیانی کے لیے نقل کیے گئے ہیں۔اسی خطاب میں خطیب نے کہا:

''میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔نفرت کے مقابلے میں محبت کے اس نے بادل برسائے۔انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس کروایا''۔

ان جملوں سے ماقبل میں بیان کردہ توصیفی جملوں کی مزید تاکید ہو گئی۔اس تاکید سے یہ واضح ہے کہ قائل بھی مذکورہ تعریفی جملوں کو اچھا سمجھتا ہے۔بصورت تحسین حکم کفر ہوگا، کیوں کہ معبودان کفار کی مدح وستائش ان کی تعظیم ہے اور غیر مومن معبودان کفار کی تعظیم کفر ہے۔قائل کے جملوں میں کہیں بھی ان توصیفی جملوں کی تردید نہیں، بلکہ تاکید در تاکید ہے۔

بلاضرورت شرعیہ غیر کے کفریہ کلمات کی نقل جب عدم تسلیم کی صراحت کے ساتھ ہو، تب حرام ہے۔شرعی ضرورت وحاجت کے وقت نقل جائز ہے۔

کتھائی مجلس کے خطاب میں اقوال غیر کی نقل نہیں، بلکہ ڈاکٹر اقبال کے شعر کی تشریح

خود قائل نے اپنے الفاظ میں کی ہے۔اس خطاب میں معبود کفار کے لیے بہت سے توصیفی جملے ہیں جوخود قائل کے ہیں۔خیر خواہی کا تقاضا یہی ہے کہ مومن بھائیوں کوصحیح حکم شرعی بتا کر ان سے توبہ لی جائے،تا کہ وہ آخرت میں مغفرت وشفاعت کے حقدار بن سکیں۔

اگرکوئی اہل علم اپنی لغزش کے سبب کتھائی مجلس میں معبود کفار کے واسطے بولے گئے توصیفی اقوال کونقل سمجھتے ہیں اوراس قسم کی نقل کوحلال سمجھتے ہیں تو ان کے حق میں نیک مشورہ یہی ہے کہ اپنے نظریہ پرنظر ثانی کریں۔مذکورہ فتویٰ میں ہے کہ ناقلین نے عدم تسلیم کا اقرار کیا ہے۔اب اگرکوئی کہتا ہے کہ عدم تسلیم کا اقرار کرلے،تب کفریہ کلمات کی نقل بلاضرورت شرعیہ حلال ہے تو مذکورہ صورت میں کفریہ اقوال کی نقل کوحلال کہنے والا بھی کافر ہے۔

''اور جوان میں اس ناپاک کبیرہ کوحلال بتائے،اس پراصرار واستکبار ومقابلہ شرع سے پیش آئے،وہ یقیناً کافر ہے۔اس کی عورت اس کے نکاح سے باہر ہے۔اس کے جنازے کی نماز حرام۔اسے مسلمانوں کی طرح غسل دینا،کفن دینا،دفن کرنا،اس کے دفن میں شریک ہونا،اس کی قبر پر جانا سب پر حرام ہے''۔(فتویٰ منقولہ)

کتھائی خطاب میں نقل کفر کو جائز کہنے والا کافر

کتھائی خطاب میں نقل نہیں۔اگر بالفرض نقل ہے تو کفریات کی عدم تسلیم کا اقرار نہیں۔خطیب کی جانب سے کتھائی خطاب میں معبود کفار کے توصیفی جملوں اورکفریہ جملوں کے عدم تسلیم کا اقرار نہیں۔عدم تسلیم کے اقرار کے ساتھ بلاضرورت شرعیہ کفریہ کلام کی نقل حرام ہے اوراس کوحلال بتانے والا کافر ہے تو کتھائی خطاب میں عدم تسلیم کا اقرار ہی نہیں، اس کے باوجودکوئی بلاضرورت شرعیہ ایسی نقل کو جائز بتائے تو وہ کافر کیوں نہیں ہوگا؟اورعدم تسلیم کا اقرار واظہار نہ کرنے کے سبب خطیب پرحکم کفر کیوں وارد نہیں ہوگا؟

حقیقت یہ ہے کہ کتھائی خطاب میں اقوال غیر کی نقل نہیں، بلکہ صرف ایک شعر نقل کیا

گیا، پھر قائل نے اپنی جانب سے شعر کی تشریح کی۔نقل کی صورت یہ تھی کہ قائل کہتا کہ اس شعر کی تشریح میں فلاں نے ایسا کہا ہے۔ یہ نقل بھی بلاتحسین ہوتی ، نیز نقل کے بعد قائل کم ازکم یہ کہتا کہ یہ سب اقوال فلاں کے ہیں، میرا عقیدہ ایسا نہیں،تب یہ تردید ہو جاتی۔ جب ایسا نہ ہوسکا تو اب خطیب کی آخرت کو تباہی سے بچانے کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ اسے توبہ کی ترغیب دی جائے۔ یہاں ایک فرد کا معاملہ نہیں۔ بہت سے اہل علم حکم شرعی کے دائرہ میں ہیں ،لہٰذا عدم کفر کے قائلین خوب غور فرمائیں۔گزارش ، التجا اور عرض ہے۔ ہم اتحاد اہل سنت کے متمنی ہیں۔ ہر عقل مند یہی کہے گا کہ نقد وجرح سے اتحاد ٹوٹ جائے گا، پس ہم کسی پر نقد وجرح کیسے کر سکتے ہیں۔اگر کہیں تنقید سمجھ میں آئے تو وہ تعبیر کی لغزش ہے۔

کفریہ کلام کا ترجمہ کرنا کفر

کفریہ اقوال کے ترجمہ سے متعلق فتاویٰ رضویہ سے سوال وجواب منقولہ ذیل ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلمان ممتحن نے زیرنگرانی دو شخص مسلمان کے پرچہ زبان دانی انگریزی سے عربی میں ترجمہ کرنے کے لیے مرتب کیا جس میں سب سے بڑے سوال میں نصف نمبر رکھے تھے۔

حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان مبارک میں گستاخی اور توہین کے فقرات استعمال کیے، تاکہ مسلمان طالب علم لامحالہ مجبور ہوکر اپنے قلم سے جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معصوم ومقدس شان میں بدگوئی لکھیں، جو برائے فتویٰ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

''ابن عبداللہ نے اس قبیلہ میں تربیت پائی تھی جو عرب کی اصلی زبان بولنے کے لحاظ سے شریف ترین تھا اور اس کی فصاحت کی سنجیدگی با موقع سکوت پر عمل کرنے سے تصحیح اور ترقی ہوتی رہی، باوجود اس فصاحت کے محمد ایک ناخواندہ وحشی تھا۔ بچپن میں اسے نوشت

وخواند کی تعلیم نہیں دی گئی تھی۔

عام جہالت نے اسے شرم اور ملامت سے مبرا کر دیا تھا، مگر اس کی زندگی ایک ہستی کے تنگ دائرہ میں محدود تھی اور وہ اس آئینہ سے (جس کے ذریعہ سے ہمارے دلوں پر عقل مندوں اور نامور بہادروں کے خیالات کا عکس پڑتا ہے) محروم رہا، تاہم اس کی نظروں کے سامنے ان کتابوں کے اوراق کھلے ہوئے تھے جس میں قدرت اور انسان کا مشاہدہ کرتا۔ کچھ تمدنی اور فلسفی توہمات جو اسے عرب کے مسافر پر محمول کیے جاتے ہیں، پیدا ہو گئے تھے"۔

جس شخص نے پرچہ مرتب کیا اور جن لوگوں ن اس کی نظر ثانی کی، وہ لوگ بوجہ استعمال الفاظ ناشائستہ جو بلاضرورت شان حضرت جناب رسالت مآب میں کیے گئے، وہ بوجہ اس گستاخی کے دائرۂ اسلام سے خارج ہو گئے یا نہیں اور ان کی کیا سزا ہے، اور ان کی بابت شرع شریف کا کیا حکم ہے، فقط۔ راقم: مسلمانان جون پور

(فتاویٰ رضویہ: جلد ششم: ص 37 - رضا اکیڈمی ممبئی)

وضاحت: سوال کے ساتھ علمائے جون پور کے تین جوابات ہیں۔ بخوف طوالت وہ نقل نہ کیے گئے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کا جواب مندرجہ ذیل ہے۔

الجواب: **رب اعوذبک من همزات الشیطین - اعوذبک رب ان یحضرون - والذین یؤذون رسول اللّٰہ لھم عذاب الیم - ان الذین یؤذون اللّٰہ ورسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعدّلھم عذابًا مھینا - الالعنۃ اللّٰہ علی الظّٰلمین**

ان نام کے مسلمان کہلانے والوں میں جس شخص نے وہ ملعون پرچہ مرتب کیا، وہ کافر مرتد ہے، جس جس نے اس پر نظر ثانی کر کے برقرار رکھا، وہ کافر مرتد، جس جس کی نگرانی میں تیار ہوا، وہ کافر مرتد، طلبہ میں جو کلمہ گو تھے اور انہوں نے بخوشی اس ملعون عبارت کا ترجمہ کیا، اپنے نبی کی توہین پر راضی ہوئے، یا اسے ہلکا جانا، یا اسے اپنے نمبر گھٹنے، یا پاس نہ ہونے سے آسان سمجھا، وہ سب بھی کافر مرتد، بالغ ہوں خواہ نابالغ۔

ان چاروں فریق میں ہر شخص سے مسلمانوں کو سلام کلام حرام، میل جول حرام، نشست و برخاست حرام، بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو جانا حرام، مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام، اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، اس پر نماز پڑھنا حرام، اس کی جنازہ اٹھانا حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، مسلمانوں کی طرح اس کی قبر بنانا حرام، اسے مٹی دینا حرام، اس پر فاتحہ حرام، اسے کوئی ثواب پہنچانا حرام، بلکہ خود کفر قاطع اسلام۔

جب ان میں کوئی مر جائے، اس کے اعزہ اقربا مسلمین اگر حکم شرع مانیں تو اس کی لاش دفع عفونت کے لیے مردار کتے کی طرح بھنگی چماروں سے ٹھیلے میں اٹھوا کر کسی تنگ گڑھے میں ڈلوا کر اوپر سے آگ پتھر جو چاہیں، پھینک پھینک کر پاٹ دیں کہ اس کی بدبو سے ایذا نہ ہو۔ یہ احکام ان سب کے لیے عام ہیں اور جو جوان میں نکاح کیے ہوئے ہوں، ان سب کی جوروئیں ان کے نکاحوں سے نکل گئیں۔ اب اگر قربت ہوگی، حرام حرام حرام وزنائے خالص ہوگی، اور اس سے جو اولاد پیدا ہوگی، ولد الزنا ہوگی۔

عورتوں کو شرعاً اختیار ہے کہ عدت گزر جانے پر جس سے چاہیں، نکاح کر لیں۔ ان میں سے جسے ہدایت ہو، اور توبہ کرے، اور اپنے کفر کا اقرار کرتا ہوا پھر مسلمان ہو، اس وقت یہ احکام جو اس کی موت سے متعلق تھے، منتہی ہوں گے اور وہ ممانعت جو اس سے میل جول کی تھی، جب بھی باقی رہے گی، یہاں تک کہ اس کے حال سے صدق ندامت وخلوص توبہ وصحت اسلام ظاہر وروشن ہو، مگر عورتیں اس سے بھی نکاح میں واپس نہیں آسکتیں۔ انہیں اب بھی اختیار ہوگا کہ چاہیں دوسرے سے نکاح کر لیں، یا کسی سے نہ کریں۔ ان پر کوئی جبر نہیں پہنچتا۔ ہاں، ان کی مرضی ہو تو بعد اسلام ان سے بھی نکاح کر سکیں گی''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد ششم: ص38-39 - رضا اکیڈمی ممبئی)

منقولہ بالا فتویٰ میں ہے کہ چاروں فریق کافر ہیں، کیوں کہ تین فریق یعنی امتحان کا پرچہ لکھنے والا، جس کی نگرانی میں لکھا گیا اور جس نے نظر ثانی کی، یہ تینوں فریق اس پرچہ کو صحیح

ماننے والے ہیں جس میں کفریہ کلمات مرقوم ہیں۔کفریہ کلمات کو صحیح ماننا کفر ہے۔

اگر یہ تینوں فریق اسے صحیح نہیں مانتے تو ضرور سوال نامہ کو رد کر دیتے۔صحیح مانا، گرچہ سوال نامہ کے طور پر ہی صحیح مانا۔تنقیص نبوی کو کسی نہج پر صحیح مانے، حکم کفر عائد ہوگا۔

یہ امتحانی سوال تھا، نہ کہ مناظراتی سوال۔مجلس مناظرہ میں بھی فریق مخالف کا کفریہ قول الزامی جواب کے طور پر نقل کر کے اس کی تردید کی جاتی ہے۔خصم پر الزام قائم کیا جاتا ہے۔مناظرہ میں بھی نقل محض نہیں ہوتی ہے کہ بس نقل کر کے چھوڑ دیا، بلکہ نقل کے بعد اس کی تردید کی جاتی ہے۔اگر خصم خود ہی صحیح بات کہہ دے تو خصم کی غلط بات کی تردید ہوگئی۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول (بل فعلہ کبیرہم ہذا) میں خصم نے خود ہی تردید کی کہ یہ بت بول نہیں سکتے، تب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ کر ہی نہیں سکتا، اس کی عبادت سے کیا فائدہ؟ خصم کی تردید کو آپ نے قبول فرمایا۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشرکین کا قول (ہذا ربی) نقل فرمایا اور (لا احب الآفلین) فرما کر اس کی تردید فرمائی۔باب ہفدہم میں تفاصیل مرقوم ہیں۔

طلبہ پر کیوں حکم کفر وارد ہوا؟

طلبہ نے ان کفریہ کلمات کا ترجمہ اپنی خوشی سے کیا۔وہ اکراہ شرعی میں مبتلا نہیں تھے، لہٰذا وہ بھی کافر ہوئے۔وہ ناقل نہیں مانے جائیں گے، بلکہ اپنی خوشی سے کفریہ کلمات کے مترجم مانے جائیں گے۔جب ان لوگوں نے عربی زبان میں ان کفریہ کلمات کا ترجمہ کیا تو امتحانی پرچہ کی روشنی میں عربی زبان میں از خود کفریہ کلمات لکھنے والے قرار پائے۔جس طرح اکراہ شرعی کے بغیر کفریہ کلمات زبان سے بولنا کفر ہے۔اسی طرح کفریہ کلمات لکھنا بھی کفر ہے، جیسے اشخاص اربعہ اور قادیانی نے اپنی کتابوں میں کفریہ کلمات لکھے اور کفر کا تمغہ پائے۔

نقل یہ ہے کہ دوسرے نے جو کچھ کہا، یا لکھا ہے، زبان یا قلم سے اس کو نقل کر دیا

جائے۔مذکورہ بالاصورت میں نقل نہیں ہے، بلکہ طلبہ نے ان کلمات کے عربی تراجم خود سے کیے ہیں۔یہ خود سے کفریہ کلام کہنا قرار پائے گا۔عرف میں بھی ترجمہ کو نقل نہیں کہا جاتا ہے۔

بلا اعتقاد کفری کلام لکھنا حرام

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز سے سوال کیا گیا:''کاتب جو اجرت پر کتابت کرے اور اس کتابت میں امر مخالف دین ہو، اور اجرت پر چھاپنے، شائع کرنے والے اسے شائع کریں یا کوئی شخص بے اجرت محض مروت سے ایسا کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ یا کوئی شخص صفائی خط کے لیے کوئی قطعہ وغیرہ لکھے اور اس میں ایسے کلمات بھی نقل کر جائے، یا ان سب صورتوں میں زبان سے پڑھے تو کیا حکم ہے''؟

جواب:''القلم احد اللسانین۔جو زبان سے کہے پر حکم ہے، وہی قلم پر اور ایسی اجرت حرام، اس کی اشاعت حرام، اور ایسی مروت فی النار۔ہاں، جب اعتقاداً نہ ہو تو کفر نہیں: واللہ تعالیٰ اعلم''۔(فتاویٰ رضویہ: جلد ششم: ص116-رضا اکیڈمی ممبئی)

بلا اعتقاد بھی مخالف دین امر کی کتابت واشاعت حرام ہے۔اگر مخالف دین امر کا اعتقاد رکھے تو کفر ہے۔مذکورہ بالا حکم قلم سے لکھنے اور اشاعت وطباعت کا ہے۔اگر زبان سے کفریہ کلام کہے تو یہ کفر ہے، خواہ اعتقاد رکھے یا نہ رکھے۔اس کی تفصیلی بحث امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے رسالہ:''مقامع الحدید علیٰ خد المنطق الجدید'' کے اخیر میں مرقوم ہے۔اس کتاب کے حصہ اول: باب سیزدہم میں مقامع الحدید کی عبارت نقل کی گئی ہے۔

فصل دوم

کتاب الشفا سے نقل کفر کی چار صورتیں اور احکام

نقل کفر کے احکام درج ذیل ہیں۔کتھائی خطاب کے معاملہ کے حل کے واسطے یہ

بحث نفع بخش ہے۔نقل کفر کی چار صورتیں ہیں۔ردوابطال اور شہادت وگواہی کے لیے کفریہ کلام کو نقل کرنا جائز ہے۔کفریہ کلام کو صحیح مان کر نقل کرنا یا اس کو اچھا سمجھ کر نقل کرنا کفر ہے۔

نقل کفر کی صورت اول ودوم

قاضی عیاض مالکی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(الوجه السادس أن يقول القائل ذلك حاكيا عن غيره وآثرا له عن سواه–فهذا ينظر فى صورة حكايته وقرينة مقالته–ويختلف الحكم باختلاف ذلك علٰى أربعة وجوه:

الوجوب،والندب،والكراهة،والتحريم.

فإن كان أخبر به علٰى وجه الشهادة والتعريف بقائله والإنكار والإعلام بقوله والتنفير منه والتجريح له–فهذا مما ينبغى امتثاله ويحمد فاعله–وكذلك إن حكاه فى كتاب أو فى مجلس علٰى طريق الرد له والنقض علٰى قائله والفتيا بما يلزمه–وهذا منه ما يجب ومنه ما يستحب بحسب حالات الحاكى لذلك والمحكى عنه.

فإن كان القائل لذلك ممن تصدى لأن يؤخذ عنه العلم أو رواية الحديث أو يقطع بحكمه أو شهادته أو فتياه فى الحقوق،وجب علٰى سامعه الإشادة بما سمع منه والتنفير للناس عنه والشهادة عليه بما قاله.

ووجب على من بلغه ذلك من أئمة المسلمين إنكاره وبيان كفره وفساد قوله لقطع ضرره عن المسلمين وقيامًا بحق سيد المرسلين.

وكذلك إن كان ممن يعظ العامة أو يؤدب الصبيان فإن من هذه سريرته لا يؤمن على إلقاء ذلك فى قلوبهم فيتأكد فى هؤلاء الإيجاب لحق النبى صلى اللّٰه عليه وسلم ولحق شريعته.

وإن لم يكن القائل بهذه السبيل فالقيام بحق النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم واجب وحماية عرضه متعين ونصرته على الأذى حيا وميتا مستحق على كل مؤمن-لكنه إذا قام بهذا من ظهر به الحق وفصلت به القضية وبان به الأمر،سقط عن الباقي الفرض وبقي الاستحباب في تكثير الشهادة عليه وعضد التحذير منه-وقد أجمع السلف على بيان حال المتهم في الحديث فكيف بمثل هذا) (الشفا:ص997-998-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: چھٹی صورت یہ ہے کہ وہ (کفریہ کلام کو) اپنے غیر سے حکایت کرے اور اپنے غیر کا قول نقل کرے،پس اس کی صورت حکایت اوراس کے قرینہ کلام کو دیکھا جائے گا، اورصورت حکایت وقرینہ مقالیہ کے اختلاف کے سبب حکم کی چار صورتیں ہوں گی۔

وجوب،استحباب،کراہت اورحرمت۔

اگر ناقل نے گواہی دینے اوراس کے قائل کی پہچان کرانے اوراس کے قول کے انکاراوراس کی اطلاع دینے اوراس سے نفرت دلانے اوراس پر جرح کرنے کے واسطے قول کونقل کیا تو اس نقل کوقبول کیا جائے گا اور ناقل قابل تعریف ہے۔یہی حکم ہے اگر اس قول کوکسی کتاب یا کسی مجلس میں اس قول کورد کرنے اوراس کے قائل پر اعتراض کرنے اوراس پر لازم آنے والے حکم شرعی کو بیان کرنے کے لیے نقل کرے،اوراس کے ناقل اوراس کے قائل کے حالات کے اعتبار سے کبھی یہ نقل واجب ہے اور کبھی مستحب ہے۔

پس اگر اس قول کا قائل اس منصب پر خود کو رکھا ہو کہ اس سے علم دین یا حدیث کی روایت لی جاتی ہو،یا اس کے حکم،یا اس کی شہادت یا حقوق سے متعلق اس کے فتویٰ کوقبول کیا جاتا ہے تو اس کے سامع پر اس سے سنی ہوئی بات کی اشاعت،اورلوگوں کواس سے نفرت دلانا اوراس کے قول کی شہادت دینا ضروری ہے۔

اورائمہ مسلمین میں سے جن کے پاس یہ قول پہنچے،ان پر اس قول کا انکار کرنا،اوراس

کے کفر اور اس کے قول کے بطلان کو بیان کرنا ضروری ہے، مسلمانوں سے ضرر دور کرنے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق کی پاسداری کے لیے۔

یہی حکم ہے، اگر وہ قائل لوگوں کو وعظ کرنے والوں میں سے ہو، یا بچوں کو تعلیم دیتا ہو، اس لیے کہ جس کی یہ عادت ہو، وہ لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالنے سے محفوظ نہیں رہے گا ، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق اور شریعت اسلامیہ کے حق کے سبب ان لوگوں (بے ادبی کرنے والے خاص لوگ) کے بارے میں حکم وجوب مؤکد ہو جائے گا۔

اور اگر قائل اس منصب کا نہ ہو تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق کی پاس داری ضروری ہے، اور آپ کی عزت کا تحفظ لازم ہے، اور ہر مومن پر بے ادبی کے برخلاف حیات ظاہری میں اور حیات ظاہری کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت ونصرت لازم ہے، لیکن جب کوئی شخص یہ فریضہ انجام دے دے جس سے حق ظاہر ہو جائے، فیصلہ ہو جائے اور معاملہ واضح ہو جائے تو باقی لوگوں سے فرض ساقط ہو جائے گا ، اور اس قائل کے برخلاف شہادت کے اضافے اور اس سے (لوگوں کو) ڈرانے کا استحباب باقی رہے گا ، اور حدیث میں متہم راوی کے حال کے بیان پر حضرات اسلاف کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کا اجماع ہے تو ایسے شخص (حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بے ادب) کا حال کیا ہوگا۔

کفریہ قول نقل کرنے کی صرف دو جائز صورتیں ہیں: (1) قائل کے خلاف شہادت وگواہی دینے کے واسطے اس کی نقل جائز ہے۔ (2) اس کفریہ قول کے رد وابطال کے لیے اس کی نقل جائز ہے۔ ان دو صورتوں کے علاوہ جواز کی کوئی صورت نہیں۔

نقل کفر کی صرف دو ہی صورت جائز

(وأما الإباحة لحكاية قوله لغير هذين المقصدين فلا أرى لها مدخلا

فی هذا الباب فلیس التفکه بعرض رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم والتمضمض بسوء ذکره لأحد لا ذاکرا ولا آثرا لغیر غرض شرعی بمباح

وأما للأغراض المتقدمة فمتردد بین الإیجاب والاستحباب–وقد حکی اللّٰه تعالی مقالات المفترین علیه وعلٰی رسله فی کتابه علٰی وجه الإنکار لقولهم والتحذیر من کفرهم والوعید علیه والرد علیهم بما تلاه اللّٰه علینا فی محکم کتابه–وکذلک وقع من أمثاله فی أحادیث النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الصحیحة علی الوجوه المتقدمة.

وأجمع السلف والخلف من أئمة الهدی علی حکایات مقالات الکفرة والملحدین فی کتبهم ومجالسهم لیبینوها للناس وینقضوا شبهها علیهم) (کتاب الشفا:ص999-1000-دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: لیکن ان دو مقاصد کے علاوہ کسی مقصد کے واسطے اس قول (بے ادبی پر مشتمل کلام) کو نقل کرنے کا جواز، پس اس باب میں مجھے کوئی گنجائش نظر نہیں آتی ہے، اس لیے کہ بلاضرورت شرعیہ کسی کے لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بے ہودہ کلام کرنا اور زبان پر لانا جائز نہیں، نہ (غیر کا کلام) یاد کرتے ہوئے، نہ غیر سے (اس کا کلام) نقل کرتے ہوئے۔

لیکن گزشتہ مقاصد کے واسطے (غیر کے قول کو نقل کرنا) تو وجوب واستحباب کے درمیان دائر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم پر افترا کرنے والوں کے اقوال کو اپنی کتاب قرآن مجید میں ان کے اقوال کے انکار، ان کے کفر سے اور اس کے عذاب سے ڈرانے اور ان کے رد ابطال کے لیے بیان فرمایا، اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی محکم آیات طیبہ میں ہمارے لیے بیان فرمایا۔ اسباب سابقہ کی بنیاد پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ میں بھی اس کے امثال ونظائر وارد ہوئے۔

اپنی کتابوں اور اپنی مجلسوں میں کفار وملحدین کے اقوال کی نقل وحکایت پر سلف وخلف ائمہ ہدایت کا اجماع ہے، تا کہ وہ اقوال لوگوں کو بتائیں اور ان کے شبہات کو دور کریں۔

کفر وضلالت کے اقوال رد وابطال کے واسطے نقل کرنا جائز ہے۔قرآن وحدیث اور ائمہ کرام کی کتابوں میں رد وابطال کے واسطے ایسے اقوال منقول ہیں۔

نقل کفر کی صورت سوم

(وهـذه الوجوه الشائعة الحكاية عنها–فأما ذكرها علىٰ غير هذا من حكـاية سبـه والإزراء بـمـنـصبـه علىٰ وجه الحكايات والأسمار والطرف وأحاديث الناس ومقالاتهم فى الغث والسمين ومضاحک المجان ونوادر السخفاء والخوض فى قيل وقال وما لا يعنى فكل هذا ممنوع.

وبعضه أشد فى المنع والعقوبة من بعض.

فـمـا كـان مـن قـائـله الحاكى له علىٰ غير قصد أو معرفة بمقدار ما حكـاه أو لـم تكن عادته أو لم يكن الكلام من البشاعة حيث هو ولم يظهر علىٰ حاكيه استحسانه واستصوابه،زجر عن ذلک ونهى عن العودة إليه.

وإن قوم ببعض الأدب فهو مستوجب له–وإن كان لفظه من البشاعة حيث هو كان الأدب أشد.

وقـد حـكـى أن رجـلا سـأل مـالكا عمن يقول:القرآن مخلوق فقال مـالـک: كـافـر فـاقـتـلـوه–فـقـال إنـما حكيته عن غيرى فقال مالک:إنما سـمـعـنـاه مـنـک–وهذا من مالک رحمه الله علىٰ طريق الزجر والتغليظ بدليل أنه لم ينفذ قتله) (کتاب الشفا:ص1000-1001-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:کفریہ کلمات کو نقل کرنے کی یہ دو جائز صورتیں ہیں،لیکن حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی (پر مشتمل کلام) اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصب کی تنقیص (پر مشتمل کلام) کو قصہ، کہانی، عوام کی رطب ویابس بات چیت، بے ہودہ لوگوں کی ہنسی مذاق، بے وقوفوں کی عجیب وغریب باتوں اور بے مطلب کی باتوں میں غور وفکر کے طرز پر نقل کرے تو یہ تمام صورتیں ممنوع ہیں اور ان میں سے بعض ممانعت اور تعزیر میں بعض (دوسرے) سے سخت ہیں۔

پس قائل کے اس قول کو (تنقیص نبوی کے) قصد کے بغیر نقل کرے، یا اس کی شناعت کو جانے بغیر نقل کرے، یا (اس طرح کے کلام کو نقل کرنا) اس کی عادت نہ ہو، یا کلام بہت قبیح نہ ہو، اور ناقل کی حالت سے اس کو اچھا سمجھنا اور اس کو صحیح سمجھنا ظاہر نہ ہو، تو اس پر اس کو زجر وتوبیخ کی جائے گی اور دوبارہ اسے بیان کرنے سے روکا جائے گا اور اگر اسے کچھ تعزیر کی جائے تو وہ اس کا مستحق ہے اور اگر اس کا (نقل کردہ قول) حد درجہ قبیح ہو تو اس کی تعزیر سخت ہے۔

مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کے بارے میں دریافت کیا جو قرآن کو مخلوق کہتا ہے تو حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا کہ یہ کافر ہے، اسے قتل کر دو، پس اس نے عرض کیا کہ میں نے یہ قول اپنے غیر سے نقل کیا ہے تو حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا کہ میں نے تم سے سنا۔

یہ (کلام) حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے زجر وتشدید کے طور پر تھا، اس دلیل سے کہ آپ نے اس کے قتل کا حکم نافذ نہیں فرمایا۔

نقل کفر کی صورت چہارم

(وإن اتهم هذا الحاكي فيما حكاه أنه اختلقه ونسبه إلٰى غيره–أو كانت تلك عادة له–أو ظهر استحسانه لذلك–أو كان مولعا بمثله

والاستخفاف لہ–أو التحفظ لمثلہ وطلبہ وروایۃ أشعار ھجوہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وسبہ–فحکم ھذا حکم الساب نفسہ یؤاخذ بقولہ–ولا تنفعہ نسبتہ إلٰی غیرہ فیبادر بقتلہ ویعجل إلی الھاویۃ أمہ)

(کتاب الشفا:ص1001-1002-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:اگر وہ ناقل اپنے نقل کردہ قول میں اس بات کا تہمت زدہ ہو کہ اس نے یہ قول خود گڑھ لیا اور اپنے غیر کی طرف منسوب کر دیا،یا یہ اس کی عادت ہو،یا اس کا اس کلام کو اچھا سمجھنا ظاہر ہو،یا وہ اس قسم کی باتوں کا شوقین ہو،اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیف شان،یا اس قسم کے کلمات کو محفوظ کرنے،اسے تلاش کرنے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہجو کے اشعار روایت کرنے کا شیدائی ہو تو اس کا وہی حکم ہے جو شاتم رسول کا حکم ہے۔اس کے قول پر مواخذہ ہوگا اور غیر کی طرف اس کلام کی نسبت کرنا اسے فائدہ نہیں دے گا،پس اس کے قتل میں جلد بازی کی جائے گی اور اسے اس کے ٹھکانہ جہنم کی طرف جلد بھیجا جائے گا۔

چوتھی صورت میں متعدد وجوہ کا بیان ہے۔مذکورہ بالا طریقے پر غیر کا کفریہ کلام نقل کیا جائے تو ناقل پر بھی حکم کفر وارد ہوگا۔نقل کفر،کفر نباشد کا دائرہ محدود ہے۔استحسان کے ساتھ غیر کا کفریہ کلام نقل کرنا بھی کفر ہے۔بھارت کے حالات حاضرہ کے تناظر میں یہ خطرہ بڑھ چکا ہے کہ لوگ ایسی لغزشوں میں مبتلا ہوں گے،لہٰذا یہ طویل تحریر معرض وجود میں آئی۔اگر کسی سے لغزش وخطا ہو جائے تو لوگ اس انداز میں اس سے توبہ کا مطالبہ کرتے ہیں کہ توبہ کی نیت رکھنے والا انسان بھی گھبرا کر تاویل کی راہ ڈھونڈنے لگتا ہے،حالاں کہ توبہ محمود ومطلوب عمل ہے،جس کا ذکر قرآن وحدیث میں آیا۔ایسی ماحول سازی نہ کی جائے کہ توبہ کا قصد رکھنے والا بھی پیچھے ہٹ جائے۔اللہ تعالیٰ ہم تمام کی لغزشوں کی مغفرت فرمائے:آمین

نقل کفر کی صورتوں کی تفصیل مرقوم ہوئی۔شروح شفا میں بھی تفاصیل مرقوم ہیں۔

کتھائی خطاب میں نقل کی چوتھی صورت

کفریہ قول نقل کرنے کی صرف دو جائز صورتیں ہیں:(1) قائل کے خلاف شہادت وگواہی دینے کے واسطے اس کی نقل جائز ہے۔(2)اس کفریہ قول کے رد وابطال کے لیے اس کی نقل جائز ہے۔ان دوصورتوں کے علاوہ جواز کی کوئی صورت نہیں۔

کتھائی خطاب میں خطیب نے ڈاکٹر اقبال کے شعر کی تشریح کی ہے اور غیر مومن معبود کفار کی مدح وستائش پر مشتمل جملے خود خطیب کے ہیں۔بالفرض اگر یہاں اقوال غیر کی نقل بھی مانی جائے تو بطور استحسان نقل ہے جس کے سبب حکم کفر نافذ ہوگا۔خطیب نے بار بار مدح وستائش کی تاکید کی ہے۔مدح کے اسلوب میں تاکید وتائید استحسان پر واضح دلیل ہے۔

کتھائی خطاب میں معبود کفار کی مدح وتعظیم اور متعدد آیات قرآنیہ کی مخالفت ہے۔

ایسے مواقع پر خیر خواہی یہی ہے کہ اپنے مومن بھائیوں کی مدد کی جائے۔ان کو توبہ کی جانب راغب کیا جائے۔ان کو توبہ ورجوع کی منزل سے گزار کران کے حسن آخرت کی کوشش کی جائے۔اللہ تعالیٰ عزوجل ہم تمام کے دین وایمان کی حفاظت فرمائے اور توبہ کی توفیق عطا فرمائے:آمین بجاہ النبی الکریم علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیم

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم وآلہ العظیم

باب ہفدہم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال

غیر مومن معبودان باطل سے متعلق خلیل کبریا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند اقوال قرآن مقدس میں منقول ہیں۔ان میں سے بعض اقوال کی تشریح درج ذیل ہے۔

قول اول:(بل فعلہ کبیرہم ہذا)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشرکین کے بتوں کو توڑ دیا، بڑے بت کو چھوڑ دیا اور اس کے کاندھے پر بسولا رکھ دیا جس سے آپ نے بت توڑا تھا۔جب ان کی قوم نے بتوں کے بارے میں آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ بتوں سے پوچھو۔

(قَالُوْا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ::قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ::فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ::ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ::قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ) (سورہ انبیاء: آیت 62-67)

ترجمہ: بولے کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا اے ابراہیم! فرمایا، بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا تو ان سے پوچھو، اگر بولتے ہوں تو اپنے جی کی طرف پلٹے اور بولے، بے شک تمہیں ستم گار ہو، پھر اپنے سروں کے بل اوندھائے گئے کہ تمہیں خوب معلوم ہے، یہ بولتے نہیں۔کہا: تو کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے۔تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

(کنزالایمان)

(بل فعلہ کبیر ہم ہذا) کی متعدد تاویلات تفاسیر میں مرقوم ہیں۔بعض تاویل کے اعتبار سے (بل فعلہ کبیر ہم ہذا) میں توریہ ہے اور بعض تاویل کے اعتبار سے اس میں تعریض ہے۔دونوں میں غیر ظاہر معنی مراد لیا جاتا ہے۔دونوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

قول اول (بل فعلہ کبیر ہم ہذا) میں توریہ کی صورت

علامہ سعد الدین تفتازانی شافعی نے رقم فرمایا:(**التورية وتسمى الايهام ايضًا -وهو ان يطلق لفظ له معنيان،قريب وبعيد ويراد به البعيد)اعتمادًا علٰى قرينة خفية**) (مختصر المعانی:ص254-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:توریہ کا نام ایہام بھی رکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ پوشیدہ قرینہ پر اعتماد کرتے ہوئے ایسا لفظ بولا جائے جس کے دو معنی ہوں،قریب وبعید اور بعید معنی مراد ہو۔

آیت طیبہ میں توریہ کی صورت یہ ہے کہ (بل فعلہ کبیر ہم ہذا) کا معنی ہے کہ ان کے بڑے نے توڑا ہے۔''کبیر'' سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ذات مراد لی ہے۔یہ معنی بعید ہے۔معنی بعید مراد لینا توریہ ہے۔آپ نے بڑے بت کی طرف اسناد کا ایہام فرمایا،تاکہ ان کی قوم خود کہے کہ یہ بت تو کچھ کر ہی نہیں سکتے،پھر آپ ان کے خلاف حجت قائم کریں کہ جب یہ بت کچھ کر ہی نہیں سکتے تو پھر ان کو پوجنے سے کیا فائدہ؟

امام فخر الدین رازی نے رقم فرمایا:(**وخامسها:أنه يجوز أن يكون فيه وقف عند قوله كبيرهم-ثم يبتدىء فيقول:''هذا فاسألوهم''والمعنى بل فعله كبيرهم وعنى نفسه لأن الإنسان أكبر من كل صنم**)

(تفسیر کبیر:سورۃ الانبیاء:جلد22:ص160-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:پانچویں تاویل یہ ہے کہ جائز ہے کہ آیت طیبہ میں قول ابراہیمی (کبیر ہم) پر

وقف ہو، پھر نیا قول شروع ہو، اور کہے: یہ بات ان بتوں سے پوچھو، اور معنی ہے کہ: بلکہ ان سے بڑے نے کیا ہوگا اور اپنی ذات کو مراد لیے، اس لیے کہ انسان ہر بت سے بڑا ہے۔

''کبیر ہم'' سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ذات مراد لی، کیوں کہ انسان ہر بت سے افضل اور بلند رتبہ ہے۔اس تاویل کے اعتبار سے اس کلام میں توریہ ہے۔

قول اول (بل فعلہ کبیر ہم ہذا) میں تعریض کی صورت

قول ابراہیمی (بل فعلہ کبیر ہم ہذا) میں تعریض کی صورت درج ذیل ہے۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی نے رقم فرمایا: **(أما التعريض :فهو لفظ أستعمل في معناه للتلويح بغيره نحو :(بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا)نسب الفعل إلى كبير الأصنام المتخذة آلهة كأنه غضب أن تعبد الصغار معه،تلويحا لعابدها بأنها لا تصلح أن تكون آلهة لما يعلمون إذا نظروا بعقولهم من عجز كبيرها عن ذلك الفعل والإله لا يكون عاجزا)**

(الاتقان فی علوم القرآن: النوع الرابع والخمسون: جلد سوم: ص 165 - مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: لیکن تعریض، پس وہ ایسا لفظ ہے جو اپنے معنی میں استعمال کیا گیا ہو، اپنے مغایر معنی کی جانب اشارہ کے لیے، جیسے (بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا) فعل کی نسبت بتوں میں سے بڑے بت کی طرف فرمائی جو معبود بنا لیے گئے تھے، گویا بڑا بت ناراض ہوا کہ اس کے ساتھ چھوٹے بت پوجے جائیں، اس کے پجاری کو اس جانب اشارہ کے واسطے کہ یہ سب معبود ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے، کیوں کہ جب وہ اپنی عقلوں سے غور کریں گے تو بڑے بت کا اس فعل سے عاجز ہونا جان لیں گے اور عاجز وغیر قادر معبود نہیں ہوتا ہے۔

قول دوم: (ہذا ربی)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم ستاروں کو پوجتی تھی ۔شمس وقمر، کواکب

ونجوم، شجر وحجر، بحر وبر، انسان وشیطان، اصنام واوثان اور نہ جانے کتنی مخلوقات کو انسانوں نے شیطانوں کے بہکانے پر اپنا معبود بنالیا ہے۔ معبود حقیقی ایک ہے اور دیگر معبود باطل۔

امام فخر الدین رازی نے رقم فرمایا: **(واعلم أن الضمير فی قوله (مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى) عائد علی الأشياء التی عبدت من دون اللّٰہ–و هی قسمان: العقلاء وغير العقلاء–أما العقلاء فهو أن قوماً عبدوا المسيح وعزيرًا والملائكة–وكثير من الناس يعبدون الشمس والقمر والنجوم ويعتقدون فيها أنها أحياء عاقلة ناطقة–وأما الأشياء التی عبدت مع أنها ليست موصوفة بالحياة والعقل فهی الأصنام)**

(تفسیر کبیر: سورۃ الزمر: جلد 26: ص 210- مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: جان لو کہ ارشاد الٰہی (ما نعبدہم: الآیہ) کی ضمیر ان اشیا کی جانب لوٹتی ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن کو معبود بنالیا گیا اور اس کی دو قسمیں ہیں: اصحاب عقل اور بے عقل، لیکن اصحاب عقل، پس انسانوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت عزیر علیہ السلام اور فرشتوں کو معبود بنالیا اور بہت سے لوگ سورج، چاند اور ستاروں کی عبادت کرتے ہیں اور ان کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ زندہ، صاحب عقل اور بولنے والے ہیں، لیکن وہ اشیا جو معبود بنالی گئی ہیں، باوجودے کہ وہ حیات وعقل سے متصف نہیں تو وہ بت ہیں۔

مفسر ابن عادل حنبلی نے رقم فرمایا: **(هم الكلدانيون الذين جائهم ابراهيم عليه الصلوٰة والسلام رَدًّا عليهم ومبطلًا لقولهم وكانوا يعبدون الكواكب)**

(اللباب فی علوم الکتاب: سورۃ البقرہ: جلد دوم: ص 136- مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: وہ قبیلہ کلدان کے لوگ ہیں جن کے درمیان حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے عقیدہ کے بطلان اور ان کے رد کے لیے جلوہ گر ہوئے۔ وہ لوگ ستاروں کو پوجتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جس قوم کی جانب مبعوث ہوئے تھے، اس قوم کا نام ''کلدان'' تھا۔ یہ لوگ ستاروں کو پوجتے تھے اور ستاروں کے بت بنا کر ان بتوں کو بھی پوجتے تھے۔ بت پرست اقوام عام طور پر متعدد مخلوقات کی پرستش کرتی تھیں۔

خلیل کبریا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم کو طویل مدت تک توحید کی دعوت دیتے رہے۔ مختلف اسلوب میں انہیں راہ حق کی ترغیب فرماتے رہے۔ ایک موقع پر آپ نے ان کے بتوں کو بھی توڑ دیا۔ مناظراتی اسلوب میں بھی دعوت توحید پیش فرمائی۔

ارشاد الٰہی ہے:(وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلاَلٍ مُّبِينٍ::وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ::فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لا أُحِبُّ الآفِلِينَ::فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ::فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ::إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ)(سورہ انعام: آیت 74-79)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا: کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو، بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔ اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے، پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا، ایک تارہ دیکھا، بولے، اسے میرا رب ٹھہراتے ہو، پھر جب وہ ڈوب گیا، بولے، مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے۔

پھر جب چاند چمکتا دیکھا، بولے، اسے میرا رب بتاتے ہو، پھر جب وہ ڈوب گیا،

کہا: اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہیں گمرہوں میں ہوتا، پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا، بولے، اسے میرا رب کہتے ہو، یہ تو ان سب سے بڑا ہے، پھر جب وہ ڈوب گیا، کہا: اے قوم! میں بےزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔ میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان وزمین بنائے، ایک اسی کا ہوکر، اور میں مشرکوں میں نہیں۔

(کنزالایمان)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک بار ستارہ کو دیکھ کر فرمایا: (ہذا ربی)، پھر جب وہ ڈوب گیا تو آپ نے اس کی ربوبیت کا انکار فرمادیا۔ چاند کو دیکھ کر فرمایا: (ہذا ربی)، پھر جب وہ ڈوب گیا تو آپ نے اس کی ربوبیت کا انکار فرمادیا۔ سورج کو دیکھ کر فرمایا: (ہذا ربی)، پھر جب وہ ڈوب گیا تو آپ نے اس کی ربوبیت کا انکار فرمادیا۔ مفسرین نے آپ کے اس عمل کی متعدد تاویلات رقم فرمائی ہیں۔ چند تاویلات درج ذیل ہیں۔

(1) امام فخرالدین رازی شافعی نے رقم فرمایا: (**اکثر المفسرین قالوا فی تفسیر قول ابراهیم(هذا ربی)انه ذکر هذا استفهامًا علٰی سبیل الانکار، کأنه قال: أ هذا ربی**) (تفسیر کبیر: سورۃ النساء: جلد 10 ص 153- مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے قول (ہذا ربی) کے بارے میں اکثر مفسرین نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے انکار کے واسطے سوالیہ اسلوب میں اس قول کا ذکر فرمایا، گویا کہ انہوں نے فرمایا: کیا یہی میرا رب ہے؟

(2) مفسر ابوحیان اندلسی (۶۵۴ھ-۷۴۵ھ) نے رقم فرمایا: (**وألف الاستفهام محذوفة من الکلام کقوله: (وَتِلْکَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَیَّ)أی: أ وتلک نعمة- وکذا(بَازِغاً قَالَ هذا رَبّی)علی أحد الأقوال-والعرب تحذف ألف الاستفهام**) (البحر المحیط: سورہ نساء: جلد سوم: ص 313- مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: کلام سے الف استفہام محذوف ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی (اور وہ نعمت ہے جس کا تم مجھ پر احسان جتاتے ہو) ہے، یعنی (اور کیا وہ نعمت ہے؟) اسی طرح ایک قول کے مطابق ارشاد الٰہی (ہٰذا ربی) ہے اور اہل عرب الف استفہام کو حذف کر دیتے ہیں۔

اہل عرب کا طریق کار ہے کہ وہ اپنے کلام میں ہمزۂ استفہام کو حذف کر دیتے ہیں۔ قرینہ حالیہ یا قرینہ مقالیہ متعین کر دیتا ہے کہ کلام سے حرف استفہام محذوف ہے۔

(3) مفسر ابن عادل دمشقی حنبلی نے رقم فرمایا: (**قال أكثر المُفَسِّرين فی قَوْل إبْراهيم عليه السلام: (هذا رَبِّی) إنه ذَكَر هذا اسْتِفْهَاماً علٰى سَبِيل الإنْكَارِ**)

(اللباب فی علوم الکتاب: سورۃ النساء: جلد ششم: ص514-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول (ہٰذا ربی) کے بارے میں اکثر مفسرین نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکار کے واسطے سوالیہ اسلوب میں اس قول کا ذکر فرمایا۔ (یعنی: کیا یہی میرا رب ہے؟ جیسا کہ تم لوگ کہتے ہو)

(4) قاضی بیضاوی نے رقم فرمایا: (**وقوله: (هذا ربی) علٰى سبيل الوضع- فان المستدل علٰى فساد قول يحكيه علٰى ما يقوله الخصم-ثم ينكر عليه بالافساد**) (تفسیر بیضاوی: سورۃ الانعام: جلد دوم: ص423-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول (ہٰذا ربی) نقل کے طور پر ہے، اس لیے کہ کسی قول کے فساد و بطلان پر استدلال کرنے والا اس قول کو ویسا ہی نقل کرتا ہے، جیسا کہ خصم کہتا ہے، پھر فساد ظاہر کر کے اس قول کا انکار کرتا ہے۔

(5) امام فخر الدین رازی نے رقم فرمایا: (**أما إذا قلنا المقصود منها إلزام القوم وإلجاؤهم فهذا السؤال غير وارد لأنه يمكن أن يقال أنه إنما اتفقت مكالمته مع القوم حال طلوع ذلک النجم ثم امتدت المناظرة إلى أن طلع**

القمر وطلعت الشمس بعده-وعلٰى هذا التقدير فالسؤال غير وارد فثبت بهذه الدلائل الظاهرة أنه لا يجوز أن يقال إن إبراهيم عليه السلام قال على سبيل الجزم(هذا ربى)وإذا بطل هذا،بقى ههنا احتمالان.

الأول:أن يقال هذا كلام إبراهيم عليه السلام بعد البلوغ-ولكن ليس الغرض منه إثبات ربوبية الكوكب،بل الغرض منه أحد أمور سبعة.

الأول أن يقال إن إبراهيم عليه السلام لم يقل(هذا ربى)على سبيل الأخبار بل الغرض منه أنه كان يناظر عبدة الكوكب وكان مذهبهم أن الكوكب ربهم وآلههم فذكر إبراهيم عليه السلام ذلك القول الذى قالوه بلفظهم وعبارتهم حتى يرجع إليه فيبطله.

ومثاله أن الواحد منا إذا ناظر من يقول بقدم الجسم فيقول(الجسم قديم)فإذا كان كذلك فلم نراه ونشاهده مركباً متغيراً فهو إنما قال (الجسم قديم)إعادة لكلام الخصم حتى يلزم المحال عليه-فكذا ههنا قال(هـٰذَا رَبِّى)والمقصود منه حكاية قول الخصم ثم ذكر عقيبه ما يدل على فساده وهو قوله(لا أُحِبُّ الاٰفِلِينَ)وهذا الوجه هو المعتمد فى الجواب-والدليل عليه أنه تعالى دل فى أول الآية علٰى هذه المناظرة بقوله تعالى(وَتِلْكَ حُجَّتُنَا اٰتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَى قَوْمِهِ)

والوجه الثانى فى التأويل أن نقول قوله(هـٰذَا رَبِّى)معناه هذا ربى فى زعمكم واعتقادكم-ونظيره أن يقول الموحد للمجسم علٰى سبيل الاستهزاء(أن إلهه جسم محدود)أى فى زعمه واعتقاده.

قال تعالى:(وَانظُرْ إِلَى إِلٰهِكَ الَّذِى ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفاً)(طه:97)وقال تعالى:(وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِى) (القصص:62)وكان صلوات

اللّٰـه تعالی علیه یقول: (یا إله الآلهة) والمراد أنه تعالی إله الآلهة فی زعمهم -وقال (ذُقْ إِنَّکَ أَنتَ الْعَزِیزُ الْکَرِیمُ) (الدخان: 49) أی عند نفسک)

(تفسیر کبیر: سورۃ الانعام: جلد 13: ص 41 - مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: لیکن جب ہم کہیں کہ اس واقعہ سے (حضرت ابرہیم علیہ السلام کا) مقصود حجت میں قوم پر غالب ہونا اور قوم کو (شرک سے) محفوظ کرنا ہوتو یہ سوال وارد نہیں ہوتا ہے، کیوں کہ یہ کہا جانا ممکن ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی قوم سے مکالمے کا اتفاق اس ستارہ کے طلوع ہونے کے وقت درپیش ہوا ہو، پھر یہ مکالمہ طویل ہوگیا ہو، یہاں تک کہ چانداور اس کے بعد سورج طلوع ہوگیا ہو، اور اس تقدیر پر سوال وارد نہیں ہوگا، پس ان ظاہری دلائل سے ثابت ہوگیا کہ یہ کہا جانا جائز نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جزمی طور پر ''ہذا ربی'' فرمایا اور جب یہ باطل ہوگیا تو یہاں دواحتمال باقی رہے۔

احتمال اول: یہ کہا جائے کہ خلیل کبریا شیخ الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ کلام بالغ ہونے کے بعد ہے، لیکن اس سے ستارہ کی ربوبیت ثابت کرنا مقصود نہیں، بلکہ اس سے سات امور میں سے کوئی ایک امر مقصود ہے۔

امر اول: یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ''ہذا ربی'' خبر دینے کے طور پر نہیں فرمایا، بلکہ ستارہ کے پجاریوں سے مناظرہ کرنا ان کا مقصود تھا اور ان پجاریوں کا مذہب تھا کہ ستارہ ان کا رب اور ان کا معبود ہے، پس حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی قول کو انہیں کے الفاظ اور انہیں کی عبارت میں نقل فرمایا، تاکہ اس قول کی طرف لوٹیں اور اسے باطل کریں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی اس شخص سے مناظرہ کرے جو جسم کے قدیم ہونے کا قائل ہے تو وہ مناظر کہے: جسم قدیم ہے، پس جب ایسا ہے تو ہم کیوں جسم کو مرکب ومتغیر دیکھتے ہیں اور اس کو مرکب ومتغیر مشاہدہ کرتے ہیں، پس اس مناظر نے صرف خصم کے کلام کے اعادہ کے طور پر کہا کہ جسم قدیم ہے، تاکہ اس پر محال کو لازم کرے۔

اسی طرح یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''ہذا ربی'' اور ان کا مقصود خصم (ستارہ پرست قوم) کے قول کی حکایت کرنا ہے، پھر اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا ذکر کیا جو اس قول (خصم کے قول) کے فاسد ہونے پر دلالت کرتا ہے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول (لا احب الآفلین) ہے اور یہ وجہ جواب میں قابل اعتماد ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (مناظرۂ ابراہیمی کے ذکر کے بعد) اول آیت میں اس مناظرہ کو اپنے ارشاد مبارک میں بیان فرمایا کہ: (اور یہ ہماری مضبوط دلیل ہے جو ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم کے مقابلے عطا فرمائی) (سورہ انعام 83)

اور تاویل میں وجہ دوم یہ ہے کہ ہم کہیں کہ خلیل کبریا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول ''ہذا ربی'' کا معنی یہ ہے کہ تمہارے خیال اور تمہارے اعتقاد میں یہ میرا رب ہے، اور اس کی نظیر یہ ہے کہ مومن استہزا کے طور پر خدا کو جسم ماننے والے کو کہے کہ اس کا معبود جسم محدود ہے، یعنی اس کے خیال اور اس کے اعتقاد میں (اس کا معبود) جسم محدود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سامری سے فرمایا) تو اپنے اس معبود کو دیکھ جس کے سامنے تو (دن بھر) آسن مارے بیٹھا رہا۔ (سورہ طہٰ: 97)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس دن اللہ ندا فرمائے گا تو فرمائے گا: کہاں ہیں میرے شریک (جنہیں تم میرا شریک سمجھتے تھے) (سورہ قصص: 62)

اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے: (اے معبودوں کے معبود) اور مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مشرکین کے اعتقاد میں معبودوں کا معبود ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (قیامت کے دن کافر و مشرک سے کہا جائے گا کہ جہنم کا عذاب) چکھ تو عزت والا، کرم والا ہے۔ (سورہ دخان: 49) یعنی اپنی نظر میں۔

جو لوگ جسم کو قدیم مانتے ہیں، ان کے اعتقاد کے مطابق ان کو الزامی جواب دیا جائے

گا کہ جب جسم قدیم ہے تو وہ ترکیب اور تغیر وتبدل کو کیوں قبول کرتا ہے۔قدیم نہ مرکب ہوتا ہے، نہ تغیر کو قبول کرتا ہے۔ جواب دینے والے نے جسم کو قدیم ماننے والوں کے نظریہ کے مطابق جسم کو قدیم مان کر ان کو الزامی دیا ہے۔ مجیب کا یہ نظریہ نہیں کہ جسم قدیم ہے۔

سورہ قصص کی آیت منقولہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ یوم حشر مشرکین سے سوال فرمائے گا کہ میرے شرکا کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں، لیکن مشرکین کے اعتقاد کے مطابق یہ سوال کیا جائے گا۔سورہ طہٰ کی آیت منقولہ میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سامری سے فرمایا کہ اپنے معبود کو دیکھو۔ یہ بچھڑا سامری کے اعتقاد کے مطابق اس کا معبود تھا ۔حقیقت میں وہ معبود نہیں تھا۔سورہ دخان کی آیت منقولہ میں ہے کہ کافر ومشرک سے کہا جائے گا کہ عذاب جہنم کو چکھو، تم عزت ورتبہ والے ہو، یعنی تم خود کو عزت ورتبہ والے سمجھتے تھے۔تفسیروں میں ہے کہ یہ آیت مقدسہ ابوجہل کے بارے میں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم اللہ تعالیٰ کو (الہ الآ لہہ) معبودوں کا معبود کہتی تھی۔ان لوگوں کے اعتقاد کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اللہ تعالیٰ کو ''الہ الآلہہ'' کہتے ،حالاں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں ۔اسی طرح وہابیہ کے اعتقاد کے مطابق دہلوی کی شہرت توبہ کو شہرت صادقہ مان کر الزامی جواب دیا گیا ہے۔

قول ابراہیمی (ہذا ربی) میں دو احتمال

امام رازی نے احتمال اول میں سات وجوہات بیان فرمائی ہیں۔اس کے بعد احتمال ثانی پر بحث کی ہے۔انجام کار حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشرکین کے قول کا انکار فرمایا ہے۔ایسا نہیں کہ کفریہ کلام نقل کر کے خموشی اختیار کر لی۔دونوں احتمال میں ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کفریہ کلام کی تردید فرمائی۔مکمل عبارت درج ذیل ہے۔

امام فخر الدین رازی نے رقم فرمایا:(**أما إذا قلنا المقصود منها إلزام القوم**

وإلـجـاؤهـم فهـذا السـؤال غيـر وارد لأنـه يـمـكن أن يقال أنه إنما اتفقت مكالمته مع القوم حال طلوع ذلك النجم ثم امتدت المناظرة إلى أن طلع الـقمر وطلعت الشمس بعده–وعلٰى هذا التقدير فالسؤال غير وارد فثبت بهذه الدلائل الظاهرة أنه لا يجوز أن يقال إن إبراهيم عليه السلام قال على سبيل الجزم(هذا ربى)وإذا بطل هذا،بقى ههنا احتمالان.

الأول:أن يـقـال هـذا كـلام إبراهيم عليه السلام بعد البلوغ–ولكن ليس الغرض منه إثبات ربوبية الكوكب،بل الغرض منه أحد أمور سبعة.

الأول أن يـقـال إن إبراهيم عليه السلام لم يقل(هذا ربى)على سبيل الأخبـار بـل الـغـرض مـنـه أنه كان يناظر عبدة الكوكب وكان مذهبهم أن الـكـوكـب ربهـم وآلههـم فـذكر إبراهيم عليه السلام ذلك القول الذى قالوه بلفظهم وعبارتهم حتى يرجع إليه فيبطله.

ومثـالـه أن الواحد منا إذا ناظر من يقول بقدم الجسم فيقول(الجسم قـديـم)فـإذا كـان كـذلك فـلـم نـراه ونشاهده مركباً متغيراً فهو إنما قال (الـجسـم قـديـم)إعادة لكلام الخصم حتى يلزم المحال عليه–فكذا ههنا قـال(هـذَا رَبّـى)والـمـقصود منه حكاية قول الخصم ثم ذكر عقيبه ما يدل عـلـى فسـاده وهـو قـولـه(لا أُحِـبُّ الافِـلِيـنَ)وهـذا الوجه هو المعتمد فى الجواب–والدليل عليه أنه تعالى دل فى أول الآية علٰى هذه المناظرة بقوله تعالى(وَتِلْكَ حُجَّتُنَا أتَيْنَاهَا إبْراهِيمَ عَلَى قَوْمِهِ)

والـوجـه الثانى فى التأويل أن نقول قوله(هذَا رَبّى)معناه هذا ربى فى زعـمـكـم واعتـقـادكـم–ونـظيـره أن يـقول الموحد للمجسم علٰى سبيل

الاستهزاء(أن إلهه جسم محدود)أی فی زعمه واعتقاده.

قال تعالی:(وَانظُرْ إِلَی إِلَٰهِکَ الَّذِی ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفاً(طه: 97)وقال تعالی:(وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِی) (القصص: 62)وکان صلوات اللّٰه تعالی علیه یقول:(یا إله الآلهة)والمراد أنه تعالی إله الآلهة فی زعمهم -وقال(ذُقْ إِنَّکَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ)(الدخان 49)أی عند نفسک.

والوجه الثالث فی الجواب أن المراد منه الاستفهام علٰی سبیل الإنکار-إلا أنه أسقط حرف الاستفهام استغناء عنه لدلالة الکلام علیه.

والوجه الرابع أن یکون القول مضمرًا فیه-والتقدیر:(قال یقولون هذا ربی)وإضمار القول کثیر کقوله تعالی:(وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا(البقرة: 127) أی یقولون ربنا-وقوله:(وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاء مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَى لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى)(الزمر: 3)أی یقولون ما نعبدهم،فکذا ههنا التقدیر إن إبراهیم علیه السلام قال لقومه (یقولون هذا ربی)أی هذا هو الذی یدبرنی ویربینی.

والوجه الخامس أن یکون إبراهیم ذکر هذا الکلام علٰی سبیل الاستهزاء کما یقال لذلیل ساد قوماً"هذا سیدکم"علٰی سبیل الاستهزاء.

الوجه السادس أنه (صلی اللّٰه علیه وسلم)أراد أن یبطل قولهم بربوبیة الکواکب إلا أنه علیه السلام کان قد عرف من تقلیدهم لأسلافهم وبعد طباعهم عن قبول الدلائل أنه لو صرح بالدعوة إلی اللّٰه تعالی لم یقبلوه ولم یلتفتوا إلیه فمال إلی طریق به یستدرجهم إلی استماع الحجة. وذلک بأن ذکر کلاماً یوهم کونه مساعداً لهم علی مذهبهم

بربوبية الكواكب مع أن قلبه صلوات اللّٰه عليه كان مطمئنًّا بالإيمان ومقصوده من ذلک أن يتمكن من ذكر الدليل علٰى إبطاله وإفساده وأن يقبلوا قوله.

وتمام التقرير أنه لما يجد إلى الدعوة طريقاً سوى هذا الطريق وكان عليه السلام مأموراً بالدعوة إلى اللّٰه كان بمنزلة المكره علٰى كلمة الكفر ومعلوم أن عند الإكراه يجوز إجراء كلمة الكفر على اللسان قال تعالى:

(إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالإِيمَانِ)(النحل:106)

فإذا جاز ذكر كلمة الكفر لمصلحة بقاء شخص واحد فبأن يجوز إظهار كلمة الكفر لتخليص عالم من العقلاء عن الكفر والعقاب المؤبد كان ذلک أولٰى–وأيضاً المكره على ترک الصلاة لو صلى حتى قتل استحق الأجر العظيم ثم إذا جاء وقت القتال مع الكفار وعلم أنه لو اشتغل بالصلاة انهزم عسكر الإسلام فههنا يجب عليه ترک الصلاة والاشتغال بالقتال حتى لو صلى وترک القتال أثم ولو ترک الصلاة وقاتل استحق الثواب بل نقول أن من كان فى الصلاة فرأى طفلا أو أعمى أشرف على غرق أو حرق وجب عليه قطع الصلاة لإنقاذ ذلک الطفل أو ذلک الأعمى عن ذلک البلاء فكذا ههنا أن إبراهيم عليه السلام تكلم بهذه الكلمة ليظهر من نفسه موافقة القوم حتى إذا أورد عليهم الدليل المبطل لقولهم كان قبولهم لذلک الدليل أتم وانتفاعهم باستماعه أكمل.

ومما يقوى هذا الوجه أنه تعالى حكى عنه مثل هذا الطريق فى موضع آخر وهو قوله فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ فَقَالَ:(إِنِّي سَقِيمٌ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ

مُـدْبِرِينَ)(الصافات 88–90) وذلک لأنهـم کـانوا يستدلون بعلم النجم عـلـى حـصـول الحوادث المستقبلة فوافقهم إبراهيم على هذا الطريق فى الـظـاهـر مع أنه کان بريئاً عنه فى الباطن ومقصوده أن يتوسل بهذا الطريق إلـى کسـر الأصـنـام فإذا جازت الموافقة فى الظاهر ههنا مع أنه کان بريئاً عنه فى الباطن فلم لا يجوز أن يکون فى مسألتنا کذلک.

وأيـضـاً الـمتـکـلـمـون قـالـوا إنه يصح من اللّٰه تعالى إظهار خوارق الـعـادات عـلٰـى يـد من يدعى الإلهية لأن صورة هذا المدعى وشکله يدل عـلٰـى کذبه فلا يحصل فيه التلبيس بسبب ظهور تلک الخوارق علٰى يده ولـکـن لا يجوز إظهارها علٰى يد من يدعى النبوة لأنه يوجب التلبيس فکذا ههـنـا–وقـولـه(هَـذَا رَبّـى)لا يوجب الضلال لأن دلائل بطلانه جلية–وفى إظهـاره هـذه الـکـلـمة منفعة عظيمة وهى استدراجهم لقبول الدليل فکان جائزًا:واللّٰه أعلم

الـوجه السابع:أن القوم لما دعوه إلى عبادة النجوم فکانوا فى تلک الـمناظرة إلى أن طلع النجم الدرى فقال إبراهيم عليه السلام(هَذَا رَبّى)أى هذا هو الرب الذى تدعوننى إليه–ثم سکت زماناً حتى أفل ثم قال لا أُحِبُّ الاُفِـلِيـنَ فهـذا تـمـام تـقـريـر هـذه الأجوبة على الاحتمال الأول وهو أنـه صلوات اللّٰه عليه ذکر هذا الکلام بعد البلوغ.

أمـا الاحتـمـال الثـانـى وهـو أنـه ذکـره قبل البلوغ وعند القرب منه فتـقـريـره أنه تعالى کان قد خص إبراهيم بالعقل الکامل والقريحة الصافية فـخـطر بباله قبل بلوغه إثبات الصانع سبحانه فتفکر فرأى النجم فقال هَاذَا

رَبّی فلما شاهد حركته قال لا أُحِبُّ الافِلِينَ ثم إنه تعالى أكمل بلوغه فى أثناء هذا البحث فقال فى الحال إِنّى بَرِىء مّمَّا تُشرِكُونَ فهذا الاحتمال لا بأس به وإن كان الاحتمال الأول أولى بالقبول لما ذكرنا من الدلائل الكثيرة علٰى أن هذه المناظرة إنما جرت لإبراهيم عليه السلام وقت اشتغاله بدعوة القوم إلى التوحيد: والله أعلم)

(تفسیر کبیر: سورۃ الانعام: جلد 13: ص 41-42- مکتبہ شاملہ)

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم وآلہ العظیم

باب ہیز دہم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

تعریض وتوریہ اور کفریہ کلمات

حالت اکراہ میں توریہ کا خیال آئے تو مجبور شخص کو توریہ کرنا فرض ہے۔ باب سیز دہم میں اکراہ شرعی کی تفصیل مرقوم ہے۔ اکراہ شرعی اور توریہ کی تعریف وتشریح مندرجہ ذیل ہے۔

تعریض وتوریہ کا بیان

تعریض وتوریہ بلیغ کلام کے اقسام میں سے ہے۔ تعریض وتوریہ کا شمار کذب میں نہیں ہوتا ہے، گرچہ دونوں میں بظاہر کذب کی صورت ہوتی ہے۔ کسی ضرورت کے سبب تعریض وتوریہ جائز ہے۔ تعریض وتوریہ دونوں میں چند معانی کا احتمال ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک معنی قائل مراد لیتا ہے۔ معنی مراد کا تعین قرائن حالیہ وقرائن مقالیہ سے ہوتا ہے۔

توریہ کی تعریف ومثال

علامہ سعد الدین تفتازانی شافعی (۷۲۲ھ-۷۹۲ھ) نے رقم فرمایا:

(التورية وتسمى الايهام ايضًا—وهو ان يطلق لفظ له معنيان،قريب وبعيد ويراد به البعيد)اعتمادًا علىٰ قرينة خفية(وهى ضربان)

الاولىٰ:(مجردة وهى)التورية(التى لا تجامع شيئًا مما يلائم)المعنى (القريب نحو:الرحمٰن على العرش استوى)فانه اراد باستوى معناه البعيد—وهو استولى،ولم يقرن به شىء مما يلائم المعنى القريب الذى هو الاستقرار.

(و)الثانية(مرشحة)وهى التى تجامع شيئًا مما يلائم المعنى القريب (نحو:والسماء بنيناها بايد)اراد بالايدى معناه البعيد وهو القدرة—وقد

قرن لها ما یلائم المعنی القریب الذی هو الجاریة المخصوصة–وهو قوله "بنیناها"إذ البناء یلائم الید–وهذا مبنی علیٰ ما اشتهر بین اهل الظاهر من المفسرین–والا فالتحقیق ان هذا تمثیل وتصویر لعظمته وتوقیف علی کنه جلاله من غیر ان یتمحل للمفردات حقیقة أو مجازا)

(مختصر المعانی:ص254-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:توریہ کا نام ایہام بھی رکھا جاتا ہےاوروہ یہ ہے کہ پوشیدہ قرینہ پر اعتماد کرتے ہوئے ایسا لفظ بولا جائے جس کے دو معنی ہوں،قریب وبعید اور بعید معنی مراد ہو۔

اوراس کی دو قسمیں ہیں:(1) پہلی قسم مجردہ ہےاور یہ وہ توریہ ہے جو کسی ایسی چیز کا جامع نہ ہو جو اس کے معنی قریب کے موافق ہو،جیسے (اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی) اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا،پس"استویٰ" سے اس کا معنی بعید مراد ہے اور وہ "استولی" (قابض ہوا) ہےاوراس کے ساتھ کوئی ایسی چیز مقترن نہیں ہے جو اس کے معنی قریب یعنی استقرار کے موافق ہے۔

دوسری قسم مرشحہ ہےاور یہ وہ توریہ ہے جو ایسی چیز کو جامع ہو جو اس کے معنی قریب کے موافق ہو جیسے (وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ)(آسمان کو ہم نے اپنے دست قدرت سے بنایا)،ہاتھ سے اس کا معنی بعید یعنی قدرت مراد ہےاوراس سے وہ مقترن ہے جو اس کے معنی قریب یعنی خاص بناوٹ کے موافق ہےاوروہ ارشاد الٰہی (بنینا ہا) ہے،کیوں کہ بناوٹ ہاتھ کے موافق ہے،یہ تشریح اس پر مبنی ہے جو اہل ظاہر مفسرین کے درمیان مشہور ہے۔

ورنہ تحقیق ہے کہ یہ عظمت الٰہی کی تمثیل وتصویر ہےاوراللہ تعالیٰ کی بزرگی کی حقیقت کو بتانا ہے،بغیر اس کے کہ مفرد الفاظ حقیقی یا مجازی طور پر اس کی قوت رکھے۔

توریہ کا نام ایہام بھی ہے۔توریہ کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا لفظ کہا جائے جس کے دو معنی ہوں،ایک قریب اور ایک بعید اور مخفی قرینہ کی بنیاد پر اس کا بعید معنی مراد لیا جائے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر سے آئے۔ان کے فرزند بیمار تھے۔انہوں نے اپنی زوجہ مکرمہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اپنے بچہ کے بارے میں دریافت کیا۔انہوں نے جواب دیا کہ بیٹا پرسکون ہے اور مجھے امید ہے کہ اسے راحت مل گئی۔

اس کا قریب معنی ہے کہ اس کو بیماری سے نجات مل گئی اور بعید معنی یہ ہے کہ وہ فوت ہو گئے اور ان کو ابدی راحت مل گئی۔چوں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی سفر سے آئے تھے،اس لیے ان کی زوجہ مکرمہ نے انہیں آتے ہی اذیت ناک بات سنانا پسند نہ کیا۔

(قال اسحاق سمعت انسًا مات ابن لابی طلحة فقال: کیف الغلام؟ قالت ام سلیم:هدأ نفسه وارجوان یکون قد استراح–وظن انها صادقة)

(صحیح البخاری:باب المعاریض مندوحۃ عن الکذب)

ترجمہ:حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند کی وفات ہوگئی۔انہوں نے سوال کیا کہ بچہ کیسا ہے؟ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ وہ پرسکون ہے اور مجھے امید ہے کہ اسے راحت مل چکی ہے۔حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھا کہ وہ سچ بول رہی ہیں۔(یعنی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھا کہ بچہ شفایاب ہو چکا ہے)

محدث بدرالدین عینی حنفی نے رقم فرمایا:**(فان ام سلیم وَرَّتْ بکلامها هذا ان الغلام انقطع بالکلیة بالموت–وابو طلحة فهم من ذلک انه تعافی)**

(عمدۃ القاری: جلد32:ص426-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے اس کلام کے ذریعہ یہ توریہ کیا کہ بچہ موت کے ذریعہ بالکل پرسکون ہوگیا اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کلام سے یہ سمجھے کہ بچہ شفایاب ہوگیا۔

تعریض کی تعریف ومثال

امام فخرالدین رازی نے رقم فرمایا:**(التعریض فی اللغة ضد التصریح–و**

معناه أن يضمن كلامه ما يصلح للدلالة علىٰ مقصوده ويصلح للدلالة على غير مقصوده-إلا أن إشعاره بجانب المقصود أتم وأرجح-وأصله من عرض الشيء وهو جانبه كأنه يحوم حوله ولا يظهره-ونظيره أن يقول المحتاج للمحتاج إليه: جئتک لأسلم عليک ولأنظر إلى وجهک الكريم-ولذلک قالوا: وحسبک بالتسليم منى تقاضيًا.

والتعريض قد يسمى تلويحاً لأنه يلوح منه ما يريد-والفرق بين الكناية والتعريض أن الكناية أن تذكر الشيء بذكر لوازمه، كقولک: فلان طويل النجاد، كثير الرماد-والتعريض أن تذكر كلاماً يحتمل مقصودک ويحتمل غير مقصودک إلا أن قرائن أحوالک تؤكد حمله على مقصودک) (تفسیر کبیر: سورۃ البقرہ: جلد اول: ص 938- مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: لغت میں تصریح کی ضد تعریض ہے اور تعریض کا معنی ہے کہ قائل کا کلام اس کو متضمن ہو جو اس کے مقصود پر دلالت کرنے کی صلاحیت رکھے اور اس کے مقصود کے علاوہ پر دلالت کی صلاحیت رکھے، لیکن مقصود کی جانب اس کا اشعار زیادہ مکمل اور زیادہ راجح ہو۔

اور تعریض کی اصل عرض شئ ہے اور وہ جانب شئ ہے، گویا کہ اس کے گرد گھومے اور اس کو ظاہر نہ کرے۔ اس کی نظیر ہے کہ محتاج محتاج الیہ کو کہے کہ میں آپ کے پاس آیا، تاکہ میں آپ کو سلام کروں اور آپ کے مبارک چہرے کی زیارت کروں، اسی لیے لوگوں نے کہا: اور میرا اسلام کرنا تجھے تقاضے کو کافی ہے۔

اور تعریض کا نام کبھی تلویح رکھا جاتا ہے، کیوں کہ اس سے وہ جھلکتا ہے جو مراد ہے، اور کنایہ اور تعریض میں فرق ہے کہ کنایہ شئ کو اس کے لوازم کے ذکر کے ذریعہ ذکر کرنا ہے، جیسے تمہارا قول: فلاں کی تلوار کا نیام لمبا ہے (یعنی وہ بہادر ہے)، فلاں زیادہ راکھ والا ہے (یعنی سخی ہے کہ اس کے گھر بہت کھانا پکتا ہے جس سے راکھ زیادہ ہوتی ہے)

اور تعریض ایسے کلام کو ذکر کرنا ہے جو تمہارے مقصود اور تمہارے غیر مقصود کا احتمال رکھے،لیکن تمہارے احوال کے قرائن تمہارے مقصود کو مؤکد کرے۔

تعریض،تصریح کی ضد ہے۔تعریض کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی ایسا کلام کہا جائے جو قائل کے مقصود اور غیر مقصود دونوں پر دلالت کرے،لیکن مقصود پر دلالت راجح ہو۔

کوئی محتاج آدمی کسی سخی کے پاس جائے جو لوگوں کی ضرورتوں میں مدد کرتا ہو محتاج اسے کہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا،تا کہ آپ کو سلام پیش کروں اور آپ کا دیدار کروں۔قائل نے صریح لفظوں میں اپنا مدعا بیان نہیں کیا،لیکن چوں کہ وہ سخی آدمی لوگوں کی ضرورتیں پوری کرتا ہے،پس اس کے پاس آنا یہی ظاہر کرتا ہے کہ آنے والا کسی ضرورت کے سبب آیا ہے،گر چہ صریح لفظوں میں وہ اپنی ضرورت بیان نہ کرے۔

امام رازی نے فرمایا کہ کنایہ اور تعریض میں فرق یہ ہے کہ کنایہ میں کسی امر کا بیان اس کے لوازم کے ساتھ ہوتا ہے اور تعریض میں کلام مقصود اور غیر مقصود دونوں کا احتمال رکھتا ہے،لیکن قرینہ مقصود کی تاکید کرتا ہے،پس ایک معنی راجح اور دوسرا معنی مرجوح ہو جاتا ہے۔

قول ابراہیمی (بل فعلہ کبیر ہم ہذا) میں تعریض کی صورت درج ذیل ہے۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی نے رقم فرمایا:**(أما التعريض:فهو لفظ أستعمل في معناه للتلويح بغيره نحو:(بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا)نسب الفعل إلى كبير الأصنام المتخذة آلهة كأنه غضب أن تعبد الصغار معه،تلويحا لعابدها بأنها لا تصلح أن تكون آلهة لما يعلمون إذا نظروا بعقولهم من عجز كبيرها عن ذلك الفعل والإله لا يكون عاجزا)**

(الاتقان فی علوم القرآن:النوع الرابع والخمسون:جلد سوم:ص165-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:لیکن تعریض،پس وہ ایسا لفظ ہے جو اپنے معنی میں استعمال کیا گیا ہو،اپنے

مغایر معنی کی جانب اشارہ کے لیے، جیسے (بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا) فعل کی نسبت بتوں میں سے بڑے بت کی طرف فرمائی جو معبود بنا لیے گئے تھے، گویا بڑا بت ناراض ہوا کہ اس کے ساتھ چھوٹے بت پوجے جائیں، اس کے پجاری کو اس جانب اشارہ کے واسطے کہ یہ سب معبود ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے، کیوں کہ جب وہ اپنی عقلوں سے غور کریں گے تو بڑے بت کا اس فعل سے عاجز ہونا جان لیں گے اور عاجز وغیر قادر معبود نہیں ہوتا ہے۔

تعریض وتوریہ کا شرعی حکم

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

''جھوٹ بولنا حرام ہے۔ ہاں، اپنا حق وصول کرنے یا اپنے اوپر ظلم دفع کرنے کے لیے پہلو دار بات کی اجازت ہے جس کا ظاہر کذب ہو، اور باطن میں صحیح معنی مراد ہوں۔ وہ بھی اسی حالت میں کہ صدق محض سے وہ حق نہ ملے اور ظلم نہ ٹلے، ورنہ یہ بھی جائز نہیں۔

درمختار میں ہے: (**الکذب مباح لا حیاء حقه و دفع الظلم عن نفسه والمراد التعریض-لان عین الکذب حرام**)

(اپنے حق کو ثابت اور ظلم کو ختم کرنے کے لیے جھوٹ مباح ہے۔ اس جھوٹ سے مراد تعریض ہے، نہ کہ عین جھوٹ، کیوں کہ یہ حرام ہے۔ ت)

ردالمحتار میں ہے: (**حیث ابیح التعریض لحاجة لایباح لغیرها-لانه یوهم الکذب**) (جہاں کسی حاجت کی وجہ سے تعریض جائز ہے، وہاں بغیر حاجت جائز نہیں، کیوں کہ تعریض جھوٹ کا وہم پیدا کرتی ہے۔ ت)

ہاں، اگر ظلم شدید ایسا ہو کہ قابل برداشت نہیں۔ ضرر ایسا سخت ہے جس کا مفسدہ کذب کے مفسدہ سے بڑھ کر ہے اور اس کا دفع بے کذب ناممکن ہو تو بمجبوری اجازت پا سکتا ہے: (**لان الضرورات تبیح المحظورات**) (کیوں کہ ضروریات ممنوع چیزوں کو

مباح کرتی ہیں۔ت)

ردالمحتار میں منقول:(**ینبغی ان یقابل مفسدۃ الکذب بالمفسدۃ المترتبۃ علی الصدق–فان کانت مفسدۃ الصدق اشد فلہ الکذب،وان بالعکس، او شک حرم)–وقد نقلنا القول فیہ فی فتاوٰنا–واللّٰہ تعالٰی اعلم.**

(جھوٹ کے فساد اور صدق پر مرتب ہونے والے فسا کا تقابل کیا جانا مناسب ہے ۔اگر صدق پر مرتب فساد شدید ہوتو جھوٹ مباح اور گر معاملہ بالعکس ہو، یا دونوں صورتوں میں شک ہوتو پھر کذب حرام ہے۔فیصلہ کن قول ہم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے:واللہ تعالیٰ اعلم۔ت)(فتاویٰ رضویہ:جلد بستم:ص196-197-جامعہ نظامیہ لاہور)

تعریض وتوریہ اور غیر کفری باتیں

غیر کفری باتیں تعریض وتوریہ کے طور پر کہنا متعدد مواقع پر جائز ہے۔اس کی تفصیلی بحث فقہی کتابوں میں موجود ہے۔بہار شریعت سے چند فقہی مسائل درج ذیل ہیں۔

مسئلہ: توریہ یعنی لفظ کے جو ظاہر معنی ہیں،وہ غلط ہیں،مگر اس نے دوسرے معنی مراد لیے جو صحیح ہیں،ایسا کرنا بلا حاجت جائز نہیں اور حاجت ہوتو جائز ہے۔توریہ کی مثال یہ ہے کہ تم نے کسی کو کھانے کے لیے بلایا۔وہ کہتا ہے:میں نے کھانا کھالیا۔اس کے ظاہر معنی یہ ہیں کہ اِس وقت کا کھانا کھالیا ہے،مگر وہ یہ مراد لیتا ہے کہ کل کا کھایا ہے۔یہ بھی جھوٹ میں داخل ہے۔(عالمگیری)(بہار شریعت:حصہ شانزدہم:ص518-مکتبۃ المدینہ)

مسئلہ: تعریض کی بعض صورتیں جن میں لوگوں کا دل خوش کرنا اور مزاح مقصود ہو، جائز ہے جیسا کہ حدیث میں فرمایا کہ:''جنت میں بڑھیا نہیں جائے گی''۔یا''میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا''۔(ردالمحتار)(بہار شریعت:حصہ شانزدہم:ص519)

جنت میں عورت ومرد جوان ہوں گے۔جو عورت بڑھاپے میں انتقال کرے،وہ بھی

جنت میں جوان ہوگی، پس کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی۔ جوان اونٹ بھی اونٹ کا بچہ ہوتا ہے، پس آدمی جس اونٹ پر بھی سوار ہو، وہ اونٹ کا بچہ ہے، گرچہ وہ بوڑھا اونٹ ہو۔

کفریہ کلمات میں نیت کا اعتبار نہیں

تعریض وتوریہ کی گنجائش غیر کفریہ کلام میں ہے۔ کوئی شخص کفریہ کلام بولے اور کہے کہ ہم نے بطور تعریض یا بطور توریہ دوسرا معنی مراد لیا تو یہ قابل قبول نہیں۔

امام ابن حجر ہیتمی شافعی مکی نے قاضی عیاض مالکی کے بیان کردہ کفریہ اقوال کو نقل کرنے کے بعد رقم فرمایا: (**وَمَا ذَكَرَه مُوَافِقٌ لِقَوَاعِدِ مَذْهَبِنَا–اِذِ الْمَدَارُ فِی الْحُكْمِ بالكفر عَلَى الظَّوَاهِرِ–وَلَا نَظْرَ لِلْمَقْصُوْدِ وَالنِّيَّاتِ وَلَا نَظْرَ لِقَرَائِنِ حَالِه**)

(الاعلام بقواطع الاسلام: ص382)

ترجمہ: جو اس نے ذکر کیا، وہ ہمارے مذہب کے قواعد واصول کے موافق ہے، کیوں کہ حکم کفر میں ظاہر پر دار ومدار ہے اور مقصود ونیت کا لحاظ نہیں اور نہ اس (قائل) کے قرائن حالیہ کا اعتبار ہے۔

بلا اکراہ توریہ کے طور پر کفریہ کلام کہنا کفر

امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا: (**ونقل الامام عن الاصوليين–اَنَّ مَنْ نَطَقَ بكلمة الردَّةِ وَزَعَمَ اَنَّه اَضْمَرَتَوْرِيَةً كَفَرَ ظَاهِرًا وباطنًا–وَاَقَرَّ هُمْ عَلٰى ذٰلِكَ–فَتَاَمَّلْهُ يَنْفَعُكَ فى كثير من المسائل**) (الاعلام بقواطع الاسلام: ص348)

ترجمہ: امام الحرمین جوینی شافعی قدس سرہ العزیز نے علمائے اصول سے نقل فرمایا کہ جو کفریہ کلام کہے اور یہ قصد کرے کہ ہم نے اپنا ایمان توریہ کے طور پر چھپایا تو وہ ظاہر و باطن کے اعتبار سے کافر ہے۔ (حکم دنیا میں بھی کافر ہے اور عند اللہ بھی کافر ہے)

امام الحرمین جوینی علیہ الرحمۃ والرضوان نے علمائے اصول کے اس قول کو ثابت رکھا،

پس تم اس قول پر غور وفکر کرلو، یہ تم کو بہت سے مسائل میں فائدہ دے گا۔

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہوگیا کہ توریہ کے طور پر کفریہ کلام کہنا کفر ہے۔ حالت اکراہ میں جو توریہ کا حکم ہے، وہ مجبوری کے سبب ہے اور اکراہ کامل کے ساتھ خاص ہے۔

اکراہ کامل کے وقت توریہ جائز ہے۔ اس کی تفصیل حصہ اول: باب سیز دہم میں ہے۔

کفریہ کلمات کی تحقیق کا طریقہ

کفریہ کلام کی تحقیق میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ کلام کفری معنی میں متعین ہے یا محتمل۔

اگر کلام کفری معنی میں متعین ہے تو فقہا و متکلمین سب کے یہاں یہ کفریہ کلام ہے۔

اگر کلام محتمل ہے تو غیر کفری معنی کا احتمال بعید ہے یا احتمال قریب۔ اگر احتمال بعید ہے تو فقہائے کرام کے یہاں احتمال بعید قبول نہیں۔ اگر عدم کفر کا احتمال قریب ہے اور کفر کا بعید احتمال ہے تو حکم کفر نہیں ہوگا۔ ایسی صورت میں حرمت، عدم جواز، کراہت وغیرہ کا حکم ہوگا۔ احتمال کفر جس قدر بعید ہوگا، اسی اعتبار سے حکم میں تخفیف ہوگی۔

اگر کلام فی نفسہ متعدد معانی کا مساوی احتمال رکھے، تب قائل سے مراد دریافت کرنی ہوگی، یا قرائن کے ذریعہ معنی کا تعین کرنا ہوگا، جیسے مشترک لفظ متعدد معانی کا مساوی احتمال رکھتا ہے۔ صریح لفظ میں قائل کی مراد اور نیت کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: (**وکذلک لو قال: اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہ–او قال بالفارسیة: من پیغمبرم–یرید به: ''من پیغام می برم'' یکفر**)

(فتاویٰ عالمگیری: جلد دوم: ص263)

ترجمہ: اسی طرح اگر اس نے کہا: میں اللہ کا رسول ہوں، یا فارسی میں کہا: میں پیغمبر ہوں، اس سے مراد لے کہ میں پیغام لے جاتا ہوں تو وہ کافر ہے۔

(2) فقیہ عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان آفندی حنفی نے الفاظ مکفرہ کے بیان میں رقم

فرمایا:(وبقوله:انا رسول)(مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر:ص692)

(وبقوله:انا رسول)(مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر:ص692)

ترجمہ:اور اپنے قول ''میں رسول ہوں''(سے کافر ہو جائے گا)۔

لفظ رسول اور لفظ پیغمبر میں تاویل کی گئی،لیکن لفظ صریح ہونے کے سبب تاویل قبول نہیں کی گئی۔رسول وپیغمبر کا معنی ''قاصد'' بتایا گیا،لیکن وہ تاویل تسلیم نہیں کی گئی اور مذکورہ کلام کو کفر قرار دیا گیا،کیوں کہ اصطلاح شرع میں نبی ورسول وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا ہو۔مومن کا کلام شرعی اصطلاح پر محمول ہوتا ہے۔لغوی مفہوم مراد لینا درست نہیں،کیوں کہ یہ لفظ منقولات شرعیہ کے قبیل سے ہے۔

تاویل باطل نا قابل قبول

قاضی عیاض مالکی نے رقم فرمایا:(وقال احمد بن ابی سلیمان صاحب سحنون من قال ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اسود،یقتل.

وقال فی رجل،قِیْلَ لَہٗ:لَا وَحَقِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم.

فَقَالَ:فَعَلَ اللّٰہُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ کَذَا–وَذَکَرَ کَلَامًا قَبِیْحًا–فَقِیْلَ لَہٗ:مَا تَقُوْلُ یَا عَدُوَّاللّٰہِ؟ فَقَالَ اَشَدَّ مِنْ کَلَامِہِ الْاَوَّلِ–ثُمَّ قَالَ:اِنَّمَا اَرَدْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰہ الْعَقْرَبَ–فَقَالَ اِبْنُ ابی سلیمان لِلَّذِیْ سَأَلَہٗ–اِشْہَدْ عَلَیْہِ وَاَنَا شَرِیْکُکَ–یُرِیْدُ فِیْ قَتْلِہٖ وَثَوَابِ ذٰلِکَ.

قال حبیب بن الربیع:لِاَنَّ اِدِّعَاءَ التَّاوِیْلِ فِیْ لَفْظٍ صُرَاحٍ لَا یُقْبَلُ–لِاَنَّہٗ اِمْتِہَانٌ وَہُوَغَیْرُمُعَزِّرٍ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَلَامُوَقِّرَلَہٗ–فَوَجَبَ اِبَاحَۃُ دَمِہٖ)(الشفاء:ص939-دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ:امام سحنون کے شاگرد امام احمد بن ابی سلیمان نے فرمایا:جو کہے کہ حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیاہ تھے، اسے قتل کیا جائے گا۔

اور اس آدمی کے بارے میں فرمایا جس کو کہا گیا: حق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سبب ایسا نہ کر تو اس نے کہا: اللہ تعالیٰ رسول اللہ کے ساتھ ایسا کرے اور اس نے قبیح بات ذکر کی، پس اسے کہا گیا کہ اے دشمن خدا! تو کیا کہتا ہے تو اس نے اپنے کلام اول سے زیادہ قبیح بات کہی، پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ سے بچھو مراد لیا تو امام ابن ابی سلیمان نے اس سے فرمایا جس نے ان سے پوچھا تھا کہ تم اس پر (حاکم کے یہاں) گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارا شریک ہوں۔ (اس سے) اس قائل کے قتل اور اس کے ثواب میں شرکت مراد ہے۔

امام حبیب بن ربیع نے فرمایا: کیوں کہ لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ قابل قبول نہیں ہے، کیوں کہ یہ (قائل مذکور کا قول) استخفاف ہے اور وہ شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہ عزت کرنے والا ہے، نہ ان کی توقیر کرنے والا، پس (تنقیص نبوی کے سبب) اس کے خون کو حلال قرار دینا واجب ہوا۔

ملا علی قاری حنفی نے عبارت مذکورہ کی شرح میں رقم فرمایا: ((اِنَّمَا اَرَدْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰہ الْعَقْرَبَ)فانه اُرْسِلَ مِنْ عِنْدَ الْحَقِّ وَسُلِّطَ عَلَی الخلق تاویلًا للرسالة العرفیة بالارادة اللغویة—وهو مردود عند القواعد الشرعیة)

(شرح الشفاء: جلد دوم: ص397- دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: (میں نے رسول اللہ سے بچھو مراد لیا) کیوں کہ بچھو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجا گیا اور مخلوق پر مسلط کیا گیا ہے، رسالت عرفیہ کی تاویل کرتے ہوئے لغوی معنی مراد لے کر کے اور یہ شرعی قواعد کے نزدیک نا قابل قبول ہے۔

قائل نے رسالت عرفیہ کی تاویل کی اور اس سے رسالت لغویہ مراد لی۔ بچھو بھی اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا اور مخلوق پر مسلط کیا ہوا ہے، لہٰذا قائل نے لفظ رسول سے بچھو مراد لیا، لیکن شرعی اصول وقواعد کے اعتبار سے شرعی اصطلاحات کا لغوی معنی مراد لے کر اس طرح تاویل

کرنا نا قابل قبول ہے۔اس قسم کے الفاظ منقولات شرعیہ میں سے ہیں۔ان کے لغوی معانی مراد نہیں ہوتے ، بلکہ شرعی معانی مراد ہوتے ہیں،لہٰذا ان امور میں تاویل نا قابل قبول ہے۔

بعض نسخوں میں لفظ عقرب کی جگہ لفظ صعق ہے۔علامہ خفاجی کے نسخہ میں صعق ہے۔

علامہ خفاجی حنفی نے عبارت مذکورہ کی شرح میں رقم فرمایا:((اِنَّمَا اَرَدْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰہ الصعق)لان اللّٰہ هو الذی ارسلها وساقها–کما فی قوله تعالی:(ویرسل الصواعق)وهذا حقیقة معنی الارسال–وهذا مما لاشک فی معناه وانکاره مکابرة–ولکنه لا یقبل من قائله وادعائه انه مراده–لان رسول اللّٰہ صَارَ فی کلامهم لَا یُرَادُ به اِلَّا الانبیاء علیهم الصلٰوة والسلام–ولایخطرغیره بِبَالِ اَحَدٍ–فلذا لَمْ یُقْبَلْ تَاوِیْلُهٗ–قال ابن حجر:ومذهبنا لایابی ذلک)

(نسیم الریاض: جلد ششم:ص157-دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:(میں نے رسول اللہ سے کڑک (بجلی) مراد لیا) کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے کڑک کو بھیجا اور اسے چلایا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:(اور اللہ تعالیٰ کڑک بھیجتا ہے) اور یہ بھیجنے کا حقیقی معنی ہے اور یہ وہ ہے کہ اس کے معنی میں شک نہیں ہے اور اس کا انکار مکابرہ ہے،لیکن اس کے قائل کی یہ بات قبول نہیں کی جائے گی اور اس کا یہ دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا کہ یہ اس کی مراد ہے، کیوں کہ اہل زبان کے کلام میں لفظ رسول اللہ ایسا ہو گیا کہ اس سے صرف انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مراد ہوتے ہیں اور کسی کے دل میں نبی کے علاوہ کا خیال نہیں گزرتا ہے، اسی لیے اس کی تاویل قبول نہیں کی جائے گی۔امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نے فرمایا کہ ہمارا مذہب اس کے خلاف نہیں ہے۔(یعنی ایسا ہی ہے جو بیان کیا گیا)

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی نے رقم فرمایا:((اِشْهَدْ عَلَیْهِ)اَمَرَ لَهٗ بِاَنْ یَشْهَدَ بِهٖ عِنْدَ الْحاکم–یجری علیه ما یستحقه(وَاَنَا شَرِیْکُکَ)معطوف علٰی مُقَدَّرٍ–تقدیره–فَاِذَا قُتِلَ فَلَکَ اَجْرٌ عَظِیْمٌ(یُرِیْدُ فِیْ قَتْلِهٖ وَثَوَابِ ذٰلِکَ)فهو ما

وقع فیه الشرکة) (نسیم الریاض: جلد ششم:ص157-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: (اس پر گواہ ہوجاؤ) امام ابن ابی سلیمان نے اسے (سائل کو) حکم دیا کہ وہ حاکم کے پاس اس کی گواہی دے کہ اس پر وہ (سزا) جاری ہو جس کا وہ مستحق ہے۔

(اور میں تمہارا شریک ہوں) ایک مقدر پر عطف ہے۔اس کی تقدیر ہے: (فاذا قتل: الخ) پس جب وہ قتل کیا جائے تو تمہارے لیے اجر عظیم ہے۔(اس قائل کے قتل اور اس کے ثواب میں شرکت مراد ہے) پس یہ (قتل وثواب قتل) وہ ہے جس میں شرکت واقع ہو۔

ملا علی قاری حنفی نے رقم فرمایا: ((وَاَنَا شَرِیْکُکَ)ای فی الاجر المنسوب الیه(یُرِیْدُ)ای ابن ابی سلیمان مشارکته(فِیْ قَتْلِهٖ وَثَوَابِ ذٰلِکَ)وَاَجْرِمَا یَتَرَتَّبُ عَلٰی مَا هُنَالِکَ) (شرح الشفاء: جلد دوم:ص397-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: (اور میں تمہارا شریک ہوں) یعنی اس اجر میں شریک ہوں جو اس کی طرف منسوب ہو۔(مراد ہے) یعنی امام ابن ابی سلیمان کی اپنی شرکت مراد ہے (اس کے قتل میں اور اس کے ثواب میں) اور اس اجر میں شرکت جو وہاں مرتب ہو (عطا فرمایا جائے)

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم وآلہ العظیم

باب نوزدہم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

کتھائی خطاب کا فیصلہ سوم

کتھائی خطاب کے فیصلہ سوم میں کتھائی خطاب کا تجزیہ کیا گیا ہے۔اس پر بحث کے واسطے کتھائی خطاب کو نقل کرنا ہوگا۔ ہمارا مقصود صرف یہ تحقیق کرنا ہے کہ ایسے اقوال کفریہ ہیں یا غیر کفریہ۔ نہ کسی خاص قائل کا شرعی حکم بیان کرنا مقصود ہے، نہ کسی فیصل پر تنقید مطلوب۔

شریعت اسلامیہ میں غیر مومن معبودان کفار کے احکام سخت ہیں۔ بلاضرورت اس بلا میں مبتلا ہونا غلط ہے۔ نہ جانے کس جملے پر حکم شرع عائد ہو جائے: فالحذر کل الحذر

مخلوق پرستی کا آغاز کب ہوا؟

ہابیل کو قتل کرنے کے بعد قابیل نے شیطانی وسوسہ سے آتش پرستی شروع کر دی۔ اس طرح شرک اور مخلوق پرستی کا آغاز حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد ہی میں ہو گیا۔

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم نے بت پرستی کو فروغ دیا۔ آج تک دنیا میں شرک، مخلوق پرستی اور بت پرستی رائج ہے۔ چوں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ السلام شرک کے خاتمے اور دعوت توحید کے واسطے مبعوث ہوئے، اس لیے معبودان باطل کے احکام ہمیشہ سخت ہی رہے۔ بتوں کی مدح وستائش بتوں کی قولی تعظیم، کفر پر تعاون، مشرکین وکفار کے مذہبی جذبات کا احترام اور مشرکین کے کفر وشرک پر مستحکم ہونے کا سبب ہے۔

اسلامی کتابوں میں بوجہ ضرورت ضمنی طور پر بتوں کا ذکر ہے، مدح وتوصیف نہیں۔ حقیقی احوال کا بیان اور مدح وتوصیف دو جداگانہ امر ہیں۔ اگر حقیقی احوال کا بیان اسلوب مدح وطرز ستائش کے ساتھ ہو تو وہ مدحت ہے۔ اگر حقیقی احوال کا بیان ذم وتقبیح کے اسلوب

میں ہوتو وہ مذمت ہے۔ مدح میں مبالغہ آرائی اور ذم میں اتہام والزام بھی ہوتا ہے۔

فصل اول

کتھائی خطاب کا پس منظر

کتھائی مجلس کے خطیب نے کتھائی مجلس کا خطاب اوراس کا پس منظر لکھ کر علمائے دین سے استفتا کیا ہے۔علمائے دین سے سوال واستفتا کا معنی ہے کہ خطیب کو اپنی آخرت کی فکر ہے،لہذا سائل کی مدد کی جائے اوراس کی آخرت بہتر بنانے کی کوشش کی جائے۔

خطیب نے لکھا:''میری یہ تقریر گجرات کے ایک شہر میں ہوئی ہے۔جب گجرات کے فساد میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا تھا اوران کی عزت واملاک کی بے پناہ بربادی ہوئی تھی،مگر مراری باپو نے اپنے''رن کچھ''علاقے میں بھر پور ورک کر کے امن وامان قائم رکھا۔اس دیار میں مسلمانوں کی آبادی بہت ہے،مگر قتل وغارت گری تو کیا،کسی کی نکسیر بھی نہ ٹوٹی۔

انہوں نے''گاندھی دھام''گجرات میں رام کتھا کی ایک محفل رکھی جس میں سبھی لوگوں کو مدعو کیا اوراپنے اپنے نقطہ نظر کے لحاظ سے اظہار خیال کی دعوت دی۔

ان دنوں گیارہویں یا بارہویں شریف کے سلسلے میں میرے تقریری پروگرام اسی دیار میں ہورہے تھے۔لوگوں نے مجھے بھی دعوت دی اور وہاں کے سنی مسلمانوں نے زور دیا کہ آپ کو اس پروگرام میں شرکت کر لینی چاہئے۔مراری باپو نے یہاں باہمی امن وامان اور رواداری کی بڑی اچھی فضا قائم کی ہے۔آپ کی شرکت سے اس میں اور پختگی آئے گی اور مسلمانوں کا بھلا ہوگا۔ان حضرات کی تحریک پر اس علاقے اوراس ماحول کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے اس پروگرام میں شرکت کی۔

چوں کہ یہ پروگرام رام کے نام سے منسوب تھا،اس لیے رام کی امن پسندی،صفائی

وپاکیزگی وغیرہ سے متعلق ہندوؤں کے جو خیالات ہیں، انہی کو ان کے درمیان رکھتے ہوئے میں نے ان پر حجت قائم کی اور کشت وخون سے ہٹ کر امن وآشتی کے سایہ میں زندگی گزارنے کی ہدایت کی۔ مسلم دشمن اور فرقہ پرست عناصر جہاد کو آتنک واد کی صورت میں دکھا کر مسلمانوں کی شبیہ بگاڑنے میں لگے ہوئے ہیں، اس لیے میں نے جہاد کے اصل معنی بتاتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کیا اور یہ واضح کیا کہ خود رام کو ماننے والے، رام کے راستے سے ہٹ چکے ہیں''۔ (یہ پس منظر خود قائل نے اشرفیہ کے استفتا میں لکھا ہے)

مذکورہ پس منظر سے واضح ہے کہ قائل نے نیک نیتی کے ساتھ خطاب کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسی نیک نیتی کے تصدق اسے توبہ ورجوع کی توفیق عطا فرمائے: (آمین)

15: اکتوبر 2023 کو خطیب کی توبہ کی تحریر وائرل ہو چکی ہے۔ اس کتاب (معبودان کفار اور شرعی احکام) کا طویل مسودہ: ربیع النور شریف 1443 مطابق 18: اکتوبر 2021 = بروز: دوشنبہ نشر کیا گیا تھا۔ 22: جنوری 2024 کو رام مندر کا افتتاح ہو چکا ہے۔ اب مسلمانوں کے درمیان رام بھگتی کو فروغ دینے کی کوشش کی جارہی ہے، لہٰذا مبیضہ سپرد قوم کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور تمام مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائے: آمین

قائل نے اقرار کیا کہ ہم نے بطور حجت ایسا کہا۔ فیصل نے بھی فرمایا کہ بطور حجت اور جدل ومناظرہ کے طور پر ایسا کہا گیا، لیکن جدل ومناظرہ میں مخالف کے قول کو نقل کر کے اس کا رد ہوتا ہے، جب کہ مذکورہ خطاب میں مخالف کے قول کی بار بار تاکید وتائید ہے۔ مستقبل میں کوئی مومن بھائی ایسی بلا میں مبتلا نہ ہو۔ اس موضوع پر طویل تحریر کا یہی مقصد ہے۔

کٹھائی خطاب کے اقتباسات

خطاب کا ضروری حصہ منقولہ ذیل ہے۔ آخری حصہ ہم نے نقل نہیں کیا۔ قائل نے کہا:

(1) ایک کو ہم ہندو کے نام سے جانتے ہیں، دوسرے کو مسلمان کے نام سے۔ باپو

نے ہمیں یہ مزاج دیا ہے کہ ہندو شروع ہوتا ہے''ہا'' سے۔ مسلم شروع ہوتا ہے''ما'' سے۔

''ہا'' کو وہاں سے نکالو۔''ما'' کو یہاں سے نکالو! جوائنٹ کر دو تو یہ''ہم'' بنتا ہے۔

''ہم'' بن کر رہو، تاکہ مضبوط ہندوستان بنا رہے۔

(2) میرے بزرگو، میرے ساتھیو، میری بہنو، ماتاؤ! مجھے اچھی طرح یاد ہے، جب اس ملک کے Ex Prime Minister of India وشوناتھ پرتاپ سنگھ کے ساتھ میں آل انڈیا جنرل سکریٹری جنتا دل کی حیثیت سے ایز اے ممبر آف پارلیامنٹ کام کر رہا تھا، اس وقت انسانیت کی بات چلی، آدمیت کی بات چلی، مانوتا کے اپاتھان کی بات چلی تو وی پی سنگھ صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ عبید اللہ بھائی! کبھی موقع ملے تو مرار جی باپو کا درشن ضرور کر لیجئے۔

(3) آج ہم اس رام کتھا میں ہیں اور مراری باپو ہی کو حق پہنچتا ہے، رام کتھا کی کتھا بیان کرنے کا۔ رام کو کس طرح سے لوگوں نے دیکھا، سمجھا، پرکھا؟ میں نے ایز اے مسلمان کس طرح دیکھا؟ میری تاریخ ادب اردو نے شری رام کی حیثیت کو کس طرح جانوایا اور پہچانوایا؟ میں ڈاکٹر اقبال کی اس نظم کا حوالہ دوں گا جس نظم کا عنوان ہی ہے: ''رام''۔

ڈاکٹر اقبال لکھتے ہیں:

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز   اہل نظر سمجھتے ہیں ان کو امام ہند

شری رام کا وجود ایسا پاک اور پوتر وجود ہے۔ ان کا کیرکٹر اتنا نرالا، پیارا اور بے مثال ہے کہ جو انٹیلیکچول کلاس ہے، جو چیزوں کی گہرائی میں اتر کر ان کی حقیقتوں کو جاننے کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ شری رام کو امام ہند مانتا ہے۔

امام سے بڑا کسی کا درجہ نہیں ہوتا۔ ہندوستان میں سب سے بڑے اس انسان کو امام ہند کے نام سے ڈاکٹر اقبال نے یاد کیا ہے۔ رام نام ہے سچائی کا جو جھوٹ کو پراجت کرتا

ہے۔رام نام ہے مظلوموں اور دکھی لوگوں کی حمایت کا جوظلم کی گردن پکڑتا ہے۔رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا جوجھلساتی ہوئی دھوپ میں انسان کے لیے چھتر چھایا بن جاتی ہے۔

رام نام ہے سورج کی اس روشنی کا جس کے ذریعہ اندھیرے دور ہوتے ہیں۔

رام نام ہے چاندکی اس چاندنی کا جس کے ذریعہ لوگوں کوسکون ملتا ہے۔

میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کونہیں دیا۔نفرت کے مقابلے میں محبت کے اس نے بادل برسائے۔انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کوواپس کروایا۔

سیتا جی کے ساتھ ایک آتنگ وادی نے جوآتنکت کرنے کی گھٹنا رچی تھی ،ہم اسے راون کے نام سے جانتے ہیں۔اس آتنک واد کے خلاف شری رام نے جہاد چھیڑا تھا۔

(4)آج لفظ جہاد اور لفظ آتنک پر بڑی بحث ملک بھر میں ہورہی ہے۔میں باپوکی موجودگی میں اپنا سوبھاگیہ سمجھتا ہوں کہ اپنے وچاروں کوآپ کے سامنے دو چار منٹ کی اگر اجازت ہوتو رکھ دوں۔ایک چیز ہے آتنک واد،جس سے ہمارا پورا ملک پیڑت ہے۔

ہمارا ہی ملک نہیں، پورا سنسار پیڑت ہے۔کسی کوآتنکت کرنا یہی تو ہے آتنک واد۔

اور جو ایسا کرتب کرتا ہے،وہی ہے آتنک وادی۔ایسے آتنک واد کا توڑ اور ایسے آتنک واد کے خلاف لڑائی لڑنے کا نام عربی زبان میں جہاد ہے۔اس لفظ''جہاد'' کواتنا اَپوتر کر کے رکھا ناپاک لوگوں نے کہ جولڑائی آتنک کے خلاف لڑنے کا ہتھیار تھا،اسی ہتھیار کو آج آتنک کا نام دے دیا گیا۔جہاد نام ہے جدو جہد کا،پریشرم کا،پازیٹیو وے میں پریشرم کا نام جہاد ہے اور نگیٹو وے میں پریشرم کا نام آتنک واد ہے۔اسی نگیٹو وے میں جب پریشرم کیا تھا راون نے تو شری رام نے اس کے خلاف جدو جہد کیا تھا مانوتا کی عزت بچانے کے لیے۔صرف سیتا جی کی عزت کا سوال نہیں تھا۔قیامت کی صبح تک پیدا ہونے والی ان ساری سیتاؤں کی عزت کا سوال تھا،جن کی عزت کے لیے رام نے اپنے جہاد کا قدم اٹھایا تھا۔

(5)اس عظیم نام کو لیتے ہی نفرت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ جہاں وہ نام لیا جائے اور وہاں سماج میں نفرت موجود ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم شری رام کا نام زبان سے تو لیتے ہیں، اپنے عمل میں، اپنے کرتب میں، اپنے سنسکار میں شری رام کو داخل نہیں کرتے۔الخ

خطاب کے مزید چند اقتباسات ہیں۔اس بحث میں اس کی ضرورت نہیں، لہٰذا نقل کرنا غیر مفید ہے۔مسلمانوں سے گزارش ہے کہ غیر مومن معبودان کفار کے بارے میں زبان نہ کھولیں۔شرعی احکام سخت ہیں، جس طرح اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ذرا سی بے ادبی ایمان کو ملیا میٹ کر دیتی ہے۔وہی حال معبودان باطل کی تعظیم کا ہے۔

خطیب نے جہاد اسلامی کی عمدہ تفہیم وتشریح کی ہے۔اغیار کے مابین ہمت وجرات کے ساتھ جہاد کی خوبی بیان کی ہے۔اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے:(آمین)

خطیب مذکور نے حتی المقدور سنبھل کر خطاب کیا۔الفاظ وکلمات سے اسلامی درد بھی آشکارا ہے۔نادانستہ کچھ لغزشیں واقع ہوگئیں۔شرعی حکم وارد ہوگا۔چوں کہ مذہب خداوندی کی حمایت کے قصد سے یہ کلمات کہے گئے تھے۔امید کہ اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

احباب بھی توبہ کی ترغیب دیں۔کسی کی آخرت کا سوال ہے۔حکم شرعی سے بچنے کی راہ نظر نہیں آتی ہے۔مزید غور وفکر کرلیا جائے:واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

کتھائی خطاب میں نقل کی چوتھی صورت

کفریہ قول نقل کرنے کی صرف دو جائز صورتیں ہیں:(1) قائل کے خلاف شہادت وگواہی دینے کے واسطے اس کی نقل جائز ہے۔(2) کفریہ قول کے رد وابطال کے لیے اس کی نقل جائز ہے۔کفریہ قول کی نقل کی چار صورتوں کی تفصیل باب شانز دہم میں مرقوم ہے۔

کتھائی خطاب میں خطیب نے ڈاکٹر اقبال کے شعر کی تشریح کی ہے اور غیر مومن معبود کفار کی مدح وستائش پر مشتمل جملے خود خطیب کے ہیں۔بالفرض اگر یہاں اقوال غیر کی

نقل بھی مانی جائے تو بطور استحسان نقل ہے جس کے سبب حکم کفر نافذ ہوگا۔خطیب نے بار بار مدح وستائش کی تاکید کی ہے۔مدح کے اسلوب میں تاکید وتائید استحسان پر واضح دلیل ہے۔

کتھائی خطاب میں معبود کفار کی مدح وتعظیم اور متعدد آیات قرآنیہ کی مخالفت ہے۔

ایسے مواقع پر خیر خواہی یہی ہے کہ اپنے مومن بھائیوں کی مدد کی جائے۔ان کو توبہ کی جانب راغب کیا جائے۔ان کو توبہ ورجوع کی منزل سے گزار کر ان کے حسن آخرت کی کوشش کی جائے۔اللہ تعالیٰ عزوجل ہم تمام کے دین وایمان کی حفاظت فرمائے اور توبہ کی توفیق عطا فرمائے: آمین بجاہ النبی الکریم علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیم

کتھائی خطاب میں کفر کے متعدد اسباب

کتھائی خطاب میں متعدد وجوہ سے کفر پایا جاتا ہے۔کتھائی خطاب میں کفار کے مذہبی جذبات کا اعزاز ہے۔کسی قوم کے معبود یا مذہبی پیشواؤں کی تعریف وتوصیف سے اس قوم کے مذہبی جذبات کا اعزاز ہوتا ہے اور کفار کے مذہبی جذبات کا اعزاز کفر ہے۔

(الف) معبود کفار کی تعریف کفار کے مذہبی جذبات کا اعزاز ہے اور یہ کفر ہے۔

(ب) غیر مومن معبود کفار کی تعریف وتوصیف اس کی قولی تعظیم ہے اور یہ کفر ہے۔

(ج) کتھائی خطاب میں متعدد آیات قرآنیہ کی مخالفت ہے اور یہ کفر ہے۔

فصل دوم

فیصلہ سوم کا تجزیہ اور تبصرہ

اس بحث میں فیصلہ سوم کی قابل تبصرہ عبارات نقل کر کے تبصرہ وتجزیہ رقم کیا گیا ہے۔

غیر مومن معبودان کفار کے حکم میں حیثیت کا فرق معتبر نہیں

(1) فیصلہ سوم میں مرقوم ہے:

''ہاں، بالفرض اعظمی صاحب نے معاذ اللہ! رام کے ہندؤں کا دیوتا ہونے کی بنا پر ہی اس کی تعریف وتوصیف کی ہوتو وہ عنداللہ ضرور کافر ہوں گے''۔(ص13)

جواب:منقولہ بالاعبارت سے واضح ہے کہ اگر رام کے معبود کفار ہونے کی حیثیت سے اس کی تعریف وتوصیف کی جائے تو کفر ہے۔اگر کسی دوسری حیثیت سے رام کی تعریف ہوتو یہ کفر نہیں۔سوال ہے کہ غیر مومن معبود کفار کے حکم میں حیثیت کا فرق معتبر ہے نہیں؟

دراصل غیر مومن معبودان کفار کے حق میں حیثیت کا فرق معتبر نہیں۔کسی بھی حیثیت سے غیر مومن معبود کفار کی تعظیم وتوقیر کی جائے، یہ کفر ہی ہے۔اس کا تفصیلی بیان حصہ اول: (باب سوم تا ہفتم) میں مرقوم ہے اوران شاء اللہ تعالیٰ حصہ سوم میں بھی اس پر بحث ہوگی۔

کافر کی تعظیم میں حیثیت کا فرق معتبر ہے۔کافر ہونے کی حیثیت سے کافر کی تعظیم کفر ہے۔دوسرے اعتبار سے کافر کی تعظیم حرام ہے۔حصہ اول: باب ہشتم میں تفصیل مرقوم ہے۔

فیصلہ سوم فقہی اصول وقوانین کے مطابق رقم کیا گیا ہے۔رام کے وجود کا کوئی صحیح ثبوت نہیں، لیکن قوم ہنود اسے اپنا معبود مانتی ہے، جیسے اہرمن ویزدان کا وجود نہیں، لیکن مجوسی قوم ان دونوں کو اپنا معبود مانتی ہے، پس ایسی صورت میں رام کی جو ثابت شدہ حیثیت ہے، فقہی اصول کے مطابق اسی اعتبار سے حکم شرعی بیان کیا جائے گا۔جب فقہی اصول وضوابط کی روشنی میں ہی فتویٰ رقم کیا گیا ہے تو فقہی اصول وقوانین کا لحاظ کرنا ہوگا۔

فقہی اصول وضوابط کے مطابق غالب حالت اورواقعی حالت کے اعتبار سے شرعی حکم نافذ ہوتا ہے۔نادر حالت یا نامعلوم حالت کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''احکام فقہیہ میں واقعات ہی کا لحاظ ہوتا ہے، نہ احتمالات غیر واقعیہ کا۔**بل صرحوا ان احکام الفقة تجری علی الغالب من دون نظر الی النادر**۔بلکہ انھوں نے تصریح کی ہے کہ فقہی احکام کا مدار غالب امور

بنتے ہیں، نادر امور پیش نظر نہیں ہوتے۔ت)‘‘۔(فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم: رسالہ ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار:ص381-382-جامعہ نظامیہ لاہور)

کفار کے معبود مذکور سے متعلق واقعی حالت اور ثابت شدہ حیثیت یہی ہے کہ وہ معبود کفار ہے۔وہ اسی حیثیت سے متعارف ہے۔کفار اسے معبود ہی مانتے ہیں۔تاریخ اس کے وجود پر خاموش ہے۔اس کے وجود پر کوئی تاریخی روایت موجود نہیں۔جب وجود ہی نامعلوم ہے تو موحد یا کافر ہونا کیسے ثابت ہوگا۔حکم کی بنیاد اسی حیثیت پر ہوگی، جو ثابت شدہ ہے۔

فقہی اصول کے مطابق عقلی احتمال پر حکم کی بنیاد نہیں ہوگی۔علم کلام میں بہت سے مسائل میں محض عقلی احتمال یعنی احتمال بعید(احتمال بلا دلیل) معتبر ہے۔احتمال بعید کے سبب کفر کلامی کا حکم نہیں دیا جاتا ہے،لیکن کفر فقہی کا حکم ثابت ہو جاتا ہے۔فقہائے کرام احتمال بعید یعنی احتمال بلا دلیل کو قبول نہیں فرماتے ہیں اور متکلمین احتمال بعید کی صورت میں تکفیر کلامی نہیں کرتے ہیں، بلکہ ضلالت وگمرہی کا حکم دیتے ہیں،مثلاً کسی نے کسی ضروری دینی کا انکار صریح متبین کے طور پر کیا۔صریح متعین انکار نہیں کیا تو یہاں عدم انکار کا احتمال بعید ہے۔اس صورت میں احتمال بعید کے سبب تکفیر کلامی نہیں ہوگی اور تکفیر فقہی ہوگی۔

فقہی احکام میں حالات واقعیہ کا اعتبار

فقہائے کرام حالات واقعیہ اور حالات اکثریہ کے اعتبار سے حکم نافذ کرتے ہیں۔

وہابی مرد سے نکاح کے بارے میں امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے جواب میں رسالہ:ازالۃ العار‘‘رقم فرمایا۔اس میں فرمایا کہ جو وہابیہ نہ کفریات کلامیہ کے مرتکب ہوں، نہ کفریات کلامیہ کے مرتکب کو مومن مانتے ہوں،وہ کافر فقہی وہابیہ کے کفریات فقہیہ کی تردید نہیں کرتے ہیں، نہ ان کے مرتکبین کو کافر فقہی مانتے ہیں، بلکہ کفریات فقہیہ کی تاویل کرتے ہیں،لہٰذا یہ تاویل کرنے والے لوگ بھی کافر فقہی ہوں گے۔چوں کہ عام طور پر وہابیہ ان

کفریات فقہیہ کی تاویل کرتے ہیں، شاذ ونادر ہی کوئی ان کفریات فقہیہ اوران کے محررین سے اظہار برائت کرتا ہو، لہٰذا واقعی حالت اور ثابت شدہ صورت کے پیش نظر ایسوں کو کافر فقہی مانا جائے گا اور نادر حالت کا لحاظ نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ فقہی احکام میں حالات واقعیہ کا اعتبار ہوتا ہے، نادر حالات کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے۔ رسالہ کی عبارت درج ذیل ہے:

''کیا دنیا میں کوئی وہابی ایسا نکلے گا کہ اپنے اگلے پچھلوں پیشواؤں ہم مذہبوں سب کے کفر ولزوم کفر کا مقر ہو، اور جتنے احکام باطلہ سے کتاب التوحید وتقویۃ الایمان وصراط مستقیم وتنویر العینین وتصانیف بھوپالی وسورج گڑھی وبٹالوی وغیرھم میں مسلمانوں پر حکم شرک لگایا جو معاذ اللہ خدا اور رسول وانبیا وملائکہ سب تک پہنچا۔ ان سب کو کفر کہہ دے، حاش للہ ہر گز نہیں، بلکہ قطعاً انھیں اچھا جانتے، امام وپیشوا وصلحائے علما مانتے اوران کے کلمات واقوال کو بامعنی ومقبول سمجھتے، اوران پر رضا رکھتے ہیں اور خود کفریات بکنا، یا کفریات پر راضی ہونا، برانہ جاننا، ان کے لیے معنی صحیح ماننا سب کا ایک ہی حکم ہے۔

اعلام بقواطع الاسلام میں ہمارے علمائے اعلام سے ان امور کے بیان میں جو بالاتفاق کفر ہیں، نقل فرمایا: (**من تلفظ بلفظ کفر یکفر و کذا کل من ضحک او استحسنہ او رضی بہ یکفر**)

(جس نے کلمہ کفریہ بولا اس کو کافر قرار دیا جائے گا، یونہی جس نے اس کلمہ کفر پر ہنسی کی یا اس کی تحسین کی اوراس پر راضی ہوا اس کو بھی کافر قرار دیا جائے گا۔ ت)

بحر الرائق میں ہے: **من حسن کلام اھل الاھواء وقال معنوی او کلام لہ معنی صحیح ان کان ذلک کفرا من القائل کفر المحسن۔**

(جس نے بے دینی کی بات کو سراہا، یا با مقصد قرار دیا، یا اس کے معنی کو صحیح قرار دیا تو اگر یہ کلمہ کفر ہو تو اس کا قائل کافر ہو گا اوراس کی تحسین کرنے والا بھی۔ ت)

دنیا کے پردے پر کوئی وہابی ایسا نہ ہوگا جس پر فقہائے کرام کے ارشادات سے کفر لازم نہ ہو، اور نکاح کا جواز عدم جواز نہیں، مگر ایک مسئلہ فقہی، تو یہاں حکم فقہا یہی ہوگا کہ ان سے مناکحت اصلاً جائز نہیں۔ خواہ مرد وہابی ہو، یا عورت وہابیہ اور مرد سنی۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ ہم اس باب میں قول متکلمین اختیار کرتے ہیں اور ان میں جو کسی ضروری دین کا منکر نہیں، نہ ضروری دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہے، اسے کافر نہیں کہتے ،مگر یہ صرف برائے احتیاط ہے۔ دربارہ تکفیر حتی الامکان احتیاط اس میں ہے کہ سکوت کیجئے ،مگر وہی احتیاط جو وہاں مانع تکفیر ہوئی تھی، یہاں مانع نکاح ہوگی کہ جب جمہور فقہائے کرام کے حکم سے ان پر کفر لازم تو ان سے مناکحت زنا ہے تو یہاں احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے دور رہیں اور مسلمانوں کو باز رکھیں۔

للہ انصاف! کسی سنی صحیح العقیدہ فقہائے کرام کا قلب سلیم گوارا کرے گا کہ اس کی کوئی عزیزہ کریمہ ایسی بلا میں مبتلا ہو جسے فقہائے کرام عمر بھر کا زنا بتائیں۔ تکفیر سے سکوت زبان کے لیے احتیاط تھی اور اس نکاح سے احتراز فرج کے واسطے احتیاط ہے۔ یہ کون سی شرع کہ زبان کے باب میں احتیاط کیجئے اور فرج کے بارے میں بے احتیاطی۔ انصاف کیجئے تو بنظر واقع حکم اسی قدر سے منقح ہولیا کہ نفس الامر میں کوئی وہابی ان خرافات سے خالی نہ نکلے گا۔

اور احکام فقہیہ میں واقعات ہی کا لحاظ ہوتا ہے، نہ احتمالات غیر واقعیہ کا۔ بل صرحوا ان احکام الفقة تجری علی الغالب من دون نظر الی النادر۔

(بلکہ انھوں نے تصریح کی ہے کہ فقہی احکام کا مدار غالب امور بنتے ہیں، نادر امور پیش نظر نہیں ہوتے۔ ت)

(فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم: رسالہ ازالۃ العار: ص 381-382- جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا عبارت میں ہے: ''احکام فقہیہ میں واقعات ہی کا لحاظ ہوتا ہے، نہ

احتمالات غیر واقعیہ کا''۔اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جوکافر فقہی کو اپنا پیشوا مانتا ہے، اس پر بھی کفر فقہی کا حکم عائد ہوگا، کیوں کہ عام طور پر لوگ اپنے پیشوا کے کفریہ کلمات کو غلط نہیں کہتے، بلکہ تاویل کرتے ہیں اوران کے صحیح معانی بتاتے ہیں۔یہی واقعی حالات ہیں۔

یہ حالت نادروشاذ ہے کہ کوئی وہابی اپنے پیشوا کی بات کو رد کردے اوراپنے پیشوا کو بھی اس سبب سے کافر فقہی مان لے۔فقہی احکام نادر حالات کے اعتبار سے نافذ نہیں ہوتے، بلکہ اکثری اور واقعی حالات کے اعتبار سے نافذ ہوتے ہیں۔

رام سے متعلق حقیقی حالت اور ثابت شدہ حیثیت یہی ہے کہ وہ معبود کفار ہے۔ہنود اسے معبود ہی مانتے ہیں۔درحقیقت مذہب ہنود میں اوتار کو معبود مانا جاتا ہے۔قوم ہنود کا نظر یہ ہے کہ اوتار خدا سے جدانہیں ہوتا، بلکہ خدا ہی اوتار کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔رام کو بھی ہنود ساتواں اوتار اور کرشن کو آٹھواں اوتار تسلیم کرتے ہیں،اور اپنا معبود تسلیم کرتے ہیں۔

حضور شیر بیشہ اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''آخر ہنود کے نزدیک رام خداہی توہے''۔(حاشیہ فتاویٰ رضویہ: جلد 14:ص472-جامعہ نظامیہ لاہور)

تعریض کے طور پر کفریہ کلام کہنا کفر

فیصلہ سوم میں مرقوم ہے:''لوگوں''اور''میں'' کے تقابل سے رام کا نام لیتے ہوئے بھی نفرت کا کاروبار کرنے والوں پر تعریض کرتے ہوئے کہا ہے کہ: جولوگ رام کا نام لیتے ہوئے بھی انسانیت وآدمیت کے خلاف کام کرتے ہیں، وہ گویا اپنے کردار وعمل سے یہ ثابت کررہے ہیں کہ رام بھی ایسا ہی تھا۔اس نے یہی درس دیا ہے''۔(ص5)

جواب: غیر مومن معبود کفار کی مدح وستائش اس کی تعظیم ہے اور غیر مومن معبودان کفار کی تعظیم کفر ہے۔کوئی شخص کفریہ کلمہ بولے اور بطور تعریض کوئی دوسرا معنی مراد لے تو بھی حکم کفر نافذ ہوگا۔بحث ہیز دہم میں تعریض وتوریہ کی تعریف اور حکم کی تفصیل ہے۔

کتھائی خطاب کی تاویلات

فیصلہ سوم میں مرقوم ہے:

(الف) رام کو کس طرح سے لوگوں نے دیکھا، سمجھا، پرکھا؟ میں نے ایزائے مسلمان رام کو کس طرح دیکھا؟ میری تاریخ ادب اردو نے شری رام کی حیثیت کو کس طرح جانوایا اور پہچانوایا؟ میں ڈاکٹر اقبال کی اس نظم کا حوالہ دوں گا جس نظم کا عنوان ہی ہے: رام ڈاکٹر اقبال لکھتے ہیں:

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز　　اہل ہنر سمجھتے ہیں ان کو امام ہند

اس میں ''لوگوں نے'' اور ''میں نے ایزائے مسلمان'' کا تقابل بتا رہا ہے کہ یہاں ''لوگوں'' سے مراد ''ہندو'' ہیں، مسلمان نہیں۔ مطلب یہ کہ آج کا وہ ہندو طبقہ جو رام کے نام پر مسلمانوں پہ ظلم وستم ڈھا رہا ہے اور ان کا کشت وخون کر کے اس بات کا ثبوت دے رہا ہے کہ رام کی تعلیم اور اس کا عمل وکردار یہی ہے، وہ جانیں۔ میں نے ایزائے مسلمان رام کو کس طرح دیکھا؟ میری تاریخ اردو نے شری رام کی حیثیت کو کس طرح جانوایا اور پہچانوایا؟

وہ ڈاکٹر اقبال کی زبان میں یہ ہے:

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز　　اہل ہنر سمجھتے ہیں ان کو امام ہند

(ب) شری رام کا وجود ایسا پاک اور پوتر وجود ہے۔..........رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا جو جھلساتی ہوئی دھوپ میں انسان کے لیے چھتر چھایا بن جاتی ہے۔

ان الفاظ سے اقبال کے مذکور بالا شعر کی توضیح وتفہیم کی گئی ہے کہ ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں: ہندوستان یعنی ہندوستان کے انٹلیکچول کلاس ہندوؤں کو رام کے وجود پر ناز ہے۔ وہ رام کو امام مانتا ہے جس سے بڑا کسی کا درجہ نہیں تو ہندوستان کے انٹلیکچول کلاس ہندوؤں کی نظر میں رام کا وجود پاک اور پوتر وجود ہے۔ ان کا کیرکٹر نرالا، پیارا اور بے مثال ہے۔

الغرض ان کی نظر میں رام نام ہے سچائی کا جو جھوٹ کو پراجت کرتا ہے۔ رام نام ہے مظلوموں اور دکھی لوگوں کی حمایت کا، جو ظلم کی گردن پکڑتا ہے۔ رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا جو جھلساتی ہوئی دھوپ میں انسان کے لیے چھتر چھایا بن جاتی ہے۔

(ج) ''میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔ سیتا جی کے ساتھ ایک آتنگ وادی نے جو آتنکت کرنے کی گھٹنا رچی تھی، ہم اسے راون کے نام سے جانتے ہیں۔ اس آتنک واد کے خلاف شری رام نے جہاد چھیڑا تھا۔

یہ اعظمی صاحب نے اپنی بات کہی ہے کہ: میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے اقبال کے بقول ہندوستان کے انٹلیکچول کلاس ہندوؤں کی نظر میں نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔ نفرت کے مقابلے میں محبت کے بادل برسائے۔ انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس کروایا۔ سیتا جی کے ساتھ ایک آتنگ وادی نے جو آتنکت کرنے کی گھٹنا رچی تھی تو شری رام نے اس آتنک واد کے خلاف لڑائی چھیڑی تھی اور آتنک واد کے خلاف لڑائی ہی کو عربی زبان میں جہاد کہتے ہیں۔

اس طرح اعظمی صاحب نے اپنی اس تقریر کے ذریعہ مسلمانوں سے نفرت کرنے، ان پر ظلم وستم ڈھانے، اور ان کا کشت وخون کرنے والے ہندوؤں پر فن منطق کی زبان میں برہان جدل جس میں یہ مقدمہ ''رام نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا ہے۔ نفرت کے مقابلے میں محبت کے بادل برسائے ہیں''۔ جو انٹلیکچول ہندوؤں کا مسلمہ ہے، اسے پیش کر کے ان پر حجت قائم کی ہے۔ جو صحیح معنی میں مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھانے اور ان کا کشت وخون کرنے سے روکنے کے لیے ان ہندوؤں کے سامنے بند باندھنے کی بلیغ کوشش کی ہے۔ جس پر اعظمی صاحب کو ان کی ہمت مردانہ اور حکمت مومنانہ پر بجا طور سے داد دی جانی چاہئے''۔ (ص10-11)

جواب: بلاشبہہ خطیب نے اپنے بیان میں ہمت وجرات سے کام لیا اور مسئلہ جہاد پر اٹھنے والے اعتراض کا دندان شکن جواب دیا ہے، نیز غیروں کی ذہن سازی کی بھی عمدہ کوشش کی ہے۔حکمت بالغہ کا تقاضا تھا کہ اس بیان کے متعدد جملوں پر جو شرعی حکم وارد ہوتا تھا، وہ پورا کر دیا جاتا اور ان جملوں کو کالعدم کر دیا جاتا تو خطیب کی آخرت بھی بہتر ہو جاتی۔

ڈاکٹر اقبال کے متنازعہ شعر کو قبول کرنا

ڈاکٹر اقبال کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ اس نے اخیر عمر میں جملہ قابل اعتراض امور سے توبہ کر لی تھی۔(تجانب اہل السنۃ:ص5-6-مدرسہ گلشن رضا، ناندیڑ مہاراشٹر)

اگر ڈاکٹر اقبال کی توبہ ہو چکی ہے تو بعد توبہ ڈاکٹر اقبال پر اعتراض نہیں، لیکن جو شخص بطور قبول وتسلیم اس کے مذکورہ شعر کو نقل کرے تو اس پر ضرور شرعی حکم وارد ہوگا۔اس شعر پر ڈاکٹر اقبال کے عہد حیات ہی میں کفر کا فتویٰ دیا گیا تھا۔خطاب کے درج ذیل سے حصہ سے واضح ہے کہ کتھائی مجلس کے خطیب نے ڈاکٹر اقبال کے مذکورہ شعر کو قبول کیا ہے۔

''میں نے ایزائے مسلمان رام کو کس طرح دیکھا؟ میری تاریخ اردو نے شری رام کی حیثیت کو کس طرح جانوایا اور پہچانوایا؟ وہ ڈاکٹر اقبال کی زبان میں یہ ہے:

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز اہل ہنر سمجھتے ہیں ان کو امام ہند

اس کے بعد خطیب نے اس شعر کی تشریح کی ہے۔خطیب کا اسلوب کلام اور الفاظ کے ظاہری مفاہیم ومعانی یہی بتا رہے ہیں کہ خطیب نے اس شعر کو بحیثیت مسلمان قبول کیا ہے۔عہد حاضر میں اردو ادب کا تعلق بھی مسلمانوں سے ہے۔اردو کو مسلمانوں ہی کی زبان سمجھا جاتا ہے اور شاعر بھی کلمہ گویان اسلام میں سے ہے۔گویا خطیب نے یہ بتانے کی کوشش کی کہ بحیثیت مسلمان ہماری نظر میں رام ویسا ہی ہے جیسا کہ اس شعر میں بیان کیا گیا ہے۔پہلے مذکورہ شعر پر بحث ہے۔اس کے بعد کتھائی خطاب کے دیگر جملوں پر بحث ہے۔

مذکورہ شعر میں رام کی مدح وستائش ہے۔کہا جائے کہ فلاں کے وجود پر ہمیں ناز ہے تو یہ اس کی تعریف وتوصیف ہے۔کسی کی توصیف بیانی اس کی تعظیم ہے، جیسے کسی کی مذمت اس کی تنقیص ہے۔''تعرف الاشیاء باضدادہا'' کامشہور قانون ہے۔غیر مومن معبود کفار کی تعظیم کفر ہے، نیز کتھائی خطاب میں قرآن عظیم کی متعدد آیات مقدسہ کی بھی مخالفت ہے۔

کسی قوم کے معبود کی مدح وثنا سے اس قوم کے مذہبی جذبات کا اعزاز واکرام ہوتا ہے اور کافر قوم کے مذہبی جذبات کا احترام بھی کفر ہے۔اس کی تفصیلی بحث حصہ اول: باب دوم میں ہے۔معبود سیاسی وسماجی امر نہیں، بلکہ اس مذہب کی بنیاد ہوتا ہے۔مذکورہ شعر میں معبود کفار کی تعظیم اور کفار کے مذہبی جذبات کا اعزاز ہے،یعنی اس شعر میں متعدد کفر ہیں۔

ڈاکٹر اقبال کے شعر پر کفر کا فتویٰ

معبودان ہنود کی تعریف وتوصیف میں شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے متعدد نظمیں لکھی ہیں۔ان نظموں اوران اشعار کو متصوفین ووہابیہ نقل کرتے ہیں اوران اشعار اور نظموں کو اپنے طرز عمل کے لیے سند جواز سمجھتے ہیں،حالاں کہ کسی کی غلطی کو دلیل بنانا بجائے خود غلط ہے۔

ڈاکٹر اقبال یقیناً اردو زبان کا عظیم شاعر، بے نظیر سیاست داں اور نبض شناس مفکر تھا، لیکن اس کے بہت سے اشعار اور نظموں میں کفریات ومحرمات پائے جاتے ہیں۔اس کی زندگی میں بھی اس کی نظموں اور اشعار پر اعتراضات کیے گئے اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا۔

ایک خبر یہ بھی ہے کہ موت سے قبل اقبال نے اپنے غلط امور سے توبہ کر لی تھی۔علامہ طیب دانا پوری قدس سرہ العزیز کی کتاب 'تجانب اہل سنت'' کے مقدمہ میں ڈاکٹر اقبال کی توبہ کا ذکر ہے۔شاید اسی توبہ کی خبر کے سبب علمائے کرام اس کی تکفیر سے سکوت کرتے ہیں۔

ڈاکٹر اقبال (۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء) کی زندگی میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے خلیفہ حضرت علامہ دیدار علی شاہ لاہوری علیہ الرحمۃ والرضوان سابق خطیب مسجد وزیر خاں

وناظم اعلیٰ جامعہ حزب الاحناف لاہور نے ڈاکٹر اقبال کے کفر کا فتویٰ دیا۔ یہ فتویٰ ۱۵؍اکتوبر ۱۹۲۵ء کو لاہور کے مشہور اخبار ''زمیندار'' میں شائع ہوا۔ اقبال کی موت سے تیرہ سال قبل یہ فتویٰ شائع کیا گیا تھا، پس ثابت ہوگیا کہ اقبال کی حیات میں ہی اس کی نظموں اور اشعار پر سوالات ہوئے۔ علامہ دیدار علی شاہ قدس سرہ العزیز لاہور میں رہتے تھے۔ اقبال کا وطن بھی لاہور تھا اور اخبار زمیندار بھی لاہور سے چھپتا تھا، لہٰذا فتویٰ کی خبر اقبال کو ضرور ہوئی ہوگی۔

مستفتی محمد صدیق سہارنپوری نے سوال نامہ میں سورج کی توصیف بیانی، توہین موسیٰ علیہ السلام ومدح رام سے متعلق اقبال کے اشعار نقل کیے۔ اقبال نے اپنے اشعار میں سورج کو یزداں و پروردگار کہا تھا۔ رام سے متعلق سائل کے نقل کردہ چند اشعار درج ذیل ہیں۔

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز　　اہل نظر سمجھتے ہیں اس کو امام ہند

اعجاز اس چراغ ہدایت کا ہے یہی　　روشن تر از سحر ہے زمانے میں شام ہند

استفتا میں سورج کو خدائی صفات سے متصف کرنے اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کے بارے میں سوال ہے اور دریافت کیا گیا ہے کہ: ''ہندوؤں کے ایک بزرگ کو جسے وہ خدا کا اوتار مانتے ہیں، امام اور چراغ ہدایت کے الفاظ سے یاد کرے اور اس کی تعریف میں رطب اللسان ہو، کیا ایسا آدمی اسلام پر ہے یا کفر پر؟ اس کے ساتھ لین دین، نشست وبرخاست اور ہر طرح کا مقاطعہ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ دیدار علی شاہ قدس سرہ العزیز کا جواب درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''اسم پروردگار اور یزداں عرفاً مخصوص ذات جناب باری ہے اور ''اوتار'' ہنود کے نزدیک خدا کے جنم لینے کو کہتے ہیں۔ اندریں صورت یزداں اور پروردگار آفتاب کو کہنا صریح کفر ہے۔ علیٰ ہذا خدا کے جنم لینے کا عقیدہ بھی کفر، اور توہین موسیٰ علیہ السلام بھی کفر اور توہین بزرگان دین فسق، لہٰذا جب تک ان کفریات سے قائل اشعار مذکورہ توبہ نہ کرے، اس سے

ملنا جلنا تمام مسلمان ترک کردیں، ورنہ سخت گنہ گار رہوں گے"۔

(ابومحمد دیدار علی، خطیب فی مسجد وزیر خاں المرحوم)

(ذکر اقبال: صفحہ ۱۲۵، ۱۲۶-عبد المجید سالک)

(زمیندار ۱۵: اکتوبر ۱۹۲۵ء-مولوی ظفر علی خاں)

(زندہ رود صفحہ ۳۵۲، ۳۵۳-جاوید اقبال)

(اقبال حقیقت کے آئینے میں: از، عبد الرؤف: ص146-148-ادارہ اقبال شناسی)

ہندو دھرم میں نبی ورسول کی بعثت کو محال مانا جاتا ہے۔ ہندو لوگ اوتار واد کے قائل ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کی شکل میں جنم لیتا ہے۔ اسی مخلوق کو قوم ہنود خدا کا اوتار کہتی ہے۔ ہندو مذہب میں اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے اوتار دونوں کی عبادت کی جاتی ہے۔ اوتار واد دراصل اتحاد وحلول کا عقیدہ ہے کہ خدا کسی مخلوق میں حلول کر جاتا ہے۔ ہندو دھرم کے مطابق رام اور کرشن خدا کے اوتار ہیں، لہٰذا رام کے وجود سے رام کی شکل میں خدا کا وجود مراد ہے اور رام کی پیدائش سے رام کی شکل میں خدا کی پیدائش مراد ہے۔

رام کے وجود پر قوم ہنود کو اس لیے ناز ہے کہ قوم ہنود کے عقیدہ کے مطابق رام کی شکل میں خدا تعالیٰ کی پیدائش ہوئی اور رام کی شکل میں خدا کا وجود ہے۔ رام کے ایسے وجود کا عقیدہ اور ایسی پیدائش کا عقیدہ کفری عقیدہ ہے، لہٰذا ایسے رام کا وجود ماننا کفر ہے۔ ایسے رام کو امام ہدایت اور چراغ ہدایت کہنا کفر ہے۔ ایسے رام کا اعتقاد رکھنا کفر ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کسی مخلوق میں حلول واتحاد سے پاک ہے اور کسی مخلوق کی شکل میں جنم لینے سے پاک ہے۔ اوتار واد کا نظریہ برہمنوں کا ایجاد کردہ کفری عقیدہ ہے۔ اللہ اس ذات واجب الوجود ازلی ابدی کا نام ہے جو حلول واتحاد اور جنم لینے سے پاک ہے۔ وہ ساری کائنات کا خالق ہے۔ وہ خود پیدا ہونے اور جنم لینے سے پاک ہے۔

منقولہ بالا فتویٰ قریباً ایک صدی پہلے کا ہے۔ آج کل متصوفین ڈاکٹر اقبال کے کفریہ

اشعار کو ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں، حالاں کہ ان اشعار پر اسلاف اہل سنت کے فتاویٰ موجود ہیں۔قوم ہنود سے محض سیاسی تعلقات رکھے جائیں۔ مذہبی معاملات ان کے خاص معاملات ہیں۔ہم ہندؤں کی خوشنودی حاصل کر کے اپنی آخرت کو تباہ و برباد نہیں کر سکتے۔

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے اقبال سے متعلق رقم فرمایا:''شکوہ کے جواب میں جواب شکوہ لکھا۔اس میں اور کفریات بکے۔شکوہ سے توبہ تو نہ کی۔نئی نسلوں نے ڈاکٹر کی بجائے علامہ کہنا لکھنا شروع کر دیا۔اس کی توبہ بعد جواب شکوہ لوگ کہتے ہیں۔اس کی کوئی کتاب اور کوئی مضمون میری نظر سے نہیں گزرا ہے۔'' کیف وقد قیل'' کے لحاظ سے اگر کوئی اب کف لسان کرے، شکوہ و جواب شکوہ کو کفریات جانے تو اس پر کوئی مواخذہ نہ ہونا چاہئے: واللہ تعالیٰ اعلم''۔(فتاویٰ مفتی اعظم ہند: پنجم:ص358-اکبر بک کارنر لاہور)

شکوہ و جواب شکوہ کے علاوہ بھی اقبال کے بہت سے اشعار میں کفریات پائے جاتے ہیں۔غلط یقیناً غلط ہی ہے، خواہ اسے کوئی تعلیم یافتہ سرانجام دے، یا کوئی ان پڑھ یا گنوار۔

امام کفر کو امام ہدایت کہنا کفر

مصرع دوم میں ہے کہ اہل نظر رام کو امام ہند مانتے ہیں۔ بقول فیصل اہل نظر سے ہنود مراد ہیں تو ہنود اسے امام ہدایت مانتے ہیں، کیوں کہ وہ ہنود کی نظر میں اوتار ہے۔

اپنے اوتار کو ہنود امام ہدایت ہی مانتے ہیں، جیسے مسلمان اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امام ہدایت مانتے ہیں۔اولاً معبودان ہنود کا وجود ہی فرضی ہے، ثانیاً وجود فرض بھی کیا جائے تو ان لوگوں نے اپنی عبادت و پرستش کی ہدایت کی ہے۔یہ ائمہ کفر وضلالت ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے معبودان ہنود سے متعلق رقم فرمایا:

(1)''رام وکرشن و مانند آنہا کہ الٰہہ ہنود اند''۔

(مکتوبات: جلد اول مکتوب صد وشصت وہفتم:ص170-مطبع نول کشور لکھنو)

(رام وکرشن اوران کے امثال جوقوم ہنود کے معبود ہیں)

(2)''بہروے رام ہندو کہ اظہار اخلاص ایں طائفہ علیہ نمودہ بود: الخ)(ایضاً)

(رام ہندو(سناتن دھرمی) ہے، موحد نہیں)

(3)''الہہ ہنود خلق رابعبادت خود تلقین کردہ اند، وخود را اللہ دانستہ''۔

(مکتوبات: جلد اول مکتوب صد وشصت وہفتم-171-مطبع نول کشور لکھنو)

ترجمہ: ہنود کے معبودوں نے مخلوق کو اپنی عبادت کی تلقین کی ہے اور اپنے آپ کو معبود سمجھا ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے بھی سبع سنابل شریف کے حوالہ سے کرشن کے کافر ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔(فتاویٰ رضویہ: جلد 14:ص656-جامعہ نظامیہ لاہور)

دراصل ویدک دھرم میں اوتار کی عبادت کی جاتی ہے۔ان اوتاروں کا تعلق ویدک دھرم سے ہے۔ویدک دھرم میں رام کو ساتواں اوتار اور کرشن کو آٹھواں اوتار مانا جاتا ہے۔

الحاصل وجود حقیقی ہو یا فرضی ، بہرصورت ہنود اپنے معبود مذکور کو امام ہدایت قرار دیتے ہیں ۔اگر وجود مانا جائے تو یہ سب دعویداران الوہیت اور ائمہ کفر ہیں ، نہ کہ ائمہ ہدایت ۔قرآن مجید میں ایسوں کو ائمہ کفر کہا گیا۔ایسوں کو امام ہدایت کہنا قرآن مقدس کی مخالفت ہے اوران لوگوں کے کفریات کو ہدایت بتانا ہے اور کفریات کو ہدایت کہنا کفر ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:(فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ)(سورہ توبہ: آیت 12)

ترجمہ: تو کفر کے سرغنوں سے لڑو۔(کنزالایمان)

فرعون بھی خدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے فرعون اور قوم فرعون سے متعلق ارشاد فرمایا:(وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ)(سورہ قصص: آیت 41)

ترجمہ: اور انہیں ہم نے دوزخیوں کا پیشوا بنایا کہ آگ کی طرف بلاتے ہیں۔

ہر مشرک قوم اپنے معبود کو امام ہدایت مانتی ہے۔اسی طرح ہنود بھی اپنے معبود مذکور کو امام ہدایت مانتے ہیں۔ائمہ کفر کو ائمہ ہدایت ماننا قرآن مجید کی صریح مخالفت اور کفر ہے۔

خطیب نے بھی رام کو امام ہدایت ہی مانا ہے، کیوں کہ اس نے امام کا رتبہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ امام کا رتبہ سب سے بلند ہوتا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ امام ہدایت کا رتبہ بلند ہوتا ہے۔امام کفر وضلالت کا رتبہ بلند نہیں ہوتا ہے اور امام کفر کو امام ہدایت کہنا قرآن عظیم کی مخالفت ہے۔اگر رام کا وجود ہے تو وہ امام کفر ہے، نہ کہ امام ہدایت۔

خطیب نے کہا:''جو انٹیلیکچول کلاس ہے، جو چیزوں کی گہرائی میں اتر کر ان کی حقیقتوں کو جاننے کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ شری رام کو امام ہند مانتا ہے۔

امام سے بڑا کسی کا درجہ نہیں ہوتا۔ہندوستان میں سب سے بڑے اس انسان کو امام ہند کے نام سے ڈاکٹر اقبال نے یاد کیا ہے۔رام نام ہے سچائی کا:الخ''۔

''ہندوستان میں سب سے بڑے اس انسان کو امام ہند کے نام سے ڈاکٹر اقبال نے یاد کیا ہے''۔یہ جملہ یقیناً خطیب کا ہے۔اس جملے میں غیر مومن معبود کفار کو ملک کا سب سے بڑا انسان کہا گیا ہے۔یہ قرآن کی مخالفت ہے،، نیز اس کے امام ہونے کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔

اگر یہی مانا جائے کہ خطیب نے غیروں کا قول نقل کیا ہے تو بھی اس مقام پر کفر ثابت ہوگا، کیوں کہ قول غیر کی نقل صرف دو صورت میں جائز ہے: کفری قول کے رد وابطال کے لیے اور قائل کے خلاف شہادت کے واسطے۔مذکورہ شعر میں بھی کفریہ قول معبود ہنود کی تعریف ومدح کے طور پر منقول ہے۔تردید وتقبیح اور شہادت وگواہی کے واسطے منقول نہیں۔

خطیب کے اسلوب کلام سے اس کفریہ نظریہ کا استحسان اور اس کو اچھا سمجھنا واضح ہے۔بطور استحسان کفریہ کلام نقل کیا جائے تو ناقل پر حکم کفر وارد ہوگا۔یہ ایک نظم کا شعر ہے۔اس نظم میں مزید توصیفی مصرعے موجود ہیں۔ان سے واضح ہے کہ یہ اشعار مدح وثنا کے واسطے ہیں۔

کتھائی مجلس کے خطاب میں اس شعر کو نقل کیا گیا، اس کی تشریح کی گئی اور اس شعر کو سند بنایا گیا ہے۔ اس کی تقبیح نہیں کی گئی۔ کتھائی خطاب میں اسلوب کلام سے واضح ہے کہ شعر کے مشمولات ومندرجات کو صحیح ودرست سمجھا گیا ہے، لہٰذا خطیب کے اسلوب کلام سے کفریات کی تحسین ظاہر ہے اور کفریات کی تحسین کفر ہے۔ خطیب پر اسلوب کلام کے اعتبار سے بھی حکم شرعی وارد ہوگا۔ اسلوب کلام کے اعتبار سے شرعی حکم وارد ہونے کی بحث باب بست ویکم میں مرقوم ہے۔ خطاب میں مدح وستائش کی باربار تاکید ہے اور ایز اے مسلمان کہہ کر اپنی جانب ان امور کی نسبت بھی ہے کہ میں بحیثیت مسلمان رام کو ایسا مانتا ہوں۔

باب شانزدہم میں کتاب الشفا کے حوالہ سے غیر کے کفریہ کلام کی نقل کی چار صورتیں اور ان کے احکام مرقوم ہیں۔ اگر کتھائی خطاب میں اقوال غیر کی نقل ہے تو وہ چوتھی قسم کی نقل ہے۔ اس قسم کی نقل پر حکم کفر وارد ہوگا، کیوں کہ یہ نقل استحسان کے ساتھ ہے۔ اسلوب خطاب استحسان کو ثابت کرتا ہے۔ خطاب میں انکار وبرائت کا کوئی اشارہ بھی موجود نہیں۔

کتھائی خطاب میں آیات قرآنیہ کی مخالفت

(1) جو الفاظ وکلمات کتھائی خطاب میں مذکور ہیں، وہ معبود کفار کی صریح مدح وستائش اور قولی تعظیم کے قبیل سے ہیں، لہٰذا وہ کفر ہیں۔ باب بست ودوم میں تفصیلی بحث ہے کہ مدح وستائش قولی تعظیم ہے۔ قول وفعل دونوں سے تعظیم بھی ہوتی ہے اور تنقیص بھی۔

امام ابوعبداللہ قرطبی مالکی (م ۱۷۶ھ) نے رقم فرمایا: (**فأما ما یضاف إلیه من قولهم: تلک الغرانیق العلا–فکذب علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم–لان فیه تعظیم الاصنام–ولا یجوز ذلک علی الانبیاء**)

(تفسیر قرطبی: جلد 12: ص 86 - مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے، یعنی لوگوں کا قول

(تلک الغرانیق العلی)، پس یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا ہے، کیوں کہ اس میں بتوں کی تعظیم ہے اور یہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے جائز نہیں۔

قصہ غرانیق جھوٹی روایت ہے، کیوں کہ اس میں بتوں کی تعظیم ہے اور بتوں کی تعظیم حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے جائز نہیں، نہ ہی امتیوں کے لیے بتوں کی تعظیم جائز ہے۔قصہ غرانیق میں بتوں کی تعریف ومدح سرائی تھی۔اسی مدح سرائی کو تعظیم سے تعبیر کیا گیا ہے، یعنی بتوں کی توصیف ومدح سرائی بتوں کی قولی تعظیم ہے۔

(2) کتھائی خطاب میں غیر مومن معبود کفار کو پاک وجود کہا گیا ہے اور غیر مومن معبودان باطل کو پاک وجود کہنا قرآن مقدس کی مخالفت ہے۔قرآن مجید میں بتوں کو ناپاک کہا گیا ہے اور بت سے غیر مومن معبود کفار مراد ہیں، نہ کہ خاص کر پتھر کے بت۔پتھر کے بت بھی معبودیت کے سبب ہی معنوی طور پر ناپاک قرار پائے، ورنہ پتھر، مٹی ودیگر اجناس ارض پاک ہیں۔ان سے تیمّم جائز ہے۔نجس العین صرف خنزیر ہے۔خنزیز کے علاوہ دیگر چیزیں اسی وقت ناپاک ہوں گی جب نجاست سے ملوث ہوں۔اسی طرح انسان جنابت وحیض ونفاس کے سبب حکمی طور پر نجس ہو جاتا ہے۔اصنام واوثان معنوی طور پر نجس ہیں:

ارشاد الٰہی ہے:(فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ) (سورہ حج: آیت 30)

ترجمہ: تو دور ہو بتوں کی گندگی سے۔(کنز الایمان)

بتوں کی نجاست سے معنوی نجاست مراد ہے، جیسے مشرکین کو ناپاک کہا گیا۔

(3) قوم ہنود کے اوتار و بھگوان فرضی وخیالی ہیں۔اگر قوم ہنود کے معبود مذکور کا حقیقی وجود تسلیم کیا جائے تو اس کا کافر ہونا ثابت ہے۔باب بست وسوم: فصل اول میں تفصیل ہے۔

کفار ومشرکین کو پاک وجود کہنا بھی قرآن مقدس کی مخالفت ہے۔قرآن مجید نے مشرکین کو بھی ناپاک قرار دیا ہے، یعنی کفر وشرک کے سبب وہ معنوی طور پر ناپاک ہیں۔

ارشاد الٰہی ہے:(یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ) (سورہ توبہ: آیت 28)

ترجمہ: اے ایمان والو! مشرک نرے ناپاک ہیں۔ (کنزالایمان)

(4) کتھائی خطاب میں غیر مومن معبود کفار کو امام مانا گیا اور اسے ملک بھر میں سب سے بلند رتبہ مانا گیا ہے۔ اس کا واضح مفہوم ہے کہ اس کو امام ہدایت مانا گیا ہے، کیوں کہ امام ضلالت بلند رتبہ نہیں ہوتا ہے۔ جب اس کو امام ہونے کی حیثیت سے بلند رتبہ کہا گیا تو اسے امام ہدایت ہی تسلیم کیا گیا ہے، کیوں کہ امام کفر وضلالت بلند رتبہ نہیں ہوتا ہے۔ امام کفر کو امام ہدایت ماننا کفر ہے، کیوں کہ اس کو امام ہدایت مانا اس کے کفریات کو ہدایت ماننا ہے۔

اگر قوم ہنود کے معبود مذکور کا حقیقی وجود مانا جائے تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے قول سے اس کا کافر وامام کفر ہونا ثابت ہے۔ اگر وجود حقیقی نہ مانا جائے، بلکہ اس کا فرضی وجود تسلیم کیا جائے تو بھی وہ معبود کفار ہونے کی حیثیت سے منبع کفر ومرکز شرک ہے۔

ایسے کو امام ہدایت اور بلند رتبہ کہنا قرآن عظیم کی مخالفت ہے۔ قرآن مقدس نے ایسوں کو امام کفر قرار دیا ہے اور امام کفر کو امام ہدایت کہنا آیات قرآنیہ کی مخالفت ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: (فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ) (سورہ توبہ: آیت 12)

ترجمہ: تو کفر کے سرغنوں سے لڑو۔ (کنزالایمان)

فرعون بھی خدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور قوم فرعون سے متعلق ارشاد فرمایا: (وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ) (سورہ قصص: آیت 41)

ترجمہ: اور انہیں ہم نے دوزخیوں کا پیشوا بنایا کہ آگ کی طرف بلاتے ہیں۔ (کنزالایمان)

(5) امام کفر ملک بھر میں بلند رتبہ نہیں ہوسکتا ہے، بلکہ امام کفر کافروں سے بھی بدتر ہوگا۔ اگر اس ملک میں مومنین رہتے ہوں تو کافر یا امام کفر کو سب سے بلند رتبہ کہنا قرآن مقدس کی مخالفت ہے۔ قرآن مقدس نے مومن کو کافر سے افضل وبرتر قرار دیا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:(وَلَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكٍ)(سورہ بقرہ: آیت 221)

ترجمہ: اور بے شک مسلمان غلام مشرک سے اچھا۔(کنز الایمان)

اگر معبود مذکور کا وجود ہے تو وہ کافر ہے جیسا کہ مجدد الف ثانی نے رقم فرمایا ہے۔

ملک ہند میں مومن بھی ہیں اور جب کوئی مشرک مومن سے افضل نہیں ہوسکتا ہے تو جو غیر مومن معبود کفار اور منبع کفر وشرک ہو، وہ ملک بھر میں سب سے افضل کیسے ہوسکتا ہے۔

کتھائی خطاب میں پانچ آیات قرآنیہ کی مخالفت

(1) غیر مومن معبود کفار کو پاک وجود کہنا قرآن مقدس کی مخالفت ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:(فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ)(سورہ حج: آیت 30)

ترجمہ: تو دور ہو بتوں کی گندگی سے۔(کنز الایمان)

بتوں کی نجاست سے معنوی نجاست مراد ہے، جیسے مشرکین کو ناپاک کہا گیا۔

(2) اگر معبود مذکور کا وجود مانا جائے تو وہ کافر اور قوم ہنود کا اوتار ہے۔ کافر کو پاک وجود کہنا قرآن عظیم کی مخالفت ہے۔ قرآن مقدس میں کافر ومشرک کو ناپاک قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:(يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اِنَّمَا الۡمُشۡرِكُوۡنَ نَجَسٌ)(سورہ توبہ: آیت 28)

ترجمہ: اے ایمان والو! مشرک نرے ناپاک ہیں۔(کنز الایمان)

(3) کسی کافر ومشرک یا غیر مومن معبودان کفار کو کسی مومن سے افضل کہنا قرآن عظیم کی مخالفت ہے اور یہ کفر ہے۔ رام کا وجود فرض کرنے کی صورت میں رام کافر واوتار ہے۔

اگر رام فرضی شخص ہو تو کوئی فرضی شخص مومن سے افضل نہیں ہوسکتا، کیوں کہ مومن ایمان کے سبب غیر مومن سے افضل ہے اور فرضی وخیالی شخص کا وجود ہی نہیں تو اس کے لیے ایمان بھی ثابت نہیں، پس وہ مومن سے افضل بھی نہیں ہوسکتا ہے، کیوں کہ سبب افضلیت موجود نہیں ہے۔ رام کو ملک بھر میں سب سے بلند رتبہ کہنا قرآن عظیم کی مخالفت ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:(وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ)(سورہ بقرہ:آیت 221)

ترجمہ:اور بے شک مسلمان غلام مشرک سے اچھا۔(کنز الایمان)

(4-5)قوم ہنود کے معبود مذکور کا وجود حقیقی ہو یا فرضی ،بہر صورت ہنود اپنے معبود مذکور کو امام ہدایت قرار دیتے ہیں۔اگر وجود مانا جائے تو معبود مذکور اپنی الوہیت کا دعویدار اور ائمہ کفر میں سے ہے،نہ کہ ائمہ ہدایت میں سے۔قرآن مجید میں ایسوں کو ائمہ کفر کہا گیا۔ خطیب کا اسے بلند رتبہ کہنا واضح دلیل ہے کہ وہ قوم ہنود کے معبود مذکور کو امام ہدایت مانتا ہے۔ امام کفر وضلالت کو امام ہدایت ماننا قرآن مقدس کی مخالفت ہے اور قرآن کی مخالفت کفر ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:(فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ)(سورہ توبہ:آیت 12)

ترجمہ:تو کفر کے سرغنوں سے لڑو۔(کنز الایمان)

فرعون بھی خدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے فرعون اور قوم فرعون سے متعلق ارشاد فرمایا:(وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ)(سورہ قصص:آیت 41)

ترجمہ:اور انہیں ہم نے دوزخیوں کا پیشوا بنایا کہ آگ کی طرف بلاتے ہیں۔

ہر مشرک قوم اپنے معبود کو امام ہدایت مانتی ہے۔اسی طرح ہنود بھی اپنے معبود مذکور کو امام ہدایت مانتے ہیں۔ائمہ کفر کو ائمہ ہدایت ماننا قرآن مجید کی صریح مخالفت اور کفر ہے۔

کٹھائی خطاب میں مدح کی تاکید در تاکید

کٹھائی خطاب میں بہت سے جملے کفریہ ہیں۔بالفرض اگر وہ تمام جملے ہنود کے ہیں اور خطیب نے ہنود کے جملے نقل کیا ہے تو بھی یہ نقل استحسان وتاکید کے ساتھ ہے،لہٰذا حکم کفر وارد ہوگا۔خطیب کے درج ذیل اقتباسات سے ماقبل کے مدحیہ کلمات کی تاکید ہوتی ہے۔

خطیب نے پیراگراف(3)کے درمیانی حصے میں کہا:

میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔نفرت کے

مقابلے میں محبت کے اس نے بادل برسائے۔انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس کروایا۔ سیتا جی کے ساتھ ایک آ تنگ وادی نے جو آ تنکت کرنے کی گھٹنا رچی تھی ، ہم اسے راون کے نام سے جانتے ہیں۔اس آ تنگ واد کے خلاف شری رام نے جہاد چھیڑا تھا۔

خطیب نے پیراگراف (4) کے اخیر میں کہا:

''شری رام نے اس کے خلاف جدوجہد کیا تھا مانوتا کی عزت بچانے کے لیے۔صرف سیتا جی کی عزت کا سوال نہیں تھا۔قیامت کی صبح تک پیدا ہونے ان ساری سیتاؤں کی عزت کا سوال تھا، جن کی عزت کے لیے شری رام نے اپنے جہاد کا قدم اٹھایا تھا''۔

خطیب نے پیراگراف (5) میں کہا:

''اس عظیم نام کو لیتے ہی نفرت کا خاتمہ ہوتا ہے۔جہاں وہ نام لیا جائے اور وہاں سماج میں نفرت موجود ہوتو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم شری رام کا نام زبان سے تو لیتے ہیں، اپنے عمل میں، اپنے کرتب میں، اپنے سنسکار میں شری رام کو داخل نہیں کرتے''۔

منقولہ بالا تینوں اقتباسات واضح کرتے ہیں کہ ماقبل میں خطیب نے جو کچھ کہا ہے، ان تمام باتوں کو خطیب قبول کرتا ہے اور تسلیم کرتا ہے۔انکار و برائت کا کوئی اشارہ بھی نہیں۔

بالفرض خطیب نے اگر شروع میں اقوال ہنود کو نقل بھی کیا ہو تو بھی منقولہ بالا تینوں اقتباسات کے جملوں اور اسلوب بیان سے واضح ہے کہ خطیب نے ماقبل کے جملوں کو استحسان کے ساتھ نقل کیا ہے۔جس معبود کفار کے حق میں یہ جملے استعمال ہوئے ہیں، خطیب اس کے حق میں ان جملوں کے استعمال کو صحیح اور اچھا سمجھتا ہے۔ان جملوں میں قرآن مقدس کی آیات طیبہ کی مخالفت ہے۔ایسے جملوں کو اچھا سمجھنا کفر ہے۔استحسان کفر بھی کفر ہے۔

باب شانز دہم میں کتاب الشفا کے حوالے سے کسی غیر کے کفریہ کلام کی نقل کی چار صورتیں اور ان کے احکام مرقوم ہیں۔کتھائی خطاب میں اگر نقل ہے تو یہ چوتھی قسم کی نقل

ہے۔اس نقل پر حکم کفر وارد ہوگا، کیوں کہ یہ نقل استحسان کے ساتھ ہے: واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی کفار کے قول (ہذا ربی) کو نقل فرمایا تھا، لیکن آپ نے اس قول کو باطل قرار دینے کے واسطے اسے نقل فرمایا تھا اور اسی بحث میں اس قول کو باطل بھی قرار دیا۔اس کی تفصیل باب ہفد ہم میں مرقوم ہے۔کتھائی خطاب میں ان کفریہ جملوں کی تردید نہیں ہے، بلکہ اسلوب بیان اور طرز کلام سے تحسین وتاکید ثابت ہے۔

استفتا میں خطیب کا اقرار ہے کہ اس نے خطاب کے ذریعہ قوم ہنود کو مسلمانوں پر ظلم وستم سے روکنے کی کوشش کی تھی۔فیصلہ دوم وسوم میں بھی رقم فرمایا گیا کہ اسی مقصد سے ہنود کے اقوال نقل کر کے ان پر حجت قائم کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ اس نیک نیتی پر خطیب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور حسن نیت کے سبب غلط باتوں سے توبہ کی توفیق عطا فرمائے: (آمین)

بالفرض اگر خطاب میں مذکور تمام تعریفی جملے بھی غیروں کے ہوں تو بھی حکم کفر وارد ہوگا، کیوں کہ کہیں بھی ان کفریات کی تردید وانکار نہیں، بلکہ اس خطاب کو پڑھنے والا ہر شخص یہی کہے گا کہ خطیب نے ان جملوں کو اچھا سمجھ کر نقل کیا ہے۔اسلوب کلام اور طرز بیان سے استحسان ثابت ہے۔اسی خطاب کے اخیر میں خطیب نے یہ بھی کہا ہے:

''میں تو صرف اپنی بھاؤناؤں کو آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ انسانیت، آدمیت، یہ اس ملک کی کلپنا ہے۔یہ اس ملک کی پہچان ہے سارے جہاں میں''۔

ان جملوں سے بھی واضح ہے کہ خطیب نے ماقبل کے جملوں کی تردید نہیں کی۔کفریہ کلمات کی نقل کی دو ہی جائز صورتیں جائز ہیں: (1) تردید وتقبیح کے لیے نقل کرنا (2) یا قائل کے خلاف شہادت وگواہی کے لیے نقل کرنا۔کتھائی خطاب میں دونوں صورتیں مفقود ہیں۔چوں کہ کفریہ کلمات کی نقل بطور استحسان ہے، لہٰذا حکم کفر وارد ہوگا۔

کفار کے کفریہ کلام کو نقل کر کے اس کا رد کیا جائے، یا قائل کے خلاف گواہی دی جائی تو

ان دو مقصد سے کفریہ کلام کی نقل جائز ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کفار کے قول (ہذا ربی) کو نقل کر کے اس کا رد فرمایا ہے۔ انہوں نے ستارہ وچاند وسورج میں سے ہر ایک کے ڈوبتے ہی کفار کے کفریہ قول کی تردید فرمادی۔ ستارہ وچاند وسورج کے غروب کے ذریعہ ہی ان کے معبود نہ ہونے کی تفہیم کرنی تھی، اس لیے کفریہ قول کی تردید کے لیے اسے نقل کیا گیا، اور ستارہ وچاند وسورج کے ڈوبتے ہی ان کی معبودیت کا رد فرمادیا۔

جب کہ کتھائی خطاب میں تردید کی بجائے مدح وستائش کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔ ان کلمات پر حکم کفر وارد ہوگا۔ کفریہ کلمات میں نیت کا اعتبار نہیں اور خطیب کے اسلوب کلام سے نقل ہونا ثابت نہیں۔ باب سیزدہم میں کفریہ کلمات میں نیت کے غیر معتبر ہونے کا ذکر ہے اور اسلوب کلام کے اعتبار سے شرعی حکم وارد ہونے کی بحث باب بست ویکم میں ہے۔

کتھائی خطاب میں نقل کا دعویٰ ثابت نہیں

اسلوب کلام سے بالکل ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ کتھائی خطاب میں اقوال غیر کی نقل ہے۔ خطیب نے کہا ہے کہ میں بحیثیت مسلمان رام کو کیسا مانتا ہوں، اس کو بتانے کے لیے خطیب نے ڈاکٹر اقبال کا شعر نقل کیا اور اس شعر میں وارد الفاظ کی تشریح اپنے الفاظ میں کی ہے اور رام سے متعلق بہت سے توصیفی جملے کہا ہے۔ کتھائی خطاب کا ضروری حصہ منقولہ ذیل ہے۔

''آج ہم اس رام کتھا میں ہیں اور مراری باپو ہی کو حق پہنچتا ہے رام کتھا کی کتھا بیان کرنے کا۔ رام کو کس طرح سے لوگوں نے دیکھا، سمجھا، پرکھا؟ میں نے ایز اے مسلمان کس طرح دیکھا؟ میری تاریخ ادب اردو نے شری رام کی حیثیت کو کس طرح جانوایا اور پہچانوایا؟

میں ڈاکٹر اقبال کی اس نظم کا حوالہ دوں گا جس نظم کا عنوان ہی ہے: ''رام''۔

ڈاکٹر اقبال لکھتے ہیں:

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز　　اہل نظر سمجھتے ہیں ان کو امام ہند

شری رام کا وجود ایسا پاک اور پوتر وجود ہے۔ان کا کیرکٹر اتنا نرالا، پیارا اور بے مثال ہے کہ جو انٹیلیکچول کلاس ہے، جو چیزوں کی گہرائی میں اتر کر ان کی حقیقتوں کو جاننے کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ شری رام کو امام ہند مانتا ہے۔

امام سے بڑا کسی کا درجہ نہیں ہوتا۔ ہندوستان میں سب سے بڑے، اس انسان کو امام ہند کے نام سے ڈاکٹر اقبال نے یاد کیا ہے۔رام نام ہے سچائی کا جو جھوٹ کو پراجت کرتا ہے۔رام نام ہے مظلوموں اور دکھی لوگوں کی حمایت کا، جو ظلم کی گردن پکڑتا ہے۔رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا جو جھلساتی ہوئی دھوپ میں انسان کے لیے چھتر چھایا بن جاتی ہے۔

رام نام ہے سورج کی اس روشنی کا جس کے ذریعہ اندھیرے دور ہوتے ہیں۔رام نام ہے چاند کی اس چاندنی کا جس کے ذریعہ لوگوں کو سکون ملتا ہے۔

میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔نفرت کے مقابلے میں محبت کے اس نے بادل برسائے۔انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس کروایا۔

سیتا جی کے ساتھ ایک آتنگ وادی نے جو آتنکت کرنے کی گھٹنا رچی تھی، ہم اسے راون کے نام سے جانتے ہیں۔اس آتنک واد کے خلاف شری رام نے جہاد چھیڑا تھا۔

(4) آج لفظ جہاد اور لفظ آتنک پر بڑی بحث ملک بھر میں ہو رہی ہے۔ میں باپو کی موجودگی میں اپنا سو بھاگیہ سمجھتا ہوں کہ اپنے وچاروں کو آپ کے سامنے دو چار منٹ کی اگر اجازت ہو تو رکھ دوں۔ایک چیز ہے آتنک واد، جس سے ہمارا پورا ملک پیڑت ہے۔

ہمارا ہی ملک نہیں، پورا سنسار پیڑت ہے۔کسی کو آتنکت کرنا یہی تو ہے آتنک واد۔

اور جو ایسا کرتب کرتا ہے، وہی ہے آتنک وادی۔ایسے آتنک واد کا توڑ اور ایسے آتنک واد کے خلاف لڑائی لڑنے کا نام عربی زبان میں جہاد ہے۔اس لفظ ''جہاد'' کو اتنا اپوتر کر کے رکھا ناپاک لوگوں نے کہ جو لڑائی آتنک کے خلاف لڑنے کا ہتھیار تھا، اسی ہتھیار کو

آج آتنک کا نام دے دیا گیا۔ جہاد نام ہے جدوجہد کا، پریشرم کا، پازیٹیو وے میں پریشرم کا نام جہاد ہے اور نگیٹو وے میں پریشرم کا نام آتنک واد ہے۔ اسی نگیٹو وے میں جب پریشرم کیا تھا راون نے تو شری رام نے اس کے خلاف جدوجہد کیا تھا مانوتا کی عزت بچانے کے لیے۔ صرف سیتا جی کی عزت کا سوال نہیں تھا۔ قیامت کی صبح تک پیدا ہونے والی ان ساری سیتاؤں کی عزت کا سوال تھا، جن کی عزت کے لیے رام نے اپنے جہاد کا قدم اٹھایا تھا۔

(5) اس عظیم نام کو لیتے ہی نفرت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ جہاں وہ نام لیا جائے اور وہاں سماج میں نفرت موجود ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم شری رام کا نام زبان سے تو لیتے ہیں، اپنے عمل میں، اپنے کرتب میں، اپنے سنسکار میں شری رام کو داخل نہیں کرتے: الخ''۔

خطیب نے رام سے متعلق اپنا نظریہ بتانے کے لیے ڈاکٹر اقبال کے شعر کو نقل کیا۔ اس کے بعد خطیب نے ڈاکٹر اقبال کے شعر کی تشریح اپنی جانب سے کی ہے۔ خطیب نے جو کچھ کہا، وہ ڈاکٹر اقبال کے شعر کی تشریح ہے۔ قول غیر کی نقل نہیں ہے۔ خطیب نے جو کہا کہ دانشور طبقہ فلاں کو امام ہند مانتا ہے تو شعر میں ''اہل نظر'' کا لفظ وارد ہے۔ اسی لفظ کی تشریح ''انٹیلیکچو ل کلاس'' (دانشور طبقہ) سے خود خطیب نے کی ہے۔ شعر میں وارد لفظ وجود کی تشریح پاک وجود سے خود خطیب نے کی ہے۔ شعر میں وارد لفظ امام کی تشریح (امام کے بلند رتبہ ہونے اور ہندوستان میں سب سے بڑے انسان ہونے کے ذریعہ) خود خطیب نے کی ہے۔ یہ تمام کلمات خود خطیب کے ہیں، نقل نہیں ہیں جیسا کہ اسلوب کلام سے بھی یہی واضح ہے۔

خطیب نے جو توصیفی جملے کہے ہیں کہ وہ چاندنی ہے، وہ سورج کی روشنی ہے، وغیرہ۔

خطیب نے یہ تمام جملے لفظ امام کی تشریح وتوضیح میں کہے ہیں۔ شعر کی تشریح خود خطیب نے اپنے لفظوں میں بیان کی ہے۔ اگر وہ نقل ہے تو بھی کفر ہے، کیوں کہ یہ نقل استحسان کے ساتھ ہے۔ اگر یہ توصیفی کلمات خود خطیب کے ہیں تو بھی کفر ہے، گرچہ خطیب نے ان کفریہ

کلمات کو ہنود پر حجت قائم کرنے اور قوم ہنود کو ظلم سے روکنے کے لیے کہا ہو۔توبہ کے ذریعہ کفر کو زائل کیا جائے اور خطیب کے حسن آخرت کی کوشش کی جائے۔اسی میں بھلائی ہے۔

خود سے کفریہ کلمات کہنے میں نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔کسی نیت سے کہے، وہ کفر ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی نے قاضی عیاض مالکی کے بیان کردہ کفریہ اقوال کو نقل کرنے کے بعد رقم فرمایا: (وَمَا ذَكَرَه مُوَافِقٌ لِقَوَاعِدِ مَذْهَبِنَا-اِذِ الْمَدَارُ فِي الْحُكْمِ بالكفر عَلَى الظَّوَاهِرِ-وَلَا نَظْرَ لِلْمَقْصُوْدِ وَالنِّيَّاتِ وَلَا نَظْرَ لِقَرَائِنِ حَالِه)

(الاعلام بقواطع الاسلام:ص382)

ترجمہ: جواس نے ذکر کیا، وہ ہمارے مذہب کے قواعد واصول کے موافق ہے، کیوں کہ حکم کفر میں ظاہر پر دار ومدار ہے اور مقصود ونیت کا لحاظ نہیں اور نہ اس (قائل) کے قرائن حالیہ کا اعتبار ہے۔

اگر بالفرض یہ نقل ہو تو نقل کفر کی صرف دو صورتیں جائز ہیں اور یہاں دونوں صورتیں موجود نہیں۔یہاں چوتھی صورت پائی جاتی ہے،لہٰذا حکم کفر وارد ہوگا: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

نقل کفر کی چاروں صورتوں کا تفصیلی بیان اسی حصہ کے باب شانزدہم میں مرقوم ہے۔

چوں کہ یہاں کسی کی آخرت کا سوال ہے۔اگر خطیب توبہ کے ساتھ دربار الٰہی میں حاضر ہو تو یہی بہتر ہے۔جو فیصل حضرات عدم کفر کے قائل ہیں، وہ بھی نظر ثانی فرمائیں۔

فیصل نے پیراگراف (ج) میں جو کچھ رقم فرمایا،اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ خطیب نے ہنود کے اقوال کو نقل کیا کہ ہنود کا معبود مذکور ہنود کے دانشور طبقہ کی نظر میں ان صفات کا حامل ہے۔یہ باتیں خطیب نے اپنی جانب سے نہیں کہیں۔اس کے بعد اخیر میں خطیب نے کہا کہ میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا: الخ۔

بقول فیصل یہ خطیب کا اپنا کلام ہے۔اس کے بعد فیصل نے تحریر فرمایا کہ خطیب نے

ہنود کے دانشوروں کا قول نقل کر کے ان پر حجت قائم کی ہے۔فیصل کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

(ج)''میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔ سیتاجی کے ساتھ ایک آتنگ وادی نے جو آتنکت کرنے کی گھٹنا رچی تھی ،ہم اسے راون کے نام سے جانتے ہیں۔اس آتنک واد کے خلاف شری رام نے جہاد چھیڑا تھا۔

یہ اعظمی صاحب نے اپنی بات کہی ہے کہ: میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے اقبال کے بقول ہندوستان کے انٹلیکچول کلاس ہندؤں کی نظر میں نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔نفرت کے مقابلے میں محبت کے بادل برسائے۔انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس کروایا۔سیتاجی کے ساتھ ایک آتنگ وادی نے جو آتنکت کرنے کی گھٹنا رچی تھی تو شری رام نے اس آتنک واد کے خلاف لڑائی چھیڑی تھی اور آتنک واد کے خلاف لڑائی ہی کو عربی زبان میں جہاد کہتے ہیں۔

اس طرح اعظمی صاحب نے اپنی اس تقریر کے ذریعہ مسلمانوں سے نفرت کرنے، ان پر ظلم وستم ڈھانے اور ان کا کشت وخون کرنے والے ہندؤں پر فن منطق کی زبان میں برہان جدل جس میں یہ مقدمہ''رام نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا ہے۔نفرت کے مقابلے میں محبت کے بادل برسائے ہیں''۔جو انٹلیکچول ہندؤں کا مسلمہ ہے،اسے پیش کر کے ان پر حجت قائم کی ہے۔جو صحیح معنی میں مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھانے اور ان کا کشت وخون کرنے سے روکنے کے لیے ان ہندؤں کے سامنے بند باندھنے کی بلیغ کوشش کی ہے۔ جس پر اعظمی صاحب کو ان کی ہمت مردانہ اور حکمت مومنانہ پر بجا طور سے داد دی جانی چاہئے''۔(ص10-11)

بقول فیصل خطیب مذکور نے دانشوران ہنود کے اقوال نقل کر کے ان کے مسلمات کے ذریعہ قیاس جدلی کی طرح ان ہنود پر حجت قائم کی ہے جو مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

خطیب نے انہیں ظلم سے روکنے کی کوشش کی ہے۔

جواب ہے کہ قوم ہنود کو ظلم سے روکنے کی کوشش قابل ستائش ہے، لیکن خطیب نے آغاز خطاب ہی میں کہا ہے کہ میں بحیثیت مسلمان رام کو ایسا مانتا ہوں۔ اگر یہ کہا جاتا کہ تم قوم ہنود کے نزدیک رام ایسا ہے اور تم ہم پر ظلم ڈھاتے ہو، تب خطیب پر حکم وارد نہیں ہوتا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعات

فیصلہ سوم میں مرقوم ہے: ''اس طرح اعظمی صاحب نے اپنی اس تقریر کے ذریعہ مسلمانوں سے نفرت کرنے، ان پر ظلم وستم ڈھانے، اور ان کا کشت وخون کرنے والے ہندوؤں پر فن منطق کی زبان میں برہان جدل جس میں یہ مقدمہ ''رام نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا ہے۔ نفرت کے مقابلے میں محبت کے بادل برسائے ہیں''۔ جو انٹلیکچول ہندوؤں کا مسلمہ ہے، اسے پیش کر کے ان پر حجت قائم کی ہے۔ جو صحیح معنی میں مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھانے اور ان کا کشت وخون کرنے سے روکنے کے لیے ان ہندوؤں کے سامنے بند باندھنے کی بلیغ کوشش کی ہے۔ جس پر اعظمی صاحب کو ان کی ہمت مردانہ اور حکمت مومنانہ پر بجا طور سے داد دی جانی چاہئے۔ اگر تتبع کیجیے تو اس کے بہت سے نظائر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی زندگی میں آپ کو ملیں گے، مثلاً: الخ''۔ (ص 11)

اس کے بعد فیصلہ سوم میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین واقعات کو ذکر کیا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول ''بل فعلہ کبیرہم ہذا'' کو نقل کیا گیا۔

جواب: فیصلہ سوم میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین واقعات منقول ہیں۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسائل کی تفہیم کے واسطے فرض وتقدیر کے طور پر وہ باتیں کہیں، پھر ان باتوں کی تردید فرمائی۔ جب کہ خطیب مذکور نے مدح وستائش کی بار بار تاکید کی ہے۔ خطیب کا اسلوب کلام فرض وتقدیر کا اسلوب نہیں، کیوں کہ خطاب

میں جابجا تاکید ہے۔خطیب نے خود کہا کہ میں اسی رام کو جانتا ہوں جو ان صفات کا حامل ہے، پس اس سے ماقبل کے مدحیہ جملوں کی تاکید ہوگئی۔اہل زبان برائے تاکید ایسا کہتے ہیں۔فیصلہ سوم میں مرقوم حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعات اور قول ابراہیمی پر تبصرہ درج ذیل ہے۔ان واقعات اور قول ابراہیمی میں جو کچھ کہا گیا،اس کی تردید بھی کی گئی ہے۔کتھائی خطاب میں نہ تردید وانکار کی صراحت ہے، نہ تردید وانکار کا اشارہ موجود ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ اول

فیصلہ سوم میں مرقوم ہے:''ایک ملحد جو خدا کا منکر تھا،اس سے مناظرہ کے لیے امام اعظم وقت مقررہ کی بجائے تاخیر سے تشریف لائے اور تاخیر کی وجہ بتاتے ہوئے واقع کے قطعاً برخلاف فرمایا کہ:راستہ میں دریا تھا،کشتی نہیں تھی، میں انتظار میں تھا کہ اچانک ایک درخت نمودار ہوا، پھر خود ہی کٹ کر گرا اور چر کر تختے ہوئے، پھر اپنے آپ ہی جڑ کر کشتی بنی اور مجھے اُس پار سے اِس پار لے آئی، جسے سن کر ملحد نے کہا:''یہ ممکن ہی نہیں کہ بغیر فاعل کے فعل انجام پا جائے''۔تو امام اعظم نے اس سے فرمایا کہ تمہارے ہی بقول: جب یہ ممکن نہیں کہ بغیر فاعل کے فعل انجام پا جائے'' تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ بغیر خالق کے کائنات وجود میں آ جائے؟ یہ سن کر ملحد ہکا بکا رہ گیا۔اس طرح آپ نے اس ملحد پر حجت قائم کی''۔(ص11)

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناظراتی واقعہ میں ہے کہ آپ نے ملحد مناظر سے فرمایا کہ میں نے راستے میں دیکھا کہ ایک درخت خود سے کٹ کر گر پڑا، پھر تختے بن گئے اور پھر ان تختوں سے خود بخود کشتی بن گئی۔چوں کہ وہ ملحد مناظر وجود خدا کا منکر تھا۔ملحدین کہتے ہیں کہ دنیا خود بخود وجود میں آ گئی۔کوئی دنیا کا خالق نہیں ہے،لہٰذا حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرض وتقدیر کے طور پر یہ بات کہہ کر ملحدین کے نظریہ کی تردید فرمائی۔

ملحد مناظر نے آپ کی بات سن کر کہا:''یہ ممکن ہی نہیں کہ بغیر فاعل کے فعل انجام پا

جائے‘‘۔پس حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے بقول:’’جب یہ ممکن ہی نہیں کہ بغیر فاعل کے فعل انجام پا جائے‘‘تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ بغیر خالق کے کائنات وجود میں آ جائے۔یہ سن کر ملحد ہکا بکا رہ گیا، بلکہ روایت میں ہے کہ ایمان قبول کرلیا۔

اس آخری جملے (تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ بغیر خالق کے کائنات وجود میں آ جائے؟) سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی فرضی بات کی تردید اسی گفتگو میں فرمادی اور ملحد کے باطل نظریہ کی بھی تردید فرمادی۔اس سے واضح ہوگیا کہ خصم کے مسلمہ نظریہ کے مطابق خود سے کشتی بن جانے کی بات آپ نے فرض وتقدیر کے طور پر الزام خصم کے واسطے فرمائی تھی۔الزام خصم کے لیے خصم کے مسلمات کو نقل کیا جاتا ہے، پھر اس کی تردید کی جاتی ہے، جب کہ کتھائی خطاب میں تردید نہیں ہے، بار بار مدح وتوصیف کی تاکید وتائید ہے، لہٰذا حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ سے کتھائی خطاب کا مسئلہ حل نہیں ہوسکتا ہے۔یہ قیاس مع الفارق ہے۔کتھائی خطاب میں تاکید وتائید ہے اور واقعہ امام میں تردید۔

اگر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملحد مناظر کے انکار کے بعد اپنے قول کی تاکید فرماتے اور کہتے کہ واقعتاً درخت خود بخود کٹ گیا اور خود سے کشتی بن گئی،تب تاکید ہوجاتی اور ملحد کے نظریہ کی تائید ہوجاتی ،لیکن حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قول سابق کی بھی تردید فرمادی اور ملحد کے نظریہ کی بھی تردید فرمادی اور حق کو واضح فرمادیا۔

حضرت امام اعظم قدس سرہ العزیز کا فرضی طور پر کہا ہوا یہ کلام بھی محض بظاہر دہریہ کے قول کی مثل ہے۔معنوی طور پر نہیں۔یہ محتمل کلام ہے۔محتمل کلام میں وہی احتمال مراد ہوتا ہے جو قائل کے اعتقاد کے مطابق ہو۔جب مومن کہے:(**انبت الربیع البقل**) تو ربیع کی جانب مجازی نسبت مراد ہوگی۔جب دہریہ یہی کلام کہے تو ربیع کی جانب حقیقی نسبت مراد ہو گی، کیوں کہ وہ موسم ربیع کو ہی خالق سمجھتا ہے۔قول امام میں خود بخود کشتی بننے کا یہ مفہوم ہوگا

کہ بظاہر کوئی فاعل نظر نہیں آیا جو درخت کو کاٹا ہو، اور تختے بنا کر کشتی بنائی ہو، بلکہ درخت بحکم الٰہی خود بخود کٹ گیا اور بحکم الٰہی کشتی بن گئی، پس اس تشریح میں شرعی قباحت نہیں۔

بہت سے ایسے امور ہیں کہ جو بحکم الٰہی سرانجام پاتے ہیں اور بظاہر کوئی فاعل انسانوں کو نظر نہیں آتا۔ جو امور کارکنان قدرت (ملائکہ کرام وغیرہم) کے ذریعہ انجام پاتے ہیں، وہ ایسے ہی ہیں، مثلاً بارش ہونا، انسانوں کی موت، شکم مادر میں بچے کی صورت گری، وغیرہ۔

مومنین ایسے امور کے فاعل کارکنان قدرت کو مانتے ہیں اور اصل حاکم وخالق کو اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں۔ یوں تو شان الٰہی (کن فیکون) ہے۔ محض حکم الٰہی سے سب کچھ انجام پا جائے، لیکن رب تعالیٰ نے کائنات کا ایک نظام متعین فرمایا ہے، اسی لیے دنیا کو عالم اسباب کہا جاتا ہے۔ ہر امر کا کوئی سبب ہوتا ہے اور اصل حاکم وخالق ومالک اللہ تعالیٰ ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد مسعود میں جنوں نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی۔ اسی طرح بعض دیگر تعمیرات بھی اجنہ کی طرف منسوب ہیں۔ عام انسان تو شیاطین واجنہ کو دیکھتے نہیں ہیں۔ دہریہ ایسے تمام امور کو کہیں گے کہ یہ سب امور خود بخود انجام پاتے ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور دہریوں کی توبہ

امام فخر الدین رازی شافعی (۵۴۴ھ-۶۰۶ھ) نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دہریہ کو ہمیشہ لاجواب کر دیا کرتے، اس لیے وہ لوگ ہمیشہ آپ کے قتل کے لیے موقع کی تلاش میں رہتے۔ دہریہ لوگ خدا تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا خود بخود وجود میں آ گئی۔

ایک مرتبہ امام ائمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں اپنی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک بہت سے دہریہ تلواریں لہراتے ہوئے آپ کے پاس آ گئے، اور آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ مجھے ایک سوال کا

جواب دے دو، پھر جو چاہو، کرو۔ دہریوں نے کہا کہ آپ اپنا سوال پیش کیجئے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کوئی آدمی تم سے کہے کہ میں نے سمندر میں سامانوں سے بھری ہوئی اور مال واسباب سے لدی ہوئی ایک کشتی دیکھی ہے کہ پے در پے موجوں اور آندھیوں وطوفانوں کے بیچ میں صحیح راستے پر اور درست سمت میں جارہی ہے، اور اس کشتی کا نہ کوئی ملاح ہے، اور نہ کوئی نگہبان۔ وہ خود بخود صحیح جہت میں اور صحیح راہ پر جارہی ہے۔ بتاؤ! کیا عقل اس بات کو درست قرار دیتی ہے؟

دہریوں نے کہا کہ عقل اس بات کو قبول نہیں کرتی ہے، پس حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ جب ایک کشتی بغیر ملاح کے خود سے سمندر میں نہیں چل سکتی تو اتنی بڑی دنیا خود سے کیسے بن سکتی ہے، اور بغیر کسی محافظ کے موسم وحالات کے اعتبار سے اس میں تبدیلیاں خود بخود کیوں کر ہو سکتی ہیں۔ یہ جواب سن کر دہریوں کو وجود باری تعالیٰ کا یقین ہو گیا۔ وہ لوگ رونے لگے، اپنی تلواروں کو نیام میں ڈال لیے، اور توبہ کر کے داخل اسلام ہو گئے۔ اس الزامی جواب سے اس برکت کا ظہور ہوا۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے جو خود سے کشتی چلنے کی بات فرمائی، وہ حقیقی واقعہ نہ تھا، بلکہ دہریوں کی فہمائش کے لیے آپ نے یہ مثال پیش فرمائی تھی۔ جب ان لوگوں نے تسلیم کر لیا کہ بغیر کسی ملاح کے طوفانوں اور آندھیوں میں کوئی کشتی صحیح راہ پر نہیں چل سکتی، تب آپ نے اس کے تسلیم کردہ نظریہ سے انہیں الزامی جواب دیا کہ بغیر کسی خالق ومالک کے اتنی بڑی دنیا کیسے وجود میں آ سکتی ہے اور کیسے صحیح وسلامت رہ سکتی ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ محض الزام خصم اور مخاطب کی تفہیم کے واسطے آپ نے کشتی کی بات فرض وتقدیر کے طور پر بیان فرمائی تھی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ مناظرہ ومباحثہ میں الزام خصم کے طور پر کچھ کہا جائے تو ضروری نہیں کہ وہ قائل کا عقیدہ ہو، یا حقیقی بات ہو۔

امام فخر الدین رازی شافعی نے رقم فرمایا:(کان ابو حنیفة رحمه الله سیفًا على الدهرية–وكانوا ينتهزون الفرصة ليقتلوه–فبينما هو يومًا فى مسجده قاعد،اذ هجم عليه جماعة بسيوف مسلولة وهموا بقتله–فقال لهم:

اجيبونى عن مسألة ثم افعلوا ما شئتم–فقالوا له،هات.

فقال:ما تقولون فى رجل يقول لكم–انى رأيت سفينة مشحونة بالاحمال مملوئة من الاثقال قد احتوشها فى لجة البحر امواج متلاطمة ورياح مختلفة–وهى من بينها تجرى مستوية–ليس لها ملاح يجريها ولا متعهد يدفعها–هل يجوز ذلك فى العقل؟

قالوا:لا،هذا شىء لا يقبله العقل–فقال ابو حنيفة:يا سبحان اللّٰه! اذا لم يجز فى العقل سفينة تجرى فى البحر مستوية من غير متعهد ولا مجرى فكيف يجوز قيام هذه الدنيا على اختلاف احوالها وتغير اعمالها وسعة اطرافها وتباين اكنافها من غير صانع وحافظ؟

فبكوا جميعا وقالوا:صدقت ،واغمدوا سيوفهم وتابوا)

(التفسیر الکبیر: جلداول:ص255–سورہ بقرہ–داراحیاءالتراث العربی بیروت)

ترجمہ:حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دہریوں کے خلاف سیف بے نیام تھے ،اور دہریہ انہیں شہید کرنے کے لیے موقع کی تلاش میں رہتے ،پس ایک دن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مسجد میں بیٹھے تھے کہ جبھی (دہریوں کا) ایک گروہ لہراتی ہوئی تلواروں کے ساتھ ان کے پاس اچانک آ گیا اور ان کے قتل کا ارادہ کیا، پس حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ مجھے ایک سوال کا جواب دو، پھر جو چاہو، کرو، پس ان لوگوں نے آپ سے کہا کہ بیان کریں۔

پس آپ نے فرمایا: تم لوگ اس آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہو جو تم سے کہے کہ میں نے سامانوں سے لدی ہوئی اور مال واسباب سے بھری ہوئی کشتی دیکھی جسے سمندری طوفان میں تھپیڑے مارنے والی موجوں اور مختلف سمت جانے والی آندھیوں نے گھیر رکھا ہے اور ان کے درمیان وہ کشتی صحیح راستے پر جارہی ہے، نہ اس کا کوئی ملاح ہے جو اسے چلائے، نہ کوئی نگہبان جو اس کی حفاظت کرے، کیا عقل کے نزدیک یہ بات صحیح ہے؟

دہریوں نے کہا: نہیں، یہ ایسی چیز ہے کہ عقل اسے قبول نہیں کرتی ہے۔

پس حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ! جب عقل کے نزدیک یہ بات صحیح نہیں کہ ایک کشتی بغیر ملاح اور بغیر نگہبان کے سمندر میں صحیح راستے پر چلے تو اس دنیا کا قیام بغیر خالق ومحافظ کے کیسے صحیح ہوگا، باوجودے کہ اس کے احوال وکوائف بدلتے ہیں اور اس کے طراف وسیع ہیں اور اس کی جہات جداگانہ ہیں؟ پس وہ تمام دہری رو پڑے اور کہے کہ آپ نے سچ کہا اور اپنی تلواروں کو نیام میں ڈالے اور توبہ کیے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ دوم

فیصلہ سوم میں مرقوم ہے: ''کوفہ میں ایک رئیس رہتا تھا جس کا عقیدہ تھا کہ حضرت عثمان غنی کافر اور یہودی تھے۔ امام اعظم ایک دن ان کے پاس گئے اور فرمایا کہ: میں تمہاری لڑکی کے لیے رشتہ لایا ہوں۔ لڑکا ہر طرح مناسب ہے۔ اس میں ایک معمولی سی کمی کے علاوہ ساری خوبیاں ہی خوبیاں ہیں۔ یہ سن کر رئیس بہت خوش ہوا اور معمولی کمی کی بابت پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: وہ لڑکا یہودی ہے۔ یہ سن کر رئیس آگ بگولہ ہوگیا اور آپ کو سخت سست کہنے لگا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ: تم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہودی کہتے ہو تو اس کا مطلب یہی نا ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہیں، دو دو صاحبزادیوں کا نکاح یہودی سے کردیا تھا۔ یہ سن کر اس نے اپنے عقیدے سے توبہ کرلی۔ اس طرح آپ

نے اس رئیس پر حجت قائم کی''۔(ص 11)

دوسرے واقعہ میں ہے کہ ایک رئیس حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہودی اور کافر کہتا تھا۔حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسئلہ کی تفہیم کے واسطے رئیس سے کہا کہ میں تمہاری بیٹی کے لیے رشتہ لے کر آیا ہوں،لیکن لڑکا میں ایک عیب ہے کہ وہ یہودی ہے۔ یہ سن کر وہ رئیس آگ بگولہ ہوگیا، پھر آپ نے فرمایا کہ جب تم اپنی بیٹی کا نکاح کسی یہودی سے نہیں کر سکتے تو حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع کلام میں فرض وتقدیر کے طور پر شرعی مسئلہ کی تفہیم کے واسطے یہودی لڑکے سے نکاح سے متعلق رئیس سے دریافت فرمایا، تاکہ اس کے جواب کے ذریعہ اس پر حجت قائم کی جائے۔ایسا نہیں کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودی لڑکے سے مسلمان لڑکی کا نکاح جائز سمجھتے ہیں یا رئیس کے پاس آپ نے جواز وعدم جواز کی بات کی، بلکہ آپ نے صراحت کے ساتھ فرمایا کہ لڑکا میں ایک عیب ہے۔

یعنی آپ نے لڑکا کے یہودی ہونے کو عیب اور مانع نکاح ہونے کا اشارہ فرمادیا، پھر آخری جملوں میں شروع کلام سے ظاہر ہونے والے شبہ کی تردید فرمادی کہ جب یہودی سے نکاح ناجائز ہے تو حضور اقدس تاجدار کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی دوصاحبزادیوں کا نکاح کسی یہودی سے کیسے کر سکتے ہیں۔مناظراتی مباحث میں الزام خصم کے طور پر وہ بات کہی جاتی ہے جو خصم کے یہاں مسلم ہو، پھر اس کی تردید کی جاتی ہے اور خصم کو راہ حق کی طرف لایا جاتا ہے۔وہی طریق کار حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اختیار فرمایا۔

کوفہ کا رئیس حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہودی اور کافر مانتا تھا اور یہ بات مسلمانوں کو معلوم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دوشہزادیاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں، پس جو بات کوفی رئیس کے مسلمات میں سے تھی، اس

کے ذریعہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الزام خصم کیا، تاکہ وہ رئیس راہ حق کی طرف آ جائے۔ایسا نہیں کہ آپ نے یہودی لڑکے سے مسلمان لڑکی کے نکاح کو جائز قرار دیا، بلکہ آپ نے الزام خصم کے طور پر ایک فرضی بات بیان کی، پھر بلیغ اسلوب میں اپنی فرضی بات کی تردید کردی اور آپ نے یہودی مرد سے مسلمان لڑکی کے نکاح کے عدم جواز کی تفہیم فرما دی۔رئیس کے لیے بھی حق واضح ہو گیا، یہاں تک کہ رئیس نے حق بات قبول کر لی اور اپنے غلط نظریہ سے توبہ کرلیا۔خصم کے مسلمات سے خصم کو الزامی جواب دیا جاتا ہے۔

جب کہ کتھائی خطاب میں تردید نہیں، بلکہ بار بار مدح وتوصیف کی تاکید وتائید ہے، لہٰذا حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ سے کتھائی خطاب کا مسئلہ حل نہیں ہوسکتا ہے۔یہ قیاس مع الفارق ہے۔کتھائی خطاب میں تاکید وتائید ہے اور واقعہ امام میں تردید۔

اگر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفی رئیس کے انکار کے بعد اپنے قول کی تاکید فرماتے اور کہتے کہ یہودی لڑکے سے مسلمان لڑکی کا نکاح جائز ہے،،تب تاکید ہو جاتی اور رئیس کے نظریہ کی تائید ہو جاتی،لیکن حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قول سابق کی بھی تردید فرما دی اور ملحد کے نظریہ کی بھی تردید فرما دی اور حق کو واضح فرما دیا۔

خطیب مذکور نے تاکید پر تاکید کی ہے۔مدح سرائی کی تردید کا نام ونشان نہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تیسرے واقعہ کا کچھ خاص تعلق بحث سے نہیں۔

قول ابراہیمی (ہذا ربی) کی تشریح

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول کی تشریح باب ہیز دہم میں ہے۔یہ بات بھی الزام خصم کے لیے کہی گئی، پھر اس کی تردید ہے،جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

(قَالُوْا ءَ اَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا یٰۤاِبْرٰهِیْمُ::قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا فَسْــَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا یَنْطِقُوْنَ::فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ

الظّٰلِمُوْنَ: :ثُمَّ نُکِسُوْا عَلٰی رُءُوْسِھِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا ھٰٓؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ: :قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُکُمْ شَیْئًا وَّلَا یَضُرُّکُمْ اُفٍّ لَّکُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ) (سورہ انبیاء: آیت 62-67)

ترجمہ: بولے کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا اے ابراہیم! فرمایا، بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا تو ان سے پوچھو، اگر بولتے ہوں تو اپنے جی کی طرف پلٹے اور بولے، بے شک تمہیں ستم گار ہو، پھر اپنے سروں کے بل اوندھائے گئے کہ تمہیں خوب معلوم ہے، یہ بولتے نہیں ۔کہا: تو کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے ۔تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں ۔

(کنز الایمان)

جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی جملے میں فرما دیا کہ اس بڑے بت سے پوچھو، اگر یہ بولتے ہوں تو اسی میں تردید بھی ہے کہ یہ بت تو نہ بولتے ہیں، نہ کچھ کر سکتے ہیں، پس یہ بتوں کو توڑ بھی نہیں سکتے، نہ تمہیں کچھ بتا سکتے ہیں اور جب یہ کچھ کر ہی نہیں سکتے تو ان کو پوجنے سے کیا فائدہ؟ پس حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسئلہ توحید سمجھانے کے لیے فرض وتقدیر کے طور پر ایک بات کہی، پھر اسی گفتگو میں اس کی تردید فرما کر اپنا مدعا ثابت فرما دیا، جب کہ کتھائی خطاب میں معبود کفار کی مدح کی بار بار تاکید ہے۔اس قول کی تشریح باب ہفدہم میں مرقوم ہے۔اس سے کتھائی خطاب کا معاملہ حل نہیں ہوتا ہے۔

مذکورہ واقعات اور خصم کے نظریات کا ابطال

(1) خلیل کبریا شیخ الانبیا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول (بل فعلہ کبیر ہم ہذا) بطور تعریض وبطور توریہ ہے۔آپ نے اس قول کے ذریعہ بتوں کی عبادت کا بے فائدہ ہونا واضح فرمایا، تا کہ لوگ بت پرستی کو چھوڑ دیں اور ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

(2) حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں واقعات میں خصم کے باطل نظریہ کے مطابق فرضی طور ایک بات کہی گئی ،تاکہ اس باطل نظریہ کا غلط ہونا خصم کے لیے واضح وروشن ہو جائے۔ جب خصم نے اس فرضی بات کی تردید کردی تو خود خصم کے قول سے اس کے باطل نظریہ کا غلط ہونا واضح ہوگیا ، پھر خصم راہ حق کی طرف آ گیا اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصود بھی یہی تھا کہ اس باطل نظریہ کی تردید کی جائے ۔اسی ضمن میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلیغ انداز میں اپنی فرضی باتوں کی تردید بھی کردی۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی فرضی باتوں کی تاکید نہیں فرمائی ، جب کہ کتھائی خطاب میں رام کی مدح وستائش کی تاکید پرتاکید ہے اور مشرکین کی تائید ہے کہ رام ان خوبیوں سے متصف ہے ۔تاکید وتائید کے ساتھ تسلیم وقبول بھی کہ میں بھی رام کو ان صفات سے متصف مانتا ہوں، پس ان واقعات سے کتھائی خطاب کا معاملہ حل نہیں ہوگا۔

(3) ملحد مناظر کا نظریہ تھا کہ دنیا خود بخود وجود میں آ گئی ۔اس کا کوئی خالق نہیں ہے۔واقعہ اول میں ملحد کے اس نظریہ کے پیش نظر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرضی طور پر خود سے کشتی بننے کی بات بیان فرمائی۔ جب ملحد مناظر نے خود سے کشتی بن جانے کی بات کی تردید کر دی تو اس تردید کو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول کرلیا اور اپنی فرضی بات کی تردید فرمائی کہ کہ جب خود بخود ایک کشتی نہیں بن سکتی تو اتنی بڑی دنیا کیسے خود بخود وجود میں آ سکتی ہے، نیز ملحد کی زبان سے اس کے باطل نظریہ کی تردید بھی ہو گئی اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصود بھی یہی تھا کہ ملحد کے باطل نظریہ کی تردید ہوجائے اور وہ راہ حق کی طرف آ جائے اور بفضل الٰہی ملحد اپنے نظریہ سے تائب بھی ہوگیا۔

(4) واقعہ دوم میں اپنی فرضی بات کی تردید اور خصم کے باطل نظریہ کی تردید ہے۔ جب رئیس نے یہودی لڑکے سے اپنی بیٹی کے رشتے کی بات سن کر غضب کا اظہار کیا تو اسی اظہار

غضب سے اس کے باطل نظریہ کا غلط ہونا ظاہر ہوگیا کہ جب ایک رئیس اپنی بیٹی کا نکاح یہود ی سے نہیں کرسکتا ہے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی شہزادیوں کا نکاح کسی یہودی سے کیسے کرسکتے ہیں۔ یہودی لڑکے سے مسلمان لڑکی کا نکاح جائز نہیں اور حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام احکام خداوندی کی تعلیم کے واسطے مبعوث فرمائے جاتے ہیں۔ وہ معصوم ہوتے ہیں، ان سے احکام خداوندی کی خلاف ورزی نہیں ہوسکتی ہے۔

انجام کار رئیس نے اپنے نظریہ سے توبہ کرلی۔ اس واقعہ میں بھی حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلیغ انداز میں اپنی فرضی بات کی تردید کی کہ مسلمان لڑکی کا نکاح یہودی لڑکے سے نہیں ہوسکتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اپنی شہزادیوں کا نکاح کسی یہودی سے نہیں فرمایا، نیز خصم کی زبان سے خصم کے باطل نظریہ کی تردید بھی ہوگئی اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصود بھی یہی تھا کہ رئیس کے باطل نظریہ کی تردید ہو جائے اور وہ راہ حق کی طرف آجائے اور بفضل الٰہی رئیس اپنے نظریہ سے تائب بھی ہوگیا۔

کتھائی خطاب میں رام کی تعریف اور ترک ظلم کی ترغیب

کتھائی خطاب میں رام کی مدح وستائش ہے اور متعدد آیات قرآنیہ کی مخالفت ہے۔ بار بار تعریف وتوصیف کی تاکید وتائید اور مدح وستائش کی تسلیم وقبول ہے۔ اگر اقوال غیر نقل بھی فرض کی جائے تو یہ چوتھی قسم کی نقل ہے، کیوں کہ اسلوب خطاب اور طرز بیان میں استحسان واضح ہے اور استحسان کے ساتھ نقل کفر بھی کفر ہے اور قوم ہنود کو ترک ظلم کی ترغیب امر محمود ہے اور مسئلہ جہاد کی عمدہ تفہیم ہے۔ کتھائی خطاب مکمل صحیح نہیں، بلکہ غلط وصحیح کا مجموعہ ہے۔

اگر معبودان باطل کا وجود نہیں تو تعریف بھی نہیں

فیصلہ سوم میں مرقوم ہے کہ اگر کفار کے معبود مذکور کا وجود ہی نہیں تو اس کی تعریف ہی نہیں ہوگی۔ شریک باری تعالیٰ کا وجود نہیں۔ اگر کوئی شریک باری کو خالق کہے تو کفر ہے یا

نہیں؟ ضرور کفر ہے۔ یہ کہنا کافی نہیں کہ جب شریک باری کا وجود ہی نہیں تو اس پر یہ جملہ منطبق ہی نہیں ہوگا، نیز کتھائی خطاب میں رام کا وجود تسلیم کر کے ساری باتیں کہی گئی ہیں اور اس کے وجود کو پوتر وجود بھی کہا گیا ہے۔ کتھائی خطاب میں ڈاکٹر اقبال کے شعر کی تشریح ہے اور اس شعر میں رام کے وجود کو تسلیم کیا گیا ہے۔ جب شاعر وخطیب نے رام کا وجود تسلیم کر کے بات کی ہے تو مفتی کی تاویل سے شاعر وخطیب پر وارد ہونے والا حکم معدوم نہیں ہوگا۔

کتھائی مجلس کے فیصلہ سوم میں مرقوم ہے :''پھر بطور تنزل مان لیا جائے کہ اعظمی صاحب نے رام کی تعریف وتوصیف کے یہ الفاظ ڈاکٹر اقبال کی زبان میں ہندوؤں کے Intellectual طبقہ کی ترجمانی کے طور پر نہیں ،خود اپنی طرف سے کہے ہیں تو تعریف وتوصیف کے الفاظ اس بنیاد پر کہے ہیں کہ: اس نے نفرت کو کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا، بلکہ نفرت کے مقابلے میں محبت کے بادل برسائے ،جیسا کہ خود کہا ہے:

میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔نفرت کے مقابلے میں محبت کے اس نے بادل برسائے۔...................

اب اگر کوئی رام واقعتاً ایسا ہے تو یہ اس کی تعریف ہوئی اور نہیں ہے تو اس کی تعریف نہیں ہوئی جس کی نظیر فقہ کا یہ مسئلہ ہے کہ: کسی کی بڑی چھوٹی دولڑکیاں ہوں۔ بڑی کا نام عابدہ اور چھوٹی کا نام زاہدہ ہو، اور باپ نکاح کے وقت یہ الفاظ ادا کرے کہ:

میں نے زاہدہ اپنی بڑی لڑکی کا نکاح کیا تو نکاح بڑی چھوٹی کسی سے منعقد نہیں ہوگا۔

فتاویٰ عالم گیری ج 1:ص 270:مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور میں ہے:

(لرجل بنتان كبرى عائشة وصغرى فاطمة–وقال:زوجت ابنتى الكبرى فاطمة–لا ينعقد على احداهما–كذا فى الظهيرية)

کسی آدمی کی دو بیٹیاں ہوں۔ بڑی کا نام عائشہ ہو، چھوٹی کا نام فاطمہ۔ وہ کہے کہ میں

نے اپنی بڑی بیٹی فاطمہ کا نکاح کر دیا تو عائشہ وفاطمہ کسی کا نکاح منعقد نہیں ہوگا، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے: (لانه ليس له ابنة كبرى بهذا الاسم)

کیوں کہ اس نام سے اس کی کوئی بیٹی نہیں جو بڑی ہو'۔ (ص 12)

فقہی جزئیات سے کلامی مسائل کا حل

علم فقہ کے ظنی واجتہادی جزئیات سے کلامی مسائل کو حل کرنا صحیح نہیں۔ اس سے صحیح نتیجہ تک رسائی نہیں ہوسکتی ہے۔ علم فقہ کے اصول وقوانین جداگانہ ہیں اور علم عقائد کے اصول وضوابط جداگانہ ہیں۔ اس حقیقت کی تفہیم کے واسطے دو مثالیں درج ذیل ہیں۔

(1) مجوسی لوگ دو خدا مانتے ہیں۔ خالق خیر کو یزدان کہتے ہیں اور خالق شر کو اہرمن کہتے ہیں۔ یہ بات بدیہی ہے کہ خدا ایک ہی ہے۔ دو خدا کا وجود ہی نہیں ہے۔

چوں کہ مجوسیوں کے عقیدہ کے مطابق یزدان اچھائیوں کو پیدا کرنے والا ہے، پس اگر یزدان کے بارے میں زید کہے: ''یزدان نے انسانی دلوں میں نیکی، صداقت، انصاف اور حسن سلوک کا جذبہ پیدا کیا۔ انسانوں کو حسن وجمال اور علم وفضل عطا کیا۔ انسانوں کے کھانے کے واسطے قسم قسم کے پھل اور اناج پیدا کیا۔ اسی نے دنیا کے نیک انسانوں کو جود بخشا اور انہیں اچھی زندگی عطا کی اور میں اسی یزدان کو جانتا ہوں جو ان خوبیوں کا مالک ہے''۔

جب مفتی سے زید کے بارے میں سوال ہو تو مفتی کہے کہ زید پر کوئی شرعی حکم نافذ نہیں ہوتا ہے اور مفتی اس طرح وضاحت پیش کرے:

''زید نے کہا ہے کہ میں اسی یزدان کو جانتا ہوں جو ان خوبیوں کا مالک ہے۔

اب اگر کوئی یزدان واقعتاً ایسا ہے تو یہ اس کی تعریف ہوئی اور نہیں ہے تو اس کی تعریف نہیں ہوئی۔ جس کی نظیر فقہ کا یہ مسئلہ ہے کہ: کسی کی بڑی چھوٹی دو لڑکیاں ہوں۔ بڑی کا نام خالدہ ہو، اور چھوٹی کا نام ساجدہ ہو، اور باپ نکاح کے وقت یہ الفاظ ادا کرے کہ:

میں نے ساجدہ اپنی بڑی لڑکی کا نکاح کیا تو نکاح بڑی چھوٹی کسی سے منعقد نہیں ہوگا۔

فتاویٰ عالم گیری ج 1 ص 270: مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور میں ہے:

(لرجل بنتان کبری عائشة وصغری فاطمة–وقال:زوجت ابنتی الکبری فاطمة–لا ینعقد علی احداهما–کذا فی الظهیریة)

کسی آدمی کی دو بیٹیاں ہوں۔ بڑی کا نام عائشہ ہو، چھوٹی کا نام فاطمہ۔ وہ کہے کہ میں نے اپنی بڑی بیٹی فاطمہ کا نکاح کردیا تو عائشہ وفاطمہ کسی کا نکاح منعقد نہیں ہوگا، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے: **(لانه لیس له ابنة کبری بهذا الاسم)**

کیوں کہ اس نام سے اس کی کوئی بیٹی نہیں جو بڑی ہو''۔

اس فتویٰ کا مفہوم یہ ہوا کہ چوں کہ ایسا کوئی یزدان موجود ہی نہیں ہے تو اس کی تعریف بھی نہیں ہوئی۔ معبودان باطل کی تعریف وتوصیف قابل اعتراض ہے۔ جب ایسا کوئی یزدان ہے ہی نہیں جو ان خوبیوں کا مالک ہو، بلکہ وہ فرضی ہے تو یہ سب تعریف وتوصیف کالعدم ہوگئی، لہٰذا زید پر کوئی شرعی حکم نافذ نہیں ہوگا۔

یہاں مفتی سے تسامح واقع ہوا ہے۔ زید نے جو کہا کہ ہم اسی یزدان کو جانتے ہیں جو ان خوبیوں کا مالک ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ یزدان ہماری نظر میں ان خوبیوں کا مالک ہے اور ہماری نظر میں یزدان ایسا ہی ہے۔ اس کے اس کلام سے یزدان کے وجود یا بیان کردہ صفات کی نفی نہیں ہوئی، بلکہ جو صفات اس نے بیان کیے ہیں، بلیغ انداز میں ان صفات کی متضاد اور منافی صفات کی نفی ہوئی ہے اور زید نے اپنی بیان کردہ صفات کو مؤکد کیا ہے کہ یزدان ایسا ہی ہے اور ہماری نظر میں اس کی مذکورہ صفات ثابت ہیں۔

اردو زبان میں کسی مفہوم کو مؤکد کرنے کے لیے ایسا انداز بیان اختیار کیا جاتا ہے۔ زید نے بکر سے کہا کہ مسجد کے امام حافظ خالد صاحب ہر ہفتہ دو تین دن غیر حاضر رہتے ہیں۔ بکر نے کہا کہ مسجد کے امام حافظ خالد صاحب ہمیشہ نمازوں کے وقت مسجد میں حاضر رہتے ہیں،

وہ کسی نماز کے وقت غیر حاضر نہیں رہتے ہیں اور ہم اسی امام مسجد حافظ خالد صاحب کو جانتے ہیں جو ہمیشہ نمازوں کے وقت حاضر رہتے ہیں۔

بکر کے کلام کا یہ مفہوم ہے کہ زید نے جو کچھ حافظ خالد صاحب کے بارے میں کہا، وہ غلط ہے۔ حافظ خالد صاحب ہمیشہ مسجد میں حاضر رہتے ہیں۔ بکر کے قول (ہم اسی امام مسجد حافظ خالد صاحب کو جانتے ہیں جو ہمیشہ نمازوں میں حاضر رہتے ہیں) کا یہ مفہوم نہیں کہ جو حافظ خالد صاحب ہمیشہ حاضر نہیں رہتے ہیں، اس کو بکر جانتا نہیں، بلکہ حافظ خالد پر لگائے گئے الزام کو وہ غلط بتا رہا ہے۔ دراصل بلیغ انداز میں غلط الزام کی تردید مقصود ہے۔

اسی طرح کتھائی خطاب کے ان جملوں (میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔ نفرت کے مقابلے میں محبت کے اس نے بادل برسائے۔ انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس کروایا: الخ) سے رام کی مدح وستائش کی تاکید ہوگئی۔

(2) کوئی دیوبندی کہے: ''اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے، بلکہ جھوٹ بولتا ہے۔ اگر جھوٹ نہ بول سکے تو اس کی قدرت میں کمی لازم آئے گی۔ میں اسی خدا کو جانتا ہوں جو جھوٹ بول سکتا ہو، اور جھوٹ بولتا ہو''۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

اب کوئی سنی اس دیوبندی کو کہے کہ تم اس قول سے کافر ہو گئے، کیوں کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کہا ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ) یہ اللہ تعالیٰ کی توہین ہے اور اللہ تعالیٰ کی توہین کرنے والا کافر ہے، لہٰذا تم کافر ہو۔ اسلام سے تمہارا کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔

دیوبندی جواب دے کہ جب حقیقت میں اللہ تعالیٰ ایسا ہے ہی نہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی توہین ہی نہیں ہوئی، لہٰذا میں کافر نہیں، پھر وہ دیوبندی مذکورہ بالا فتویٰ پیش کرے اور کہے کہ اگر خدا واقعتاً ایسا ہو، تب اس کی توہین ہوئی اور اگر خدا ایسا نہیں ہے تو اس کی توہین ہی نہیں ہوئی۔ جب اللہ تعالیٰ ایسا ہے ہی نہیں تو اللہ تعالیٰ کی توہین ہی نہیں ہوئی، جب اللہ تعالیٰ کی توہین نہیں ہوئی تو میں کافر نہیں ہوا۔ اب اس دیوبندی کو کیا جواب دیا جائے؟

اگر یہ جواب دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ موجود حقیقی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی صفات صحیحہ کے برخلاف جو کچھ کہا جائے، وہ غلط ہے اور اہرمن کا وجود ہی ثابت نہیں، کیوں کہ دو معبود محال عقلی ہے، لہٰذا جب ذات ہی ثابت نہیں تو صفات کا انطباق اس پر نہیں ہوگا، پس یہ تعریف وتوصیف اہرمن کی تعریف ومدح قرار ہی نہیں پائے گی، پھر قائل پر حکم کفر کیسے نافذ ہوگا؟

اس جواب پر یہ اعتراض ہوگا کہ اس طور پر فرضی معبودان باطل کی تعریف وتوصیف پر کوئی حکم شرعی وارد نہیں ہونا چاہئے، جب کہ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے جن معبودان باطل کے وجود کو فرضی اور خیالی بتایا ہے۔ان کی جے پکارنے کو کفر قرار دیا ہے، کیوں کہ کسی کی جے پکارنا اس کی تعظیم ہے، جیسے ہمارے یہاں کسی کے نام کا نعرہ لگانا اس کی تعظیم ہے۔

جب فرضی وخیالی معبودان باطل کی تعظیم کفر ہے تو فرضی وخیالی معبودان باطل کی تعریف وتوصیف پر بھی حکم شرعی وارد ہوگا۔جے پکارنا تعظیم ہے تو مدح سرائی بھی تعظیم ہے۔

فقہی جزئیہ سے کلامی مسئلہ حل کرنے کے سبب یہ معاملہ درپیش ہوا۔فقہ وکلام دو جداگانہ علوم ہیں۔دونوں کے اصول وضوابط جداگانہ ہیں۔حصہ سوم میں تفصیلی بحث ہے۔

معبودان ہنود کا وجود ثابت نہیں

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''قرآن عظیم یا حدیث کریم میں رام وکرشن کا ذکر تک نہیں۔ان کے نفس وجود پر سوائے تواتر ہنود ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقع میں کچھ اشخاص تھے بھی، یا محض انیاب اغوال ورجال بوستان خیال کی طرح اوہام تراشیدہ ہیں۔تواتر ہنود اگر حجت نہیں تو ان کا وجود ہی ناثابت، اور اگر حجت ہے تو اسی تواتر سے ان کا فسق وفجور ولہو ولعب ثابت، پھر کیا معنی کہ وجود کے لیے تواتر ہنود مقبول اور احوال کے لیے مردود مانا جائے اور انھیں کامل ومکمل، بلکہ ظناً معاذ اللہ انبیا ورسل جانا مانا جائے: واللہ تعالیٰ اعلم''۔(فتاویٰ رضویہ: جلد 14:ص656-657- جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا فتویٰ میں امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے معبودان ہنود کا وجود تسلیم نہیں کیا، لیکن ان فرضی معبودوں کی جے پکارنے کو کفر قرار دیا۔ ایک فتویٰ درج ذیل ہے۔

مسئلہ: **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم—الحمد للّٰہ العلی العظیم والصلوٰۃ علی النبی الکریم واٰلہ وصحبہ المکرمین—آمین**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چندوسی میں مسلمانوں نے ہنود، مشرکین سے اتفاق کرنے میں یہ آثار ظاہر کیے کہ سوائے نوبت نقارے نوازی اور ناچ رنگ نامشروع کے ایسا مبالغہ اور عروج ان کی رسوم جلا دینے میں کہ بعض فریق تلک، قشقہ، سندے برہمنوں کے ہاتھ سے اپنی پیشانی پر کھنچوا کر خوش اور مسرور ہوا، اور بعض فریق برہمنوں کے ساتھ جے رام چندر جی اور جے سیتا جی کی بول اٹھا اور بعض فریق نے ہمراہ ہنود تخت رواں نستہ عورتوں کے گشت کی اور وہ تخت رواں خلاف سالہائے گزشتہ پیوستہ کے بے خوف وخطر گلی کوچہ پھرا کر مسلمانوں کے جائے جلوس پر ہنود لائے، مسلمانوں نے سوائے تواضع پان، پھول اور ہار، الائچی وغیرہ ان کے آنے کا شکریہ بفخر یہ یہ ادا کر کے شیرینی کی تھالی پیش کی۔ اس عمل سے کس فریق کی عورت نکاح سے باہر ہوئی اور کون مبتلائے کفر ہوا، اور کون مرتکب گناہ کبیرہ ہوا، اور ہر فریق کی توبہ کی صورت کیا ہے؟

الجواب: وہ جنہوں نے برہمن سے قشقہ کھنچوایا، وہ جنہوں نے ہنود کے ساتھ وہ جے بولی، کافر ہو گئے۔ ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں اور وہ کہ گشت میں شریک ہوئے اگر کافر نہ ہوئے تو قریب بکفر ہیں۔ حدیث میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

(من سود مع قوم فهو منهم) وفی لفظ: (من كثر سواد قوم)

جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے وہ انہیں میں سے ہے۔

اور وہ جنہوں نے بت کے لانے پر شکریہ ادا کیا اور خوش ہوئے۔ ان پر بھی بحکم فقہا

کفر لازم ہے۔غمز العیون میں ہے:(**اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسناً فقد کفر**) جس نے کافر کے عمل کو اچھا جانا وہ باتفاق مشائخ کافر ہو جاتا ہے۔ان پر لازم ہے کہ توبہ کریں اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھیں اور اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں: واللہ تعالیٰ اعلم۔(فتاویٰ رضویہ: جلد چہار دہم:ص318-319-جامعہ نظامیہ لاہور)

رام وسیتا کی جے پکارنے کو کفر قرار دیا گیا،حالاں کہ ان سب کا وجود تسلیم نہ کیا گیا۔

کفر کی حیثیت سے کفریات کی تحسین

کفریات کی تحسین کفر ہی ہے۔اسی طرح کفار کے مذہبی فعل یا خاص قومی فعل کی اس حیثیت سے تحسین کہ وہ کفار کا مذہبی یا خاص قومی فعل ہے، یہ کفر ہے۔دوسری حیثیت سے اس کی تحسین کا حکم الگ ہے۔ایسا مذہبی یا قومی فعل اس کافر جماعت کا مذہبی وقومی شعار ہوتا ہے۔کفار کے مذہبی شعار اور قومی شعار کی تفصیلی بحث حصہ اول: باب دہم میں مرقوم ہے۔

فیصلہ سوم میں مرقوم ہے کہ صرف کفریات کی تحسین کفر ہے۔عبارت درج ذیل ہے۔

''فقہائے کرام کے فرمان:(**من رأی امر الکفار حسناً فقد کفر**) میں تحسین کی نسبت امر کفار کی طرف کی گئی ہے جس کا مادۂ اشتقاق ''کفر'' ہے اور قاعدہ ہے کہ اسم مشتق کی نسبت سے جو حکم ہوتا ہے، مادۂ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے۔

مسلم الثبوت کی شرح فواتح الرحموت ج۲ص۲۱۵ میں ہے:(**المسلم ان الماخذ یکون علة للحکم**) یعنی یہ بات مسلم ہے کہ ماخذ حکم کی علت ہوتا ہے۔

توضیح ص۸۹ میں ہے:(**ان النسبة الی المشتق تدل علٰی علیة الماخذ**)

یعنی مشتق کی طرف حکم کی نسبت اس بات پر دال ہے کہ ماخذ حکم کی علت ہے۔

قرآن کریم میں زنا کار کے لیے درے مارنے اور چور کے لیے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے تو علمائے اصول فقہ نے اسی قاعدہ سے زنا اور چوری کو ان احکام کی علت بتایا ہے،

مثلاً کوئی چوری کرے اور نماز پڑھے تو اس کا ہاتھ چوری کرنے کی وجہ سے کاٹا جائے گا، نماز پڑھنے کی وجہ سے نہیں ۔یوں ہی کوئی زنا کرے اور سچ بولے تو اسے زنا کی وجہ سے درے لگائے جائیں گے، سچ بولنے کی وجہ سے نہیں تو (**تحسین امر الکفار کفر**) میں بھی تحسین کے لیے حکم کفر کی علت تحسین من حیث الکفر ہوگی ،مطلق تحسین نہیں ،یعنی کوئی شخص کفار کے کسی کفری بات پر تحسین کرے تو کفر ہوگا۔یہ نہیں کہ کوئی کافر فی نفسہ اچھی بات کہے، یا اچھا کام کرے،اس پر اس کی تعریف کی جائے تو بھی کفر ہو جائے''۔(ص12-13)

ان اصول وقوانین پر تفصیلی بحث حصہ سوم میں ہے۔اس عبارت میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اچھی باتوں پر معبودان کفار کی تعریف وتوصیف کی جائے تو کوئی حکم وارد نہیں ہوگا ،لہٰذا کتھائی خطاب پر کوئی حکم نافذ نہیں ہوگا، نیز کفار وغیر مومن معبودان کفار کو ایک ہی زمرہ میں رکھا گیا ہے، حالاں کہ غیر مومن معبودان کفار اور کفار کے حکم میں فرق ہے۔

منقولہ بالا اقتباس میں یہ بھی بتایا گیا کہ صرف کفری بات میں کافر کی تحسین کفر ہے اور غیر کفری بات میں کافر کے قول وفعل کی تحسین کفر نہیں ہے۔اس پر ایک سوال عرض ہے:

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

''غمز العیون والبصائر میں ہے:(**اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسنًا فقد کفر–حتّٰی قالوا فی رجل قال:ترک الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس او ترک المضاجعة عندهم حال الحیض حسن فهو کافر**)

(ہمارے مشائخ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کوئی کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھے تو وہ بلاشبہہ کافر ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا کہ جو کوئی کھانا کھاتے وقت باتیں نہ کرنے کو اور حالت حیض میں عورت کے پاس نہ لیٹنے کو مجوسیوں اور آتش پرستوں کی اچھی عادت کہے تو وہ کافر ہے۔ت)(فتاویٰ رضویہ: جلد 24:ص530-جامعہ نظامیہ لاہور)

(فتاویٰ رضویہ جلد نہم:جز اول:ص90-رضا اکیڈمی ممبئی)

مجوس کا خاص طریق کار ہے کہ وہ کھانا کھاتے وقت بات نہیں کرتے ہیں۔اگر کوئی اس طرق کار کو اچھا کہے تو اس کو کفر بتایا گیا ہے، حالاں کہ یہ فی نفسہ کفری بات نہیں ہے، بلکہ مجوسیوں کا ایک طریقہ اور ان کی عادت ہے۔اسی طرح حالت حیض میں عورتوں کے ساتھ نہ لیٹنا بھی فی نفسہ کفری بات نہیں، بلکہ یہ ان کا خاص طریق کار ہے۔مذہب اسلام میں بھی حالت حیض میں اپنی بیویوں سے قربت کو منع قرار دیا گیا۔قرآن مقدس میں اس کا ذکر ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:(وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ:الاٰية)(سورہ بقرہ:آیت 222)

ترجمہ:اور تم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم،تم فرماؤ،وہ ناپاکی ہے تو عورتوں سے الگ رہو حیض کے دنوں اور ان سے نزدیکی نہ کرو، جب تک پاک نہ ہولیں۔(کنزالایمان)

جب قرآن مجید میں بھی یہی حکم بیان کیا گیا ہے تو یہ بات فی نفسہ کفر نہیں ہوسکتی ہے۔ہاں، مجوسیوں کی خاص عادت ہونے کی حیثیت اس امر کی تحسین کفر ہوگی: واللہ تعالیٰ اعلم

فیصلہ سوم میں مرقوم ہے:''یہ نہیں کہ کوئی کافر فی نفسہ اچھی بات کہے، یا اچھا کام کرے ،اس پر اس کی تعریف کی جائے تو بھی کفر ہوجائے''۔(ص 13)

جب حالت حیض میں بیوی سے قربت کو قرآن عظیم میں بھی حرام قرار دیا گیا ہے تو حالت حیض میں بیوی کی قربت سے باز رہنا فی نفسہ امر محمود وامر مطلوب ہے،لیکن اس کام کو محض اس وجہ سے اچھا کام کہے کہ یہ مجوس کا طریق کار ہے،تب یہ کفر ہے،پس ثابت ہوگیا کہ کفار ومشرکین کے غیر کفری کام کو بھی محض اس وجہ سے اچھا کام کہنا کہ وہ کفار ومشرکین کا کام ہے تو یہ کفر ہے۔اسی بات کو کسی دوسری حیثیت سے اچھی بات کہنا کفر نہیں، بلکہ درست ہے۔

فیصلہ سوم کی عبارت ہے:فقہائے کرام کے فرمان:(من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر) میں تحسین کی نسبت امر کفار کی طرف کی گئی ہے جس کا مادۂ اشتقاق ''کفر'' ہے اور قاعدہ ہے کہ اسم مشتق کی نسبت سے جو حکم ہوتا ہے، مادۂ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے''۔

مسلم الثبوت کی شرح فواتح الرحموت اور توضیح کی عبارت کا اطلاق مشتق پر ہوگا اور (من رأى امر الكفار حسنا فقد كفر) میں تحسین کی نسبت کفار کی طرف نہیں، بلکہ ''امر الکفار'' کی طرف کی گئی ہے تو فواتح الرحموت اور توضیح کے اصول کا اطلاق اس پر نہیں ہوگا، کیوں کہ یہاں مصدر امر کی طرف نسبت ہے، نہ کہ مشتق یعنی کفار کی طرف اور معنی ہوگا کہ امر کفار کی تحسین امر کفار ہونے کی حیثیت سے ہو، تب تکفیر ہوگی۔ کفار کی جانب نسبت واضافت کے سبب اس امر کی تحسین کفر ہے۔ اگر کوئی بات فی نفسہ اچھی ہو، اور کفار کی جانب اس امر کی نسبت کے سبب اس امر کی تحسین نہ ہو، بلکہ اس امر کی تحسین اس لیے ہو کہ وہ امر فی نفسہ اچھا ہے تو اس وقت حکم کفر نہیں ہوگا، کیوں کہ اس وقت امر کفار کی تحسین نہیں، بلکہ بلانسبت فی نفسہ اس امر حسن کی تحسین ہے اور وہ امر فی نفسہ حسن اور قابل تحسین ہی ہے۔

جیسے حالت حیض میں بیوی سے قربت نہ کرنا فی نفسہ امر حسن ہے، اسی لیے قرآن مقدس میں بھی بندوں کو یہی حکم دیا گیا۔ حکم قرآنی ہونے کے سبب اس امر کی تحسین کفر نہیں، بلکہ صحیح ہے۔ عادت مجوس ہونے کی وجہ سے اس امر کی تحسین کفر ہے: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فصل سوم

کفار کے حقیقی حالات کا بیان

بوقت حاجت اور بوجہ مصلحت کفار ومشرکین کے حقیقی حالات کو بیان کرنا جائز ہے۔ کفار ومشرکین کی تعظیم وتکریم حرام ہے، بلکہ اگر کافر ہونے کی حیثیت سے کافر کی تعظیم کی جائے تو یہ کفر ہے۔ تعظیم وتکریم اور مدارات میں فرق ہے۔ بعض امور مدارات کے قبیل سے ہیں، وہ تعظیم وتکریم نہیں ہیں۔ بعض صورتوں میں کفار کے ساتھ مدارات جائز ہے۔ مدارات کو تعظیم وتوقیر کو مدارات سمجھنا غلط ہے۔ اس کا تفصیلی بیان حصہ اول: باب ہشتم میں ہے۔

ایک کافر کے حقیقی حالات کا بیان

فیصلہ سوم میں مرقوم ہے: ''ابوجہل کے حقیقی بھائی حارث بن ہشام جو بدر اور احد کی جنگوں میں اسلام کے خلاف لڑ چکے تھے، مگر چوں کہ مہمانوں کی خاطر داری میں خاصی شہرت رکھتے تھے، اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''حارث بے شک سردار، شریف اور سخی ہے۔ان کے والد بھی ایسے ہی تھے۔میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اسلام کی دولت سے سرفراز فرمائے''۔(ص 13)

جواب: ابتدائے اسلام میں اسلام کی جانب ترغیب دینے کے واسطے مؤلفۃ القلوب کفار کو زکات دینے کی اجازت تھی۔بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔اسی طرح حارث بن ہشام کے لیے وہ جملے اسلام کی جانب ترغیب دینے کے واسطے ہیں، جیسا کہ روایت میں بھی اس کے اسلام لانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی گئی ہے۔بوجہ مصلحت کفار سے مدارات جائز ہے۔حصہ اول: باب ہشتم میں تفصیل ہے کہ بوجہ حاجت کفار کی مدارات جائز ہے۔

حدیث میں حارث بن ہشام کی حقیقی حالت کا بیان ہے۔یہ اس کی مدح سرائی نہیں۔ اس کی حقیقی حالت کا بیان اسلام کی ترغیب کے لیے ہے، نہ اس کی مدح وستائش کے لیے۔

اگر کسی کافر کے بارے میں کہا جائے کہ فلاں شخص ملک کا پرائم منسٹر ہے۔فلاں راجیہ سبھا کا ممبر ہے۔وہ فلاں یونیورسٹی کا چانسلر ہے تو یہ اس کے حقیقی حالات کا بیان ہے۔اگر کسی سے پوچھا جائے کہ آپ کے پاس کون سی ڈگری ہے، وہ کہے کہ میں ایم بی بی ایس اور ایم ڈی ہوں تو یہ خود ستائی نہیں، بلکہ سائل کو اس نے اپنی ڈگری بتائی۔یہ خودستائی نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ترغیب اسلام کے واسطے حارث بن ہشام کے حقیقی احوال بیان فرمائے۔کسی حاجت ومصلحت کے سبب حقیقی احوال کا بیان ہو سکتا ہے۔

رام کا وجود ہی نہیں، پس اس کے حقیقی احوال بھی نہیں۔اب جو کچھ کہا جائے، وہ رام کی

مدح محض ہے جس کا حقیقت سے کچھ تعلق نہیں، نیز معبود کفار اور کفار کے حکم میں فرق ہے۔ کتھائی خطاب میں آیات قرآنیہ کی مخالفت بھی ہے، لہٰذا وہ جملے فی نفسہ کفر ہیں۔

مزید برآں اسلوب کلام مدح پر واضح دلیل ہے۔ وہ چاندنی ہے، وہ سوج کی روشنی ہے، وہ ٹھنڈی ہوا ہے، وہ بادل ہے۔ یہ اسلوب بیان خالص مدحیہ ہے۔ اس میں حقیقی احوال کا بیان نہیں، بلکہ کنائی جملوں کے ذریعہ رام کی مدح وتوصیف میں آسمان وزمین کے قلابے ملائے گئے۔ کیا یہ حقیقی احوال کا بیان ہے یا مدح وستائش ہیں؟ اقتباس درج ذیل ہے۔

''شری رام کا وجود ایسا پاک اور پوتر وجود ہے۔ ان کا کیرکٹر اتنا نرالا، پیارا اور بے مثال ہے کہ جو انٹیلیکچول کلاس ہے، جو چیزوں کی گہرائی میں اتر کر ان کی حقیقتوں کو جاننے کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ شری رام کو امام ہند مانتا ہے۔

امام سے بڑا کسی کا درجہ نہیں ہوتا۔ ہندوستان میں سب سے بڑے، اس انسان کو امام ہند کے نام سے ڈاکٹر اقبال نے یاد کیا ہے۔ رام نام ہے سچائی کا جو جھوٹ کو پراجت کرتا ہے۔ رام نام ہے مظلوموں اور دکھی لوگوں کی حمایت کا، جو ظلم کی گردن پکڑتا ہے۔ رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا جو جھلساتی ہوئی دھوپ میں انسان کے لیے چھتر چھایا بن جاتی ہے۔

رام نام ہے سورج کی اس روشنی کا جس کے ذریعہ اندھیرے دور ہوتے ہیں۔ رام نام ہے چاند کی اس چاندنی کا جس کے ذریعہ لوگوں کو سکون ملتا ہے۔

میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔ نفرت کے مقابلے میں محبت کے اس نے بادل برسائے۔ انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس کروایا''۔

فیصلہ سوم کی مثال بے محل

فیصلہ سوم میں حارث بن ہشام کی مثال پیش کی گئی ہے، یہ بے محل ہے۔ ایسی باتوں سے احتراز لازم ہے۔ امتی سے دفع اعتراض کے واسطے کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل

کی مثال دینا غلط ہے۔ یہاں کوئی ایسا مخفی فرق ہوسکتا ہے جو ہماری عقل وفہم سے باہر ہو۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

''سخت محرومی و بے باکی ہے یہ کہ آدمی کے کسی عیب پر نکتہ چینی ہو، اور وہ اپنے اوپر سے دفع الزام کے لیے کسی نبی سے استشہاد کرے کہ ان سے بھی ایسا واقع ہوا، اگر چہ ظاہراً وہ فعل وقوع میں آیا ہو، اور اس نے اپنی نابینائی سے فرق نہ دیکھا اور ملائکہ کو چمار پر قیاس کیا۔

شفاء شریف امام قاضی عیاض میں ہے: (**هـذه كلها وان لم تتضـمن سبا–ولا قـصـد قـائلها ازراء فما وقر النبوة ولاعظم الرسالة ولاعزر حرمة الاصطفاء صـلـى الـلّـه تعالىٰ عليه وسلم حتى شبه من شبه فى معرة قصد الانتفاء منها بمن عظم اللّٰه خطره ونهى عن جهر القول له ورفع الصوت عنده فحق هذا ان درى عنه القتل السجن وقوة تعزيره(ملخصاً)**

(یہ تمام کلام اگر چہ سب وشتم کو متضمن نہیں اور نہ ہی قائل نے اس سے کسی عیب کا قصد کیا ہے، بہر حال اس نے نہ تو منصب نبوت ورسالت کا خیال رکھا ہے، نہ ہی حرمت کا اقرار کیا ہے، حتی کہ روانی کلام میں شاعر نے اپنے ممدوح کو عیب سے پاک ہونے کا قصد کرتے ہوئے اس ذات سے تشبیہ دی جس کی قدر ومنزلت کو اللہ تعالیٰ نے عظیم فرمایا اور اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ رب العٰلمین نے ان کی بارگاہ میں بلند آواز سے بولنے کی ممانعت فرمائی، اس سوئے ادبی کی سزا اگر چہ قتل نہیں ہے، تاہم قید بامشقت کی سزا دینا ضروری ہے (ملخصاً)۔ت)

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر معاذ اللہ انہونی جوڑنا اور اس سے اپنی ناپاکی کا جواز چاہیں، کتنی سخت خباثت اور کس قدر شدید موجب لعنت ہے۔ کیا کسی عالم دین کا وہ ناسعید بیٹا سخت ناخلف نہ قرار پائے گا جس کے بھنگ پینے پر اس کے باپ کے شاگرد اعتراض

کریں اور وہ اپنے اوپر سے دفع اعتراض کے لیے محض جھوٹ بہتان اپنے باپ پر رکھ دے کہ کیا تمہارے استاد چرس نہ پیتے تھے، پھر کہاں باپ اور کہاں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"۔(فتاویٰ رضویہ: جلد 14:ص 388-390-جامعہ نظامیہ لاہور)

نوشیرواں کے حالات کا بیان

فیصلہ سوم میں مرقوم ہے: "نوشیرواں مشرک تھا جس نے اپنی رعایا کے ساتھ بہت ہی حسن سلوک کیے تھے تو حضرت شیخ سعدی نے گلستاں میں ان کی تعریف وتوصیف کے پل باندھ دیئے تو کیا حضرت شیخ سعدی دائرۂ اسلام سے خارج ہو گئے؟"(ص 13)

جواب: گلستاں (حکایت نمبر 20:ص 72-امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف) میں نوشیرواں کا ذکر ہے، لیکن اس میں تعریف کے پل نہیں باندھے گئے ہیں۔محض نوشیرواں کی ایک حکایت ہے، نیز اسی حکایت میں نوشیرواں کو عادل بھی لکھا گیا ہے، حالاں کہ کافر کو عادل کہنا کفر ہے۔کیا گلستاں کی عبارت سے ثابت ہوگا کہ کافر کو عادل کہنا جائز ہے؟ ہرگز نہیں۔لامحالہ ایسی عبارت الحاقی مانی جائی گی اور مصنف کو اس سے بری قرار دیا جائے گا۔

کسی کو عادل کہنے سے متعلق فتاویٰ رضویہ کے دو اقتباسات درج ذیل ہیں۔

(1) سوال میں نصاریٰ کی کچہریوں کو عدالت اور ان کے حکام کو عادل کہنے کا حکم دریافت کیا گیا۔جواب دیا گیا کہ نصاریٰ کی کچہریوں کے حکام کو عادل کہنا کفر ہے، کیوں کہ ان کچہریوں میں غیر اسلامی قانون کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں۔ان میں سے بہت سے قوانین خلاف اسلام ہیں، پس خلاف اسلام قانون کو عدل اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے والے کو عادل کہنا کفر ہے۔صرف قانون الٰہی عدل ہے۔فتویٰ درج ذیل ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: "عدالت بطور علم رائج ہے۔معنی وضعی مقصود نہیں ہوتے، لہٰذا تکفیر ناممکن۔البتہ عادل کہنا ضرور کلمہ کفر ہے، مگر محض بروجہ خوشامد ہوتا

ہے، لہٰذا تجدید اسلام و نکاح کافی ۔ ہاں خلاف ما انزل اللہ کو اعتقاداً عدل جانے تو قطعاً وہی کفر ہے کہ من شک فی کفرہ فقد کفر''۔ (فتاویٰ رضویہ: جلد ششم :ص 116 - رضا اکیڈمی ممبئ)

(2) امام اہل سنت قدس سرہ نے رقم فرمایا: ''یہ سب احکام قاضیان سلطنت اسلامیہ سابقہ کے لیے ہیں جو اسی کام کے لیے مقرر ہوئے تھے کہ مطابق احکام الٰہیہ فیصلہ کریں، بخلاف حال کی اکثر اسلامی سلطنتوں کے جن میں خود سلاطین نے احکام شرعیہ کے ساتھ اپنے گھڑے ہوئے باطل قانون بھی خلط کیے ہیں اور قاضیوں کو ان پر فیصلہ کرنے کا حکم ہے، ان کی شناعت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ و رسول کے خلاف حکم کرنے ہی پر مقرر ہوئے۔

ان اسلامی سلطنتوں کے ایسے قاضیوں کو بھی قاضیِ شرع کہنا حلال نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کلمہ کی تہہ میں جو خباثت ہے، قائل اگر اس پر آگاہ ہو، اور اس کا ارادہ کرے تو قطعاً خارج از اسلام ہو جائے کہ اس نے باطل کا نام شرع رکھا، ولہٰذا ائمہ کرام نے اپنے زمانہ کے سلاطین اسلام کی نسبت فرمایا کہ: (**من قال لسلطان زماننا عادل فقد کفر**) ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہنا کفر ہے کہ وہ خلافِ احکام الٰہیہ حکم کرتے ہیں۔

اور خلاف احکام الٰہیہ عدل نہیں ہوسکتا۔ عدل حق ہے تو اسے عدل کہنے کے یہ معنی ہوئے کہ خلافِ احکام الٰہیہ حق ہے، تو معاذ اللہ احکام الٰہیہ ناحق ہوئے اور یہ کفر ہے۔

بہر حال جو قاضی خلاف احکام الٰہیہ حکم کرتا ہو، ہرگز قاضیِ شرع نہیں ہوسکتا۔ جب قاضیان سلطنت اسلامیہ کی نسبت یہ احکام ہیں تو سلطنت غیر اسلامیہ کے حکام تو مقرر ہی اس لیے کیے جاتے ہیں کہ مطابق قانون فیصلہ کریں''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد سوم :ص 800-801 - رضا اکیڈمی ممبئ)

حاتم طائی کے حالات کا بیان

فیصلہ سوم میں مرقوم ہے: ''حاتم طائی بھی مسلمان نہیں تھا، مگر کون ہے جس نے اس

کی سخاوت کی داد نہیں دی ہو، یہاں تک کہ عرف میں حاتم کے معنی ہی سخی ہو گئے ہیں تو کیا پوری دنیا ہی کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار کیا دیا جائے گا''۔(ص13)

جواب: حاتم طائی ،نوشیرواں، رستم وغیرہ کے حقیقی احوال ترغیب کے لیے بیان کیے جاتے ہیں ۔اسی طرح بہت سے قصے کہانیاں اور کہاوتیں بیان کی جاتی ہیں۔ایسے قصوں اور کہاوتوں کے ذریعہ وعظ ونصیحت اور ترغیب وترہیب مقصود ہوتی ہے۔حقیقی احوال کا بیان کبھی تعظیم کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی تقبیح کے ساتھ اور کبھی دونوں سے خالی سادہ بیان بھی ہوتا ہے، نیز کفار اور غیر مومن معبودان کفار کے حکم میں فرق ہے۔سب سے اہم بات یہ کہ کتھائی خطاب میں معبود کفار کی مدح بھی ہے اور متعدد آیات قرآنیہ کی مخالفت بھی۔

(1)حضور صدر الشریعہ اعظمی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''عجیب وغریب قصے کہانی تفریح کے طور پر سننا جائز ہے، جب کہ ان کا جھوٹا ہونا یقینی نہ ہو، بلکہ جو یقیناً جھوٹ ہوں، ان کو بھی سنا جا سکتا ہے، جب کہ بطور ضرب مثل ہوں، یا ان سے نصیحت مقصود ہو، جیسا کہ مثنوی شریف وغیرہ میں بہت سے فرضی قصے، وعظ وپند کے لیے درج کیے گئے ہیں۔اسی طرح جانوروں اور کنکر پتھر وغیرہ کی باتیں فرضی طور پر بیان کرنا یا سننا بھی جائز ہے، مثلاً گلستاں میں حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے لکھا: ع/ گلے خوشبوئے درحمام روزے: الخ''۔(درمختار وغیرہ)(بہار شریعت: حصہ 16-مکتبۃ المدینہ کراچی)

(2)امام ملک العلما کاسانی حنفی نے رقم فرمایا:(**وَکَـذَلِکَ لو قال:أنت تَزْنِی وأنـا أُضْـرَبُ الْـحَـدَّ لِأَنَّ مِثْلَ هذا الْكَلَامِ فی عُرْفِ الناس لَا يَدُلُّ علی قَصْدِ الْـقَـذْفِ-وَإِنَّـمَـا يَـدُلُّ علی طَرِيقِ ضَرْبِ الْمَثَلِ علی الِاسْتِعْجَابِ أَنْ كَيْفَ تَـكُونُ الْعُقُوبَةُ علی إنْسَانٍ وَالْجِنَايَةُ من غَيْرِهِ كما قال اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالَی }**

(**وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَی**)(بدائع الصنائع: جلد ہفتم:ص43-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:اسی طرح اگر کہا:تم بدکاری کرو،اور مجھے حد لگائی جائے،اس لیے کہ ایسا کلام

لوگوں کے عرف میں قذف کے قصد پر دلالت نہیں کرتا، بلکہ بطریق استعجاب ضرب المثل پر دلالت کرتا ہے کہ کیسے سزا کسی انسان پر ہوگی، جب کہ جرم کسی دوسرے کا ہو، جیسا کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔

عبرت ونصیحت کے واسطے اقوام ماضیہ کے قصے کہانیاں بھی سننا جائز ہیں، جب کہ ان میں کچھ نصیحت وترغیب ہو۔قصوں، کہانیوں کی کتابیں بھی رقم کی گئیں، جیسے قلیوبی وغیرہ۔

(3)علامہ شامی نے رقم فرمایا:(**وحديث (حدثوا عن بنى اسرائيل يفيد حل سما ع الاعاجيب**)(ردالمحتار:فصل فی البیع: جلد27-ص20-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: حدیث ''بنی اسرائیل کی باتیں بیان کرو'' عجیب وغریب قصوں کی سماعت کے حلال ہونے کو بتاتی ہے۔

(4)امام مناوی نے رقم فرمایا:(**(حدثوا عن بنى إسرائيل)أى بلغوا عنهم قصصهم ومواعظهم ونحو ذلک مما اتضح معناه-فإن فى ذلک عبرة لأولى الأبصار(ولا حرج)عليكم فى التحديث عنهم ولو بغير سند لتعذره بطول الأمد فيكفى غلبة الظن بأنه عنهم.**

إنما الحرج فيما لم يتضح معناه-وهنا تأويلات بعيدة ووجوه غير سديدة فاحذرها-وتناول حد التحديث ما استحال وقوعه فى هذه الأمة كإطالة الثياب ونزول نار من السماء تأكل القربان.

(د عن أبى هريرة) قال السخاوى:أصله صحيح وفى رواية ابن منيع وتمام والديلمى(حدثوا عن بنى إسرائيل فإنه كانت فيهم أعاجيب)

(فیض القدیر: حرف حاء-جلد سوم:ص377-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:(بنی اسرائیل کی باتیں بیان کرو) یعنی ان کے قصے اور ان کی نصیحت کی باتیں وغیرہ بیان کرو جس کا معنی واضح ہو، اس لیے کہ اس میں اہل عقل کے لیے عبرت ہے۔

(اور کوئی حرج نہیں) تم پر ان کی باتیں بیان کرنے میں، گر چہ بغیر سند کے ہو، طول مدت کے سبب سند کے متعذر ہونے کے سبب، پس غلبہ ظن کافی ہے کہ یہ ان لوگوں کی باتیں ہیں۔حرج اس میں ہے جس کا معنی واضح نہ ہو۔

اور اس حدیث کی بعید تاویلات اور غیر صحیح معانی (بیان کیے گئے) ہیں، پس ان سے پرہیز کرو۔حدیث مذکور ان باتوں کو بیان کرنے کو شامل ہے جس کا وقوع اس امت میں محال ہو چکا ہے، جیسے کپڑوں کا طویل ہو جانا اور آسمان سے آگ اتر کر قربانی کو کھا جانا۔

امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو روایت کیا۔

امام سخاوی نے فرمایا کہ اس کی اصل صحیح ہے اور محدث ابن منیع ومحدث تمام بن محمد بجلی رازی دمشقی ومحدث دیلمی کی روایت میں ہے۔بنی اسرائیل کی باتیں بیان کرو، اس لیے کہ ان میں تعجب خیز باتیں تھیں۔

بنی اسرائیل اور اقوام ماضیہ کی باتیں عبرت ونصیحت کے واسطے بیان کی جاسکتی ہیں۔ان کہانیوں سے کسی کی مدح وستائش مقصود نہیں ہوتی ہے، بلکہ ان قصوں میں جو نصیحت کی باتیں ہیں، ان کے ذریعہ انسانی ذہنوں کی تربیت مقصود ہوتی ہے۔بنی اسرائیل کے بہت سے واقعات احادیث صحیحہ میں بیان ہوئے، جیسے سو انسانوں کے قاتل کی توبہ کا واقعہ۔

مشرکین عرب کے معبودں کا ذکر

فیصلہ سوم میں مرقوم ہے:''ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر کو تو مشرکین عرب دیوتا مانتے تھے، مگر چوں کہ وہ فی نفسہ صحیح لوگ تھے، اس لیے امام بخاری نے بخاری شریف ج ۲ ص۷۳۲ میں روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے ان کی تعریف کی اور''رجال صالحون'' کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے تو کیا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی اسلام کے دائرہ سے باہر ہیں''۔(ص13)

جواب: بحث کا تعلق غیر مومن معبودان کفار سے ہے۔حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور مومنین صالحین جن کو کفار ومشرکین نے معبود بنالیا ہے، ان کی تعظیم وتکریم کی جائے گی۔اس کا تفصیلی بیان حصہ اول: باب چہارم میں مرقوم ہے۔غیر مومن معبودان کفار کا ذکر خیر قرآن وحدیث میں نہیں۔باب بست ودوم میں تفصیل مرقوم ہے۔ذکر اور ذکر خیر میں فرق ہے۔آیات قرآنیہ میں مذمت کے ساتھ بتوں کا ذکر موجود ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم وآلہ العظیم

باب بستم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

غیر مومن معبودان کفار کی مدح سرائی کا حکم

بتوں اور دیوتاؤں کی جے پکارنا کفر ہے، کیوں کہ اس سے بتوں کی تعظیم ہوتی ہے۔ اسی طرح بتوں کی مدح وثنا بھی کفر ہے، کیوں کہ اس میں بتوں کی تعظیم ہے۔ بتوں کی تعظیم میں حیثیت کا اعتبار نہیں۔ بتوں کی جے پکارنا بھی بتوں کی تعظیم ہے اور بتوں کی مدح وثنا بھی بتوں کی تعظیم ہے۔ دونوں کفر ہیں۔ بتوں کی تعظیم کفر ہے، خواہ تعظیم کسی شکل میں ہو۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''مشرکین کی جے پکارنا ان کی تعظیم ہے اور کافر کی تعظیم کفر ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ: جلد15: ص271-جامعہ نظامیہ لاہور)

غیر مومن معبودان کفار کی تعظیم میں حیثیت کا اعتبار نہیں۔ جس حیثیت سے تعظیم ہو، وہ کفر ہی ہے۔ کافر کی تعظیم میں حیثیت کا فرق معتبر ہے۔ اگر کافر ہونے کی حیثیت سے کافر کی تعظیم ہو، تب حکم کفر ہے، کیوں کہ یہ کفر کی تعظیم ہے۔ دیگر حیثیت سے کافر کی تعظیم ہو تو حرام ہے، کفر ہے۔ بوقت حاجت ومصلحت کفار سے مدارات جائز ہے، تعظیم جائز نہیں۔ کفار سے مدارات کے جواز اور تعظیم کی حرمت کی بحث حصہ اول: باب ہشتم میں مرقوم ہے۔

مشرکین کے حق میں کوئی ایسا لفظ کہا جو فی نفسہ کفر ہے تو وہاں بھی حیثیت کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ جس حیثیت سے کہے، کفر ہی ہوگا، جیسا کہ غیر اسلامی کورٹ کے جج کو عادل کہنے سے متعلق امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کا فتویٰ ہے۔ نصاریٰ کی کچہریوں کو عدالت اور ان کے ججوں کو عادل کہنے سے متعلق سوال ہوا تو آپ نے جج کو عادل کہنے کو کفر بتایا، کیوں کہ غیر اسلامی کورٹ کے جج غیر اسلامی قانون کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں اور اسلام کے خلاف

غیر اسلامی قانون عدل وحق نہیں ہو سکتے۔قانون خداوندی عدل وحق ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''عدالت بطور علم رائج ہے۔معنی وضعی مقصود نہیں ہوتے،لہٰذا تکفیر ناممکن۔البتہ عادل کہنا ضرور کلمہ کفر ہے،مگر محض بروجہ خوشامد ہوتا ہے،لہٰذا تجدید اسلام ونکاح کافی۔ہاں خلاف ما انزل اللہ کو اعتقاداً عدل جانے تو قطعاً وہی کفر ہے کہ من شک فی کفرہ فقد کفر''۔(فتاویٰ رضویہ:جلد ششم:ص116-رضا اکیڈمی ممبئی)

احکام شرعیہ کے مخالف احکام کو حق وعدل اعتقاد کرنا کفر کلامی ہے،کیوں اصل عدل، حکم خداوندی میں ہے۔حکم الٰہی کے مخالف جو دنیاوی قوانین ہیں،وہ عدل نہیں۔کورٹ کا جج دنیاوی قانون کی روشنی میں فیصلہ کرتا ہے۔ان میں بہت سے خلاف شرع قوانین ہیں۔

خوشامد کے طور پر غیر اسلامی کورٹ کے جج کو عادل کہے تو یہ کفر فقہی ہے۔اگر اس کے خلاف شرع فیصلے کو حق اعتقاد کرے تو کفر کلامی ہے،کیوں کہ جب اس نے خلاف شرع فیصلے کو حق اعتقاد کر لیا تو اس کی نظر میں شرعی حکم حق نہ رہا،حالاں کہ حکم شرعی کو حق ماننا لازم ہے۔

دنیاوی کورٹ کے جج کو عادل کہنا کفر ہے۔اس میں آیت قرآنیہ کی مخالفت ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:(وَتَمَّتْ كَلِمٰتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ)

(سورہ انعام:آیت115)

ترجمہ:اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں،اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں۔(کنز الایمان)

ارشاد الٰہی سے ثابت ہو گیا کہ صدق وعدل اللہ تعالیٰ کے کلمات واحکام ہیں۔اس میں تبدیلی کی گنجائش نہیں۔جو کلمات الٰہی کے مخالف احکام کو عدل کہے،وہ قرآن کا مخالف ہے۔اسی طرح اصنام واوثان کو پاک وجود کہنا،کفار کو پاک وجود کہنا،بلند رتبہ اور امام ہدایت کہنا قرآن عظیم کی صریح مخالفت ہے۔تاویلات باطلہ سے مخالفت دور نہیں ہو سکتی ہے۔

محافظین شریعت و پاسداران مذہب وملت غور کریں اور امت کی دستگیری فرمائیں۔

اسلامی قانون ہے کہ مسجد تا قیامت مسجد رہتی ہے۔ بابری مسجد کی جگہ مندر بنانے کا فیصلہ اسلامی قانون کے خلاف ہے۔اس فیصلہ کو حق وعدل کہنا غلط ہے۔جب وہاں پر مندر ہونے کا تاریخی ثبوت ہی نہ مل سکا تو محض قوم ہنود کے اعتقاد کے مطابق فیصلہ کرنا قابل تعجب ہے۔دوسری جانب مسلمانوں کے پرسنل لا میں تبدیلی کر دی جاتی ہے، حالاں کہ ان مسائل پر مسلمانوں کا اعتقاد ہوتا ہے۔کسی کے اعتقاد پر فیصلہ ہوتا ہے اور کسی کا اعتقاد توڑا جاتا ہے۔

کتھائی خطاب میں آیات قرآنیہ کی مخالفت

مجوسی لوگ دوخدا مانتے ہیں: اہرمن اور یزدان۔زید مجوسیوں کی مجلس میں جائے اور کہے کہ: لوگوں نے اہرمن کو کیسا سمجھا اور میں بحیثیت مسلمان اہرمن کو کیسا سمجھتا ہوں۔ہماری اردو زبان نے اہرمن کا تعارف کس طرح پیش کیا۔عمرو شاعر نے کہا ہے:

ہے اہرمن کے وجود پر ایرانیوں کو ناز　　اہل نظر سمجھتے ہیں اس کو امام شرق

اہرمن کا وجود ایسا پاک اور پوتر وجود ہے۔اس کا کیرکٹر اتنا نرالا، پیارا اور بے مثال ہے۔دانشور طبقہ اسے امام مانتا ہے۔امام سے بڑا رتبہ کسی کا نہیں ہوتا۔ایران میں سب سے بڑی اس ہستی کو امام شرق کے لقب سے شاعر عمرو نے یاد کیا ہے اور میں اسی اہرمن کو جانتا ہوں جس کے اخلاق بہت بلند تھے، وہ مظلوموں کا سہارا اور غریبوں کا مددگار تھا، وغیرہ۔

زید کے مذکورہ کلام میں متعدد وجوہ سے حکم کفر ثابت ہوتا ہے۔تفصیل درج ذیل ہے۔

(1) قرآن مجید میں بتوں کو ناپاک بتایا گیا۔زید نے معبود کفار کو پاک وجود کہا۔

بت جو مٹی، پتھر، لکڑی وغیرہ کا بنا ہوتا ہے۔یہ اسی وقت ناپاک ہوگا جب اس پر کوئی نجاست وپلیدی ہو، ورنہ وہ پاک ہے۔اسی طرح غیر مومن معبود کفار اگر انسان ہو تو اس کے جسم پر پلیدی ہو تو وہ ناپاک ہے، یا حالت جنابت میں ہو تو وہ حکمی طور پر ناپاک ہے، ورنہ

اس کا جسم پاک ہے، نیز خنزیر کے علاوہ کوئی مخلوق نجس العین نہیں ہے۔اسی طرح اصنام واوثان اور غیر مومن معبودان کفار بھی نجس العین نہیں۔ان کی ناپاکی کی تشریح درج ذیل ہے۔

بت کا وجود خارجی (وجود جسمانی) نجس نہیں، بلکہ اس کا وجود ذہنی نجس ہے، کیوں کہ وجود ذہنی معبودیت کے تصور کے ساتھ ہے۔اہرمن اگر انسانوں میں سے تھا اور کبھی اس کا وجود خارجی (وجود جسمانی) تھا تو اب وہ نہیں ہے۔اب اگر اس کے وجود پر مجوسیوں کو فخر ہے تو وجود سے اہرمن کا وجود ذہنی مراد ہے جو اس کے پرستاروں کے ذہن میں بہت خوبیوں اور معبودیت کے تصور کے ساتھ موجود ہے۔بتوں کا وجود ذہنی نجس ہے، کیوں کہ بتوں کا وجود ذہنی معبودیت کے تصور کے ساتھ ہے اور غیر اللہ کی معبودیت کا عقیدہ ناپاک عقیدہ ہے۔

فارسی زبان میں وجود کو ہستی کہا جاتا ہے۔اس کا استعمال اردو میں بھی ہوتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ امام غزالی عظیم ہستی ہیں، پس اس سے ان کا وجود ذہنی مراد ہے۔وجود خارجی یعنی وجود جسمانی (وجود دنیاوی) موت کے سبب منقطع ہو چکا ہے۔رستم بہادر ہستی کا نام ہے تو اس سے رستم کا وجود ذہنی مراد ہے، ورنہ موت کے سبب اس کا وجود جسمانی معدوم ہو چکا ہے۔

اسی طرح اہرمن کے وجود سے اس کا وجود ذہنی مراد ہوگا۔معبود باطل جس کا وجود ہی فرضی وخیالی ہو، اس کا وجود خارجی کبھی نہ ہوا ہو تو اس کا وجود خارجی مراد کیسے ہو سکتا ہے۔

اگر یہ فرض کیا جائے کہ زید نے تمام نظریات کفار کے بیان کیے ہیں تو کفار اہرمن کو خدا سمجھ کر اس سے متعلق ایسے نظریات رکھتے ہیں اور غیر اللہ کو معبود سمجھ کر جو نظریات اس سے متعلق رکھے جائیں، وہ سب کفریہ نظریات ہوں گے، کیوں کہ وہ نظریات معبودیت کے تصور کے ساتھ ہیں۔کسی کو معبود مان کر اس سے متعلق جو عقیدہ وعمل ہو، وہ کفر ہے۔

زید نے ان نظریات کی تردید نہیں کی، بلکہ یہ کہا کہ میں ایسے ہی اہرمن کو جانتا ہوں، گویا اس نے ماقبل میں کہی ہوئی باتوں کی تاکید وتائید کر دی۔ان نظریات کا انکار نہیں کیا۔

یہ صحیح ہے کہ نقل کفر، کفر نہیں۔نقل کفر کفر نباشد،لیکن جب کفر کو اچھا سمجھ کر نقل کرے تو یہ کفر ہے۔باب شانزدہم میں نقل کفر کی چار صورتوں اوران کے احکام کی تفصیل ہے۔

الحاصل اہرمن کا حقیقی وجود نہیں ، بلکہ فرضی وجود ہے۔اگر یہی مان لیا جائے کہ اس کا حقیقی وجود کبھی تھا۔کسی زمانے میں کسی انسان کا نام اہرمن تھا،اسی کو مجوسیوں نے معبود مان لیا ہے تو یہ بات ضرور سچ ہے کہ عہد حاضر میں اہرمن کا جسمانی وجود نہیں ۔ایسی صورت میں اہرمن کے وجود سے اس کا ذہنی وجود مراد ہوگا جو اہل عالم کے ذہن میں موجود ہے۔

وہ ذہنی وجود مجوسیوں کے ذہن میں اس کی معبودیت کے تصور کے ساتھ ہے۔ مسلمانوں کے ذہن میں اس کا ذہنی وجود اس کی معبودیت کے تصور کے بغیر ہے، کیوں کہ مسلمان اس کی معبودیت کے منکر ہیں، پس وہ اس کے ذہنی وجود کو پاک وجود نہیں مانتے۔

اب کوئی مسلمان اہرمن کے وجود کو پاک وجود کہے تو وہی ذہنی وجود مراد ہوگا اور حکم قرآنی وارشاد ربانی کی مخالفت ہوگی ۔اصنام واوثان کا ظاہر ناپاک نہیں تھا، بلکہ ان کے ساتھ معبودیت کا غلط عقیدہ تھا۔اسی سبب سے بتوں کو ناپاک کہا گیا ہے۔

قرآن مجید میں بتوں کو ناپاک بتایا گیا۔معبودان کفار کو پاک وجود کہنا قرآن عظیم کی مخالفت ہے۔ارشاد الٰہی ہے:(فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ)(سورہ حج: آیت 30)

ترجمہ: تو دور ہو بتوں کی گندگی سے۔(کنزالایمان)

بتوں کی نجاست سے معنوی نجاست مراد ہے، جیسے مشرکین کو ناپاک کہا گیا۔

ارشاد الٰہی ہے:(یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اِنَّمَا الۡمُشۡرِكُوۡنَ نَجَسٌ)(سورہ توبہ: آیت 28)

ترجمہ: اے ایمان والو! مشرک نرے ناپاک ہیں۔(کنزالایمان)

اہرمن کا ذہنی وجود ناپاک ہے، کیوں کہ وہ معبودیت کے تصور کے ساتھ ہے۔

بت پتھر کے ہوتے ہیں۔پتھر پاک ہوتا ہے،لیکن اللہ تعالیٰ نے بتوں کو ناپاک قرار

دیا ہے۔ دراصل بتوں کے ذہنی وجود کو ناپاک بتایا گیا ہے، کیوں کہ بتوں کے ذہنی وجود کے ساتھ معبودیت کا تصور ہے۔ اہرمن کا بھی محض ذہنی وجود ہے۔ ممکن ہے کہ کبھی انسانوں کے درمیان اس کا وجود ہوا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ محض فرضی، خیالی اور افسانوی کردار ہو۔

واضح رہے کہ اہرمن ویزدان خیالی اور اختراعی ہی ہیں۔ ہم نے محض مسئلہ کی تفہیم کے واسطے اہرمن کے وجود کو فرض کیا، تا کہ غیر مومن معبودان کفار کا حکم معلوم ہو۔ رام کو بھی محض خیالی اور افسانوی کردار تسلیم کیا جا تا ہے۔ اس کے وجود کا کوئی پتہ نہیں ہے۔

(2) قائل نے اہرمن کو ایران کی سب سے بڑی شخصیت کہا ہے۔ یران میں مسلمان بھی رہتے ہیں۔ کوئی کافر کسی مسلمان سے بلند رتبہ نہیں ہوسکتا ہے، پس غیر مومن معبود کفار جو مخزن شرک اور منبع کفر ہو، وہ کسی مومن سے بلند رتبہ کیسے ہوسکتا ہے۔ اس میں فرمان الٰہی کی مخالفت ہے۔ اگر اہرمن محض خیالی کردار ہے تو بھی وہ مومن سے افضل نہیں ہوسکتا ہے۔

جب اہرمن کا وجود ہی نہیں تو نہ صفت افضلیت اس کے لیے ثابت ہوگی، نہ ہی وہ افضل ہوگا، نیز فضیلت عطا فرمانے والے خداوند قدوس نے مومن کو فضیلت عطا فرمائی ہے تو جہاں ایمان نہیں، وہاں فضیلت بھی نہیں۔ غیر مومن مومن سے کم رتبہ ہوگا، نہ کہ بلند رتبہ۔ غیر مومن کو مومن سے افضل ماننا قرآن مقدس کی منقوشہ ذیل آیت مقدسہ کی مخالفت ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: (وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ) (سورہ بقرہ: آیت 221)

ترجمہ: اور بے شک مسلمان غلام مشرک سے اچھا۔ (کنز الایمان)

حصہ سوم میں ہے کہ کافر اور کفر کو خیر کہنا کفر ہے۔ جب کافر اور کفر کو خیر کہنا کفر ہے تو منبع کفر و مرجع شرک یعنی غیر مومن معبود کفار کو ملک بھر میں بلند رتبہ کہنا کیسے صحیح ہوگا، جب کہ ملک میں مسلمان بھی آباد ہیں۔ غیر مومن معبود کفار کو ملک بھر میں سب سے بلند رتبہ کہنا منقوشہ بالا آیت قرآنیہ (ولعبد مومن خیر من مشرک) کی صریح مخالفت ہے۔

غیر مومن معبود کفار کو کہنا کہ وہ ملک کا امام ہے اور امام سب سے بلند رتبہ ہوتا ہے۔
اس سے صاف واضح ہے کہ تمام اہل ملک سے اس کو بلند رتبہ بتایا جا رہا ہے: معاذ اللہ تعالیٰ

(3) اگر اہرمن کا وجود فرضی وخیالی نہ ہو، بلکہ کسی زمانے میں وہ انسانوں کے درمیان پیدا ہوا تھا اور اس کا مشرک ہونا بھی ثابت ہو تو اس کو پاک وجود کہنا قرآن عظیم کی مخالفت ہے۔ رب تعالیٰ نے مشرکین کو بھی نجس بتایا ہے، کیوں کہ وہ نجس عقیدہ والا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ) (سورہ توبہ: آیت 28)

ترجمہ: اے ایمان والو! مشرک نرے ناپاک ہیں۔ (کنز الایمان)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز سے سوال کیا گیا کہ مشرک کی نسبت یہ کہنا کہ وہ ہمارے شہر کی خاک کو پاک کرنے کے لیے تشریف لائے ہیں، کیا حکم رکھتا ہے؟

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے جواب میں رقم فرمایا: ''لا الٰہ الا اللہ! عجب ان سے کہ مدعی اسلام ہوں اور اسلام کے پورے مدعی بن بیٹھیں۔ کیا قرآن عظیم کے رد ہی پر کمر باندھی ہے۔ واحد قہار فرماتا ہے: (اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ) مشرک تو نہیں مگر نرے گندے، بلکہ عین نجاست۔ عجب کہ نجاست اور مطہر۔

ہاں، جب ہندو دھرم ہی اختیار کیا تو عجب نہیں کہ گوبر اور پوتر۔ لا واللہ اس سے بھی ہزار درجہ بدتر۔ گوبر کی نجاست میں ائمہ کو اختلاف ہے اور مشرک کی نجاست پر قرآن کریم کا نص صاف ہے اور آمد سے زمین ناپاک کرنے میں نجاست باطن نجاست ظاہر سے کروڑ درجہ بدتر ہے۔ نجاست ظاہر ایک دھار پانی سے پاک ہو جاتی ہے اور نجاست باطن کروڑ سمندروں سے نہیں دھل سکتی، جب تک صدق دل سے ایمان نہ لائے۔

ع/ ہر چہ شوئی پلید تر باشد

(جتنا دھوئے گا، اتنا ہی زیادہ پلید ہو گا۔ ت)

(فتاویٰ رضویہ: جلد 14: ص406- جامعہ نظامیہ لاہور)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ہنود سے متعلق رقم فرمایا: ''وہ نجس قوم کہ بنص قطعی قرآن اس پر حکم نجاست ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ: جلد ششم: ص85- رضا اکیڈمی ممبئی)

(4) اہرمن کا وجود حقیقی ہو یا فرضی، بہر صورت ہر مشرک قوم اپنے معبود کو امام ہدایت مانتی ہے۔ جب کہا جا رہا ہے کہ امام کا رتبہ بڑا ہوتا ہے تو لامحالہ امام ہدایت کو ہی بلند رتبہ مانا جاتا ہے۔ کوئی قوم امام ضلالت کو بلند رتبہ نہیں مانتی ہے۔ کفار و مشرکین اپنے معبودان باطل کو امام ہدایت مانتے ہیں۔ قرآن مجید میں کفار کے ایسے لیڈروں کو ائمہ کفر کہا گیا ہے۔ ایسوں کو امام ہدایت ماننا قرآن مقدس کی آیت طیبہ کی صریح مخالفت ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: (فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ) (سورہ توبہ: آیت 12)

ترجمہ: تو کفر کے سرغنوں سے لڑو۔ (کنزالایمان)

فرعون بھی خدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور قوم فرعون سے متعلق ارشاد فرمایا: (وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ) (سورہ قصص: آیت 41)

ترجمہ: اور انہیں ہم نے دوزخیوں کا پیشوا بنایا کہ آگ کی طرف بلاتے ہیں۔

(کنزالایمان)

ہر مشرک قوم اپنے معبود کو امام ہدایت مانتی ہے۔ اسی طرح قوم مجوس بھی اپنے معبود مذکور کو امام ہدایت مانتی ہے۔ ائمہ کفر کو ائمہ ہدایت ماننا قرآن مجید کی صریح مخالفت ہے۔

الحاصل زید کے کلام میں قرآن مقدس کی پانچ آیات طیبہ کی مخالفت ہے۔

زید نے کہا کہ میں بحیثیت مسلمان اہرمن کو کیسا سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد اس نے اپنی اردو زبان کا حوالہ دیا۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ بھارت میں اردو زبان کو مسلمانوں کی زبان و ادب مانا جاتا ہے، گویا کہ زید نے یہ کہا کہ میں اور میرے علاوہ دیگر

مسلمان اہرمن کو کیسا سمجھتے ہیں۔ جس شاعر کا قول پیش کیا ہے، وہ بھی کلمہ گویان اسلام سے ہے۔ اس سے بھی یہی واضح ہے کہ قائل اہرمن کے بارے میں مسلمانوں کا نظریہ بیان کر رہا ہے۔ کم از کم اتنا ضرور ثابت ہوا کہ زید اہرمن کو ویسا ہی مانتا ہے، جیسا اس نے بیان کیا۔

جاننا اور کہنا: محل استعمال اور معانی

جاننا اور کہنا، دونوں کے الگ معانی ہیں اور یہ دونوں لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوتے ہیں۔ کسی نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کو ایک جانتا ہوں تو یہاں جاننے کا معنی ماننا اور اعتقاد رکھنا ہے۔ کہنے کا معنی ہر جگہ ماننا اور اعتقاد رکھنا نہیں۔ استاد نے شاگرد کو کہا کہ تم گدھا ہو تو یہ مفہوم نہیں کہ استاد نے شاگرد کو گدھا مان لیا، بلکہ زجر و توبیخ کے طور پر ایسا کہا جاتا ہے۔ محل استعمال اور قرائن کے اعتبار سے جاننے اور کہنے کے معانی کا تعین ہوگا۔

زید نے کہا کہ میں اسی اہرمن کو جانتا ہوں جو ایسی صفات کا حامل ہے۔ اسلوب کلام اور سیاق وسباق سے واضح ہے کہ یہاں جاننا بمعنی ماننا ہے کہ میں اسی اہرمن کو مانتا ہوں جو ایسی صفات کا حامل ہے، پس زید نے اہرمن کی مذکورہ ماقبل صفات کو مانا اور اس کی تاکید کی۔

قول زید میں نقل کا دعویٰ ناقابل قبول

(1) اگر بالفرض اگر زید نے مجوسیوں کا نظریہ بیان کیا ہے تو بھی اہرمن کی مدح سرائی سے مجوسیوں کے مذہبی جذبات کا احترام ہوا، کیوں کہ زید نے ان باتوں کی تردید نہیں کی ہے۔ کفار کے مذہبی جذبات کا اعزاز کفر ہے۔ جس طرح کفار کے بتوں کی برائی بیان کرنے سے ان کے مذہبی جذبات کی توہین ہوتی ہے۔ اسی طرح بتوں کی مدح سرائی سے ان کے مذہبی جذبات کا احترام ہوتا ہے۔ کفار کے مذہبی جذبات کا احترام بھی کفر ہے۔

اہرمن کے بارے میں زید کہے کہ اہرمن کا وجود ناپاک وجود ہے۔ سوال ہونے پر زید کہے کہ میں نے اہرمن کے بارے میں یہودیوں کا نظریہ بیان کیا ہے تو کیا مجوسی ناراض

نہیں ہوں گے؟ضرور ناراض ہوں گے۔ہاں،اگر زید اسی قول میں کہتا کہ یہودیوں کا نظریہ ہے کہ اہرمن کا وجود ناپاک وجود ہے،تب یہ دعویٰ قبول کیا جائے گا کہ اس نے غیروں کا قول نقل کیا ہے۔اس صورت میں بھی مجوسی ناراض ہوتے ،گرچہ ناراضگی کچھ کم ہوتی ،لیکن ناراضگی ضرور ہوتی، کیوں کہ ان کے معبود سے متعلق قبیح بات نقل کی گئی ہے۔

اسی طرح زید اہرمن سے متعلق کسی کا مدحیہ قول نقل کرے تو مجوسی خوش ہو جائیں گے اوران کے مذہبی جذبات کا احترام ہوگا، نیز کسی کا مدحیہ قول نقل کرنا اوراس کا رد نہ کرنا اس مدحیہ قول کوقبول کرنے کی دلیل ہے۔اگر زید اس مدحیہ قول کو نہ مانتا تو ضرور اس کا رد کرتا، یا اپنے نہ ماننے کا اظہار کرتا، نیز زید مدحیہ قول کو مانے یا نہ مانے،اہرمن کی مدح وستائش نقل کرنے سے مجوسیوں کے مذہبی جذبات کا احترام ہوتا ہےاوراہرمن کا بھی اعزاز واکرام ہوتا ہےاور کفار کے مذہبی جذبات کا اعزاز اور غیر مومن معبود کفار کا احترام کفر ہے۔

زید کہے کہ اہرمن امام کفر وضلالت ہے۔سوال ہونے پر کہے کہ میں نے اہرمن کے بارے میں عیسائیوں کا نظریہ نقل کیا ہے۔کیا مجوسی قوم یہ بات تسلیم کرلے گی،ہرگز نہیں۔

زید کہے کہ ایک یہودی شاعر نے اہرمن کے بارے میں کہا ہے:

ہےاہرمن کے وجود پہ ایرانیوں کو عار　　اہل عجم سمجھتے ہیں اس کو ضلال شرق

کیا یہ شعر سن کر مجوسی ناراض نہیں ہوں گے۔ضرور ہوں گے،گرچہ دوسرے کا شعر نقل کیا ہے۔جس طرح اپنے معبود باطل کی برائی سن کر مجوسی ناراض ہو گئے ،اسی طرح اپنے معبود باطل کی تعریف سن کر مجوسی خوش ہوں گے۔ان کے مذہبی جذبات کا اعزاز ہوگا۔

ارشاد الٰہی ہے:(**واذا ذکر اللّٰہ وحدہ اشمازت قلوب الذین لا یؤمنون بالاٰخرۃ واذا ذکر الذین من دونہ اذا ھم یستبشرون**)(سورہ زمر: آیت45)

ترجمہ:اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے،دل سمٹ جاتے ہیں ان کے جو آخرت پر

ایمان نہیں لاتے اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر ہوتا ہے، جبھی وہ خوشیاں مناتے ہیں۔
(کنزالایمان)

جب مشرکین کے بتوں کا ذکر خیر کیا جاتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ اس سے ان کے مذہبی جذبات کا احترام ہوتا ہے اور بتوں کے ذکر خیر سے بتوں کی تعظیم ہوتی ہے۔ اس طرح معبودان باطل کی مدح وستائش میں دو قسم کا کفر پایا جاتا ہے: کفار کے مذہبی جذبات کا احترام اور بتوں کا اعزاز واکرام، لہٰذا کوئی مسلمان اس بلا میں مبتلا نہ ہو۔ بتوں کی مدح سرائی میں بتوں کی تعظیم بھی ہے اور کفار کے مذہبی جذبات کا اعزاز واحترام بھی۔

امام محی السنہ بغوی نے رقم فرمایا:((وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ)يعني:الأصنام (إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ)يفرحون–قال مجاهد ومقاتل:وذلك حين قرأ النبي صلى اللّٰه عليه وسلم سورة:والنجم فألقى الشيطان في أمنيته:(تلك الغرانيق العلٰى) ففرح به الكفار)(تفسیر بغوی: جلد ہفتم:ص123-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:(اور جب اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کا ذکر ہوتا ہے) یعنی بتوں کا (جبھی وہ خوشیاں مناتے ہیں) خوش ہو جاتے ہیں۔ حضرت مجاہد وحضرت مقاتل رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اور یہ اس وقت ہوا جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورہ (والنجم اذا ہویٰ) کی قراءت فرمائی تو شیطان نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلاوت کے درمیان ملا دیا: (تلک الغرانیق العلی) (یہ سب بلند رتبہ بت ہیں)، پس کفار اس سے خوش ہو گئے۔

کتھائی خطاب میں نقل کا دعویٰ ناقابل قبول

اولاً کتھائی خطاب میں نقل کا دعویٰ غلط ہے۔ بالفرض نقل ہے تو یہ استحسان کے ساتھ نقل ہے اور استحسان کے ساتھ غیر کے کفریہ کلام کی نقل بھی کفر ہے۔ ماقبل میں گزرا کہ اس خطاب میں متعدد آیات مقدسہ کی مخالفت ہے۔ غیر کا کفریہ کلام تردید وتقبیح یا قائل کے

خلاف شہادت کے واسطے نقل کیا جا سکتا ہے۔زید نے نہ تردید کی ہے، نہ کسی کے خلاف شہادت دی ہے اور نقل بھی استحسان کے ساتھ ہے تو حکم کفر ہی نافذ ہوگا: واللہ تعالیٰ اعلم

بعد میں زید نے یہ بھی کہا ہے کہ میں اسی اہرمن کو جانتا ہوں جو ایسے عمدہ اخلاق والا ہے۔اس سے ماقبل کی کہی ہوئی بات کی تاکید ہوگئی اور واضح ہو گیا کہ زید خود اہرمن کی مدح وستائش کر رہا ہے۔بالفرض اگر زید نے غیر کا قول بھی نقل کیا ہوتو اسلوب کلام سے واضح ہے کہ زید ان اقوال کو اہرمن کے حق میں صحیح سمجھ رہا ہے اور اسے قبول کر رہا ہے۔

(1) زید (قل ہواللہ احد) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہے کہ اللہ ایک ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں۔وہ خالق و مالک ہے۔اس کے بعد کہے کہ: میں اسی خدا کو جانتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں۔جو سب کا خالق و مالک ہے، پس یہ ماقبل کے کلام کی تاکید ہے۔

(2) نانوتوی کہے کہ ہم نے حدیث سبع ارضین کی تشریح میں سائل کا نظریہ نقل کیا ہے۔مطلب یہ ہے کہ سائل اگر اس حدیث کو صحیح سمجھتا ہے تو اس اعتبار سے ہر زمین میں ایک خاتم کا ہونا ثابت ہوتا ہے اور ختم نبوت کے بعد بھی نبی جدید کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

کیا نانوتوی کی یہ تاویل مانی جائے گی، ہرگز نہیں۔بالفرض اگر سائل کا ایسا ہی نظریہ تھا تو وہ غلط نظریہ تھا۔نانوتوی کو اس نظریہ کا رد کرنا تھا۔کفریہ نظریہ کو تائید و تاکید اور استحسان کے ساتھ نقل کرنا بھی کفر ہے۔دراصل نقل کفر کے اصول وقوانین پر غور نہیں کیا گیا ہے۔

(3) زید کہے کہ ایک مجوسی شاعر نے معبود مجوس یزدان کے بارے میں کہا:

ہے یزدان کی تخلیق پر ایرانیوں کو ناز اہل عجم سمجھتے ہیں اس کو خدائے شرق

یزدان کی تخلیق بہت پاکیزہ ہے۔اس نے اچھی چیزیں پیدا کیں۔اہل عجم اسے مشرقی علاقوں کا خدا سمجھتے ہیں۔خدا کا رتبہ سب سے بڑا ہوتا ہے۔یزدان ایک روشنی کا نام ہے جس نے مشرقی علاقوں کو منور کر رکھا ہے۔اس کے احسان سے سارا مشرق باغ و بہار بن

چکا ہے۔اس نے لوگوں کے ساتھ محبت کی ہے۔کسی پر ظلم نہیں کیا۔سب کے ساتھ انصاف کیا ہے۔میں اسی یزدان کو جانتا ہوں جس نے مشرقی علاقوں کے تمام لوگوں کے ساتھ محبت کی ہے،نفرت کو مٹایا ہے۔مظلوموں کی مدد کی ہے۔غریبوں کو سہارا دیا ہے۔

سوال ہونے پر مفتی کہے کہ زید نے اپنا عقیدہ نہیں بیان کیا، بلکہ مجوسیوں کا عقیدہ بیان کیا ہے، لہٰذا زید پر کوئی حکم شرعی نہیں تو کیا یہ فتویٰ صحیح ہے؟ ہرگز نہیں۔یزدان کو مجوسی خالق خیر سمجھتے ہیں۔زید نے کہا کہ اس کی تخلیق بہت پاکیزہ ہے،یعنی زید نے اسے خالق مانا، حالاں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی خالق نہیں۔زید نے عقیدۂ مجوس کی تردید نہیں کی۔

شعر کی تشریح میں زید نے یزدان کے خدا ہونے کا ذکر کیا،لیکن تردید نہیں کی۔اگر یہ نقل ہے تو اسے تردید کرنا تھا، جب کہ اسلوب کلام استحسان کو ثابت کر رہا ہے۔استحسان کے ساتھ کفریہ کلمات کی نقل ہو تو ناقل پر کفر کا حکم عائد ہوگا۔باب شانزدہم میں تفصیل ہے۔

(4)زید دیوبندیوں کی مجلس میں جائے۔وہاں گنگوہی کی یاد منائی جارہی ہو۔زید گنگوہی کی تعریف کرے اور کہے کہ:محمود الحسن دیوبندی نے گنگوہی کی شان میں لکھا ہے:

خدا ان کا مربی تھا وہ مربی تھے خلائق کے
میرے مولیٰ میرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

اللہ تعالیٰ گنگوہی پر فیضان فرماتا تھا اور گنگوہی لوگوں کی تربیت فرماتے تھے۔دینی علوم سکھاتے،وہ عظیم عالم دین اور بڑے ماہر معلم تھے۔وہ شیخ ربانی تھے۔وہ ولی کامل تھے۔شیخ ربانی کا رتبہ بہت بلند ہوتا ہے۔وہ فضل وکمال اور درجہ ورتبہ میں بہت بلند ہوتے ہیں اور میں اسی گنگوہی کو جانتا ہوں جو بلند اخلاق کے حامل اور قوم کی عمدہ تربیت کرنے والے مشفق استاذ تھے۔وہ بھارت کے بڑے عالم دین تھے۔وہ اپنے وقت کے ولی کامل تھے،وغیرہ۔

مفتی سے سوال ہو کہ زید کا کیا حکم ہے؟ مفتی جواب دے کہ زید نے گنگوہی کے

بارے میں دیوبندیوں کا نظریہ بیان کیا ہے۔کیا یہ بات تسلیم کی جائے گی ،ہرگز نہیں۔

زید نے ایک مرتد کو ولی کامل مانا ہے۔اس پر شرعی حکم وارد ہووگا۔مرتد کو عالم دین ماننے والا بھی مرتدین میں شمار ہوگا۔جب اس نے مرتد کو عالم دین مانا تو اسے مومن سمجھا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے جواب میں رقم فرمایا:

''دیوبندیہ کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ وہ مرتد ہیں اور شفائے امام قاضی عیاض وبزازیہ ومجمع الانہر ودرمختار وغیرہا کے حوالہ سے فرمایا کہ ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' جوان کے اقوال پر مطلع ہوکر ان کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر، اوران کی حالت کفر وضلال اور ان کے کفری وملعون اقوال طشت از بام ہو گئے ۔ ہر شخص کہ نرا جنگلی نہ ہو، ان کی حالت سے آگاہ ہے، پھر انھیں عالم دین جانے تو ضرور ''منہم'' ہے اوراس کے پیچھے نماز باطل محض: واللہ تعالیٰ اعلم''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد سوم: ص265- رضا اکیڈمی ممبئی)

منقولہ بالا عبارت کے آخری حصے میں ان کی حالت کفر وضلال اور ان کے کفری اقوال کی شہرت کا ذکر ہے۔حالت کفر وضلال یہ ہے کہ حرمین طیبین سے ان لوگوں پر کفر کا فتویٰ آیا اور یہ لوگ تائب نہ ہوئے ،پس اب تک کفر میں مبتلا ہیں۔ان کے کفریہ عقائد اور ان پر نافذ شدہ حکم کفر مشہور ومتواتر ہیں تو اب جوان کو کافر نہ مانے ، وہ بھی کافر ہے۔

ہاں،اگر کوئی شخص حقیقت میں ناواقف ہوتو اس کو دیوبندیوں کے کفریہ عقائد بتائے جائیں اور علمائے عرب وعجم کے نافذ کردہ کفر کلامی کے فتاویٰ کے بارے میں بتایا جائے۔

دیوبندیوں کے کفریہ عقائد کا قطعی علم اور فتویٰ تکفیر کا قطعی علم ہو جانے کے بعد بھی انکار کرے تو وہ کافر ہے۔''منہم'' کا مفہوم یہ ہے کہ جو ضروری تفصیل سے یقینی طور پر آگاہ ہوکر بھی اشخاص اربعہ کو مومن مانے ، وہ بھی کافر ہے، اسی لیے فرمایا گیا کہ اس کی اقتدا میں نماز باطل محض ہے۔اگر وہ مرتد نہیں تو پھر اس کی اقتدا میں نماز باطل محض نہیں ہوگی ۔ہاں، جس کو

دیوبندیوں کے کفریات کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں، وہ معذور ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ایک سوال کے جواب میں رقم فرمایا:

''جو ان کے خیالات وحالات پر مطلع ہو کر انہیں عالم جانے، یا قابل امامت مانے، ان کے پیچھے نماز پڑھے، وہ بھی انہیں کی طرح کافر ومرتد ہے کہ: من شک فی کفرہ فقد کفر۔ اس کے لیے حسام الحرمین کی وہ عبارتیں کہ سوال سوم میں مذکور ہوئیں، کافی ہیں۔ یوں ہی جو ان احکام ضروریات اسلام کو کہے: یہ مولوی کے جھگڑے ہیں، وہ بھی کافر ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد ششم: ص109 - رضا اکیڈمی ممبئی)

منقولہ بالا اقتباس میں ہے کہ جو ان کے نظریات وحالات پر مطلع ہو کر انہیں عالم دین جانے، وہ بھی اسی طرح کافر ومرتد ہے۔ایک دیوبندی کے بارے میں سوال تھا۔

کتھائی خطاب اور تاویلات باطلہ

اگر نقل بھی مان لیا جائے تو کتھائی خطاب میں خطیب نے رام سے متعلق جو کچھ کہا، ان امور کو تسلیم کیا ہے اور مدح وستائش کی تاکید کی ہے۔ بالفرض اگر تسلیم وقبول نہ بھی ہو تو یہ نقل استحسان کے ساتھ ہے، کسی جملے سے ناپسندیدگی کا اظہار نہیں ہوتا ہے اور اسلوب کلام تعظیم وتوقیر کو ثابت کرتا ہے۔طرز کلام اور اسلوب بیان واضح دلیل ہے کہ نہ یہ باتیں فرض وتقدیر کے طور پر کہی گئی ہیں، نہ ہی اقوال غیر کی نقل ہے۔ جو تاویلات کی جاتی ہیں، ان میں سے اگر کوئی تاویل بعید ہو تو صرف کفر کلامی کا حکم ختم ہوگا۔کفر فقہی کا نافذ ہو جائے گا۔ یہ بات انتہائی غور وفکر سے ظاہر ہوگی کہ ان تاویلات میں کوئی تاویل بعید ہے یا نہیں؟ غیر مومن معبود کفار کے وجود کو پوتر وجود کہنا اور امام کفر کو بلند رتبہ کہنا ناقابل تاویل معلوم ہوتے ہیں۔

معاملہ کسی ایک فرد کا نہیں ہے، بلکہ دین ومذہب کا ہے۔رام مندر کی تعمیر کے بعد رام بھکتی میں بہت سے لوگوں کے مبتلا ہونے کا خطرہ بڑھ چکا ہے اور بہت سے لوگ مبتلا بھی ہو

چکے ہیں۔ایک طویل مدت سے مسلمانوں کو بالجبر ''جے شری رام'' کا نعرہ لگانے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔نعرہ نہ لگانے پر سخت زدوکوب کیا جاتا ہے، بلکہ معاملہ جانی وہلاکت اور غارت گری تک پہنچ چکا ہے۔جمہوری ملک میں ملک کی دوسری بڑی قوم پر ظلم وستم افسوس ناک ہے۔

احتمال بعید (احتمال بلا دلیل)

عقلی احتمال کو احتمال بعید کہا جاتا ہے۔اسے احتمال بلا دلیل بھی کہتے ہیں۔کسی کلام میں عدم کفر کا احتمال بعید ہو تو کفر کلامی کا حکم نافذ نہیں ہوگا،لیکن کفر فقہی کا حکم عائد ہو جائے گا۔چوں کہ احتمال بعید پر کوئی دلیل نہیں ہوتی ہے،لہٰذا متکلمین احتمال بعید کی صورت میں ضلالت وگمرہی کا حکم نافذ کرتے ہیں۔اسی طرح جس کفر فقہی پر مذاہب اربعہ کا اجماع ہو، اس کے انکار پر بھی ضلالت وگمرہی کا حکم دیتے ہیں، کیوں کہ مذاہب اربعہ کا جب اس کے کفر ہونے پر اجماع ہے تو اس کے خلاف اگر دلیل موجود بھی ہو تو وہ ناقابل التفات ہوگی۔

احتمال قریب کو احتمال بالدلیل کہا جاتا ہے۔اس احتمال پر کوئی دلیل ہوتی ہے۔

تاویل صحیح ،تاویل فاسد اور تاویل باطل

جس تاویل کی دلیل صحیح ہو،وہ تاویل صحیح ہے۔جس تاویل کی دلیل فاسد ہو، وہ تاویل فاسد ہے۔تاویل کی دلیل پر غور کیا جائے گا کہ وہ صحیح دلیل ہے،یا محض اس کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور اس سے فاسد استدلال کیا گیا ہے۔اگر وہ صحیح دلیل نہیں ہے تو اس سے استدلال فاسد ہوگا اور وہ تاویل فاسد ہوگی۔تاویل باطل میں بھی دلیل کے طور پر کچھ پیش کیا جاتا ہے،لیکن دلیل اور مدلول میں کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔

تاویل فاسد اور تاویل باطل میں فرق کرنا ہوگا۔بسا اوقات تاویل باطل کو بھی تاویل فاسد یا تاویل صحیح کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔تاویل باطل دراصل تحریف ہے۔

ضروریات دین کے خلاف جو بھی تاویل ہوگی، وہ تاویل باطل ہوگی،گرچہ بطور دلیل

کچھ پیش کیا جائے۔اس دلیل سے استدلال باطل ہوگا، جیسے قرآن میں وارد لفظ ید اور وجہ سے اللہ تعالیٰ کا جسم والا ہونا ثابت کیا جائے تو یہ باطل استدلال ہے۔اس قسم کے الفاظ متشابہات کے قبیل سے ہیں۔ان کے معانی کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔تاویل کی تینوں قسموں کی تفصیلی بحث ہمارے رسالہ: تاویل قریب اور تاویل بعید'' میں مرقوم ہے۔

امام زرکشی شافعی نے رقم فرمایا:(**التاویل ...... صرفُ الکلام عن ظاهره الٰی معنًی یحتمله–ثُمَّ اِنْ حُمِلَ لِدَلِیْلٍ فَصَحِیْحٌ وَحِیْنَئِذٍ فَیَصِیْرُ الْمَرْجُوْح فی نفسه راجحًا للدلیل–اَوْ لِمَا یُظَنُّ دلیلًا ففاسدٌ–اَوْ لَا لِشَیْءٍ فَلَعْبٌ،لَا تَاوِیْلٌ**)

(البحر المحیط : جلد سوم :ص26-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: کلام کو اس کے ظاہری معنی سے محتمل معنی کی طرف پھیرنا تاویل ہے، پھر اگر کسی دلیل کے سبب معنی محتمل مراد لیا جائے تو یہ تاویل صحیح ہے اور اس وقت معنی مرجوح (معنی محتمل) دلیل کے سبب فی نفسہ راجح ہو جائے گا۔اگر کسی امر کو دلیل گمان کر کے معنی محتمل مراد لیا جائے تو یہ تاویل فاسد ہے۔اگر بلا دلیل معنی محتمل مراد لیا جائے تو یہ لہو ولعب ہے،تاویل نہیں۔

اسی قسم سوم کو تاویل باطل کہا جاتا ہے۔تاویل باطل میں بھی لیل پیش کی جاتی ہے،لیکن اس کی دلیل دعویٰ سے بے تعلق رہتی ہے،اسی لیے وہ دلیل بھی لا دلیل کی منزل میں ہوتی ہے۔

تمہید ایمان (دیابنہ کے مکر سوم) میں مثالوں کے ذریعہ تاویل باطل کی تفہیم مرقوم ہے۔مفسر وصریح متعین کلام کے ثابت شدہ معنی کے خلاف جو بھی تاویل ہوگی ،وہ باطل تاویل ہوگی ۔وہ تاویل فاسد یا تاویل صحیح نہیں ہوگی۔ دیابنہ تاویل باطل کی مصیبت میں ڈیڑھ سو سال سے مبتلا ہیں۔اشخاص اربعہ کا کفر اپنی جگہ اٹل ہے۔وہ ٹس سے مس نہیں ہوتا۔

تاویل باطل ناقابل قبول

اگر کلام فی نفسہ متعدد معانی کا مساوی احتمال رکھے،تب قائل سے مراد دریافت کرنی

ہوگی یا قرائن کے ذریعہ معنی کا تعین کرنا ہوگا، جیسے مشترک لفظ متعدد معانی کا مساوی احتمال رکھتا ہے۔صریح لفظ میں قائل کی مراد اور نیت کا اعتبار نہیں، بلکہ کلام کے اعتبار سے شرعی حکم نافذ کیا جاتا ہے اور صریح لفظ میں تاویل بھی قبول نہیں کی جاتی ہے، بلکہ توبہ کی جاتی ہے۔

(1) فتاویٰ عالمگیری میں ہے:(و کـذلک لـو قال:اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہ–او قال بالفارسیة:من پیغمبرم–یرید به:''من پیغام می برم''یکفر)

(فتاویٰ عالمگیری: جلد دوم:ص263)

ترجمہ:اسی طرح اگر اس نے کہا: میں اللہ کا رسول ہوں، یا فارسی میں کہا: میں پیغمبر ہوں،اس سے مراد لے کہ میں پیغام لے جاتا ہوں تو وہ کافر ہے۔

(2) فقیہ عبد الرحمٰن بن محمد بن سلیمان آفندی حنفی نے الفاظ مکفرہ کے بیان میں رقم فرمایا:(وبقوله:انا رسول) (مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر:ص692)

ترجمہ:اور اپنے قول ''میں رسول ہوں'' (سے کافر ہو جائے گا)۔

لفظ رسول اور لفظ پیغمبر میں تاویل کی گئی،لیکن لفظ صریح ہونے کے سبب تاویل قبول نہیں کی گئی ۔رسول و پیغمبر کا معنی '' قاصد'' بتایا گیا،لیکن وہ تاویل تسلیم نہیں کی گئی اور مذکورہ کلام کو کفر قرار دیا گیا، کیوں کہ اصطلاح شرع میں نبی و رسول وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا ہو۔مومن کا کلام شرعی اصطلاح پر محمول ہوتا ہے۔ لغوی مفہوم مراد لینا درست نہیں، کیوں کہ یہ لفظ منقولات شرعیہ کے قبیل سے ہے۔

(3) قاضی عیاض مالکی نے رقم فرمایا:(وقـال احـمد بن ابی سلیمان صاحب سحنون من قال ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کان اسود،یقتل.

وقال فی رجل،قِیْلَ لَهٗ:لَا وَحَقِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیه وسلم.

فَـقَـالَ:فَـعَـلَ الـلّٰـهُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ كَذَا–وَذَكَرَ كَلَامًا قَبِيْحًا–فَقِيْلَ لَهٗ:مَا

تَقُوْلُ یَا عَدُوُّاللّٰہِ؟ فَقَالَ اَشَدَّ مِنْ کَلَامِہِ الْاَوَّلِ-ثُمَّ قَالَ:اِنَّمَا اَرَدْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰہ الْعَقْرَبَ-فَقَالَ اِبْنُ ابی سلیمان لِلَّذِیْ سَأَلَہٗ-اِشْھَدْ عَلَیْہِ وَاَنَا شَرِیْکُکَ -یُرِیْدُ فِیْ قَتْلِہٖ وَثَوَابِ ذٰلِکَ.

قال حبیب بن الربیع:لِاَنَّ اِدَّعَاءَ التَّاوِیْلِ فِیْ لَفْظٍ صُرَاحٍ لَا یُقْبَلُ-لِاَنَّہٗ اِمْتِھَانٌ وَھُوَغَیْرُمُعَزِّرٍ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَلَامُوَقِّرَلَہٗ-فَوَجَبَ اِبَاحَۃُ دَمِہٖ(الشفاء:ص939-دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ:امام سحنون کے شاگرد امام احمد بن ابی سلیمان نے فرمایا:جو کہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیاہ تھے،اسے قتل کیا جائے گا۔

اوراس آدمی کے بارے میں فرمایا جس کو کہا گیا:حق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سبب ایسا نہ کرتو اس نے کہا:اللہ تعالیٰ رسول اللہ کے ساتھ ایسا کرے اوراس نے قبیح بات ذکر کی،پس اسے کہا گیا کہ اے دشمن خدا!تو کیا کہتا ہے تو اس نے اپنے کلام اول سے زیادہ قبیح بات کہی،پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ سے بچھو مراد لیا تو امام ابن ابی سلیمان نے اس سے فرمایا جس نے ان سے پوچھا تھا کہ تم اس پر(حاکم کے یہاں)گواہ ہوجاؤ اور میں تمہارا شریک ہوں۔(اس سے)اس قائل کے قتل اوراس کے ثواب میں شرکت مراد ہے۔

امام حبیب بن ربیع نے فرمایا:کیوں کہ لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ قابل قبول نہیں ہے،کیوں کہ یہ(قائل مذکور کا قول)استخفاف ہے اور وہ شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہ عزت کرنے والا ہے،نہ ان کی توقیر کرنے والا،پس(تنقیص نبوی کے سبب)اس کے خون کو حلال قرار دینا واجب ہوا۔

(4)ملا علی قاری حنفی نے منقولہ بالا عبارت کی شرح میں رقم فرمایا:((اِنَّمَا اَرَدْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰہ الْعَقْرَبَ)فانہ اُرْسِلَ مِنْ عِنْدَ الْحَقِّ وَسُلِّطَ عَلَی الخلق تاویلًا

للرسالة العرفية بالارادة اللغوية–وهو مردود عند القواعد الشرعية)

(شرح الشفاء: جلد دوم:ص 397-دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: (میں نے رسول اللہ سے بچھو مراد لیا) کیوں کہ بچھو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجا گیا اور مخلوق پر مسلط کیا گیا ہے، رسالت عرفیہ کی تاویل کرتے ہوئے لغوی معنی مراد لے کر کے اور یہ شرعی قواعد کے نزدیک نا قابل قبول ہے۔

قائل نے رسالت عرفیہ کی تاویل کی اور اس سے رسالت لغویہ مراد لی۔ بچھو بھی اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا اور مخلوق پر مسلط کیا ہوا ہے، لہٰذا قائل نے لفظ رسول سے بچھو مراد لیا، لیکن شرعی اصول وقواعد کے اعتبار سے شرعی اصطلاحات کا لغوی معنی مراد لے کر اس طرح تاویل کرنا نا قابل قبول ہے۔ اس قسم کے الفاظ منقولات شرعیہ میں سے ہیں۔ ان کے لغوی معانی مراد نہیں ہوتے، بلکہ شرعی معانی مراد ہوتے ہیں، لہٰذا ان امور میں تاویل نا قابل قبول ہے۔

بعض نسخوں میں لفظ عقرب کی جگہ لفظ صعق ہے۔ علامہ خفاجی کے نسخہ میں صعق ہے۔

(5) علامہ خفاجی حنفی نے عبارت مذکورہ کی شرح میں رقم فرمایا: **((اِنَّمَا اَرَدْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰہ الصعق)لان اللّٰہ ھو الذی ارسلھا وساقھا–کما فی قولہ تعالی:(ویرسل الصواعق)وھذا حقیقة معنی الارسال–وھذا مما لاشک فی معناہ وانکارہ مکابرۃ–ولکنہ لا یقبل من قائلہ وادعائہ انہ مرادہ–لان رسول اللّٰہ صَارَ فی کلامھم لَا یُرَادُ بہ اِلَّا الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام–ولایخطرغیرہ بِبَالِ اَحَدٍ–فلذا لَمْ یُقْبَلْ تَاوِیْلُہٗ–قال ابن حجر:ومذھبنا لایابی ذلک)**

(نسیم الریاض: جلد ششم:ص 157-دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: (میں نے رسول اللہ سے کڑک (بجلی) مراد لیا) کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے کڑک کو بھیجا اور اسے چلایا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے: (اور اللہ تعالیٰ کڑک بھیجتا ہے)

اور یہ بھیجنے کا حقیقی معنی ہے اور یہ وہ ہے کہ اس کے معنی میں شک نہیں ہے اور اس کا انکار مکابرہ ہے، لیکن اس کے قائل کی یہ بات قبول نہیں کی جائے گی اور اس کا یہ دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا کہ یہ اس کی مراد ہے، کیوں کہ اہل زبان کے کلام میں لفظ رسول اللہ ایسا ہو گیا کہ اس سے صرف انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مراد ہوتے ہیں اور کسی کے دل میں نبی کے علاوہ کا خیال نہیں گزرتا ہے، اسی لیے اس کی تاویل قبول نہیں کی جائے گی۔ امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نے فرمایا کہ ہمارا مذہب اس کے خلاف نہیں ہے۔ (یعنی ایسا ہی ہے جو بیان کیا گیا)

(6) علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی نے رقم فرمایا: ((اِشْهَدْ عَلَيْهِ)اَمَرَ لَهٗ بِاَنْ يَشْهَدَ بِهٖ عِنْدَ الْحَاكِم-يجرى عليه ما يستحقه(وَاَنَا شَرِيْكُكَ)معطوف علٰى مُقَدَّرٍ -تقديره-فَاِذَا قُتِلَ فَلَكَ اَجْرٌ عَظِيْمٌ(يُرِيْدُ فِيْ قَتْلِهٖ وَثَوَابِ ذٰلِكَ)فهو ما وقع فيه الشركة) (نسیم الریاض: جلد ششم: ص 157-دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: (اس پر گواہ ہو جاؤ) امام ابن ابی سلیمان نے اسے (سائل کو) حکم دیا کہ وہ حاکم کے پاس اس کی گواہی دے کہ اس پر وہ (سزا) جاری ہو جس کا وہ مستحق ہے۔

(اور میں تمہارا شریک ہوں) ایک مقدر پر عطف ہے۔ اس کی تقدیر ہے: (فاذا قتل: الخ) پس جب وہ قتل کیا جائے تو تمہارے لیے اجر عظیم ہے۔ (اس قائل کے قتل اور اس کے ثواب میں شرکت مراد ہے) پس یہ (قتل وثواب قتل) وہ ہے جس میں شرکت واقع ہو۔

(7) ملا علی قاری حنفی نے رقم فرمایا: ((وَاَنَا شَرِيْكُكَ)اى فى الاجر المنسوب اليه(يُرِيْدُ)اى ابن ابى سليمان مشاركته(فِيْ قَتْلِهٖ وَثَوَابِ ذٰلِكَ)وَاَجْرِمَا يَتَرَتَّبُ عَلٰى مَا هُنَالِكَ) (شرح الشفاء: جلد دوم: ص 397-دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: (اور میں تمہارا شریک ہوں) یعنی اس اجر میں شریک ہوں جو اس کی طرف منسوب ہو۔ (مراد ہے) یعنی امام ابن ابی سلیمان کی اپنی شرکت مراد ہے (اس کے قتل میں

اوراس کے ثواب میں)اوراس اجر میں شرکت جو وہاں مرتب ہو(عطا فرمایا جائے)

اقوال ابراہیمی پر قیاس کرنا غلط

کتھائی خطاب کے مشمولات ومندرجات کو خلیل کبریا شیخ الانبیا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال پر قیاس کرنا غلط ہے۔ باب پانزدہم وباب نوزدہم میں اس کی تفصیلی بحث مرقوم ہے۔ اقوال ابراہیمی میں تین قول تعریضات کے قبیل سے ہیں اور ایک قول (ہذا ربی: الآیہ) میں مشرکین کے مسلمہ اعتقاد کے ذریعہ ان کو الزامی جواب دیا گیا ہے۔

(1) حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول (بل فعلہ کبیرہم ہذا) بطور تعریض ہے۔ یہ بلیغ کلام کے اقسام میں سے ہے۔ علم بلاغت کا مشہور قانون ہے: (**الکناية ابلغ من التصريح**) (کنایہ صراحت کرنے سے زیادہ بلیغ ہے)، نیز اس کلام میں کوئی کفری بات نہیں ہے، جب کہ قرآن مقدس کی مخالفت کے سبب کتھائی خطاب کے متعدد اقوال فی نفسہ کفریہ ہیں۔ جو تاویلات پیش کی جاتی ہیں، وہ باطل معلوم ہوتی ہیں: واللہ تعالیٰ اعلم

(2) حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول (ہذا ربی) میں ہمزۂ استفہام محذوف ہے، یعنی کیا یہی میرا رب ہے، جیسا کہ مشرکین کہتے ہیں؟ آپ نے مشرکین کے عقیدہ کو نقل کر کے اس کا رد فرمایا ہے۔ ستارہ، چاند وسورج کے غروب ہوتے ہی (**لا احب الافلین**) فرما کر آپ نے مشرکین کے درمیان ہی ان کے غلط عقیدہ کا رد وانکار فرما دیا۔ کتھائی خطاب میں رد وانکار نہیں، بلکہ استحسان ہے۔ اقوال ابراہیمی کی تشریح باب ہفدہم میں مرقوم ہے۔

کتھائی خطاب میں قرینہ اور تعریض کا دعویٰ

سوال: کیا کتھائی خطاب کے مشمولات کے معانی کا تعین قرینہ سے نہیں ہوگا؟

جواب: اسلوب کلام اہم قرینہ ہے کہ تمام کلمات بطور استحسان کہے گئے ہیں۔ ایسی صورت میں تعریفی جملے مدح وستائش کے جملے قرار پائیں گے اور شرعی حکم وارد ہوگا۔ خطیب

کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا، ورنہ جس کے دل میں جو آئے، بکتا رہے اور کہے کہ ہماری مراد یہ نہیں ہے۔نیت کے غیر معتبر ہونے کا بیان باب سیز دہم میں ہے۔

سوال: خطیب نے بطور تعریض یہ کلمات کہے ہیں اور اس کی مراد دوسری ہے؟

جواب: کوئی شخص کفر یہ کلام کہے اور تعریض وتوریہ کے طور پر کوئی دوسرا معنی مراد لے تو بھی حکم کفر ہے۔ باب ہیز دہم میں تعریض وتوریہ کی بحث ہے۔اگر کوئی شخص کسی انسان کو کہے کہ تم میرے خدا ہو۔ وہ بطور تعریض یہ مراد لے کہ جیسے خدا تعالیٰ ہمیں نعمتیں دیتا ہے، تم بھی ہمیں نعمتیں دیتے ہوتو یہ کفر ہے۔اسی باب میں گزرا کہ رسول سے عقرب مراد لینے والے کی تکفیر کی گئی اور، قائل کی نیت کا اعتبار نہ کیا گیا۔تمام مسلمان اپنے دین وایمان کی حفاظت کریں۔ایسی آفتوں اور بلاؤں میں مبتلا ہوکر اپنی آخرت تباہ وبرباد نہ کریں۔

اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے فضل واحسان سے غیر مومن معبودان کفار سے متعلق شرعی احکام بیان ہوئے۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے: (آمین)

ان مباحث کو رقم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کوئی مومن بھائی ایسی برائی میں مبتلا نہ ہو۔ اگر کسی سے کوئی لغزش ہوگئی ہوتو اللہ تعالیٰ اسے توبہ کی توفیق سے سرفراز فرمائے: (آمین)

ان مباحث میں احکام شریعت کی توضیح وتشریح ہے۔کسی کی شخصی تنقید نہیں، نہ اس کی کوئی ضرورت ہے۔ہم نے اپنی جانب سے مستقل تحقیق کی ہے۔یہ کسی کی تحقیق کا جواب نہیں۔ بوجہ ضرورت بعض فیصلے زیر بحث آئے۔ان مباحث میں جو لغزش وخطا ہو، اللہ تعالیٰ اسے ہمارے لیے واضح فرما کر توبہ کی توفیق اور بخشش کا پروانہ عطا فرمائے: (آمین)

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم وآلہ العظیم

باب بست ویکم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

اسلوب کلام کے سبب حکم کی تبدیلی

کسی کا تاریخی اور واقعاتی تذکرہ الگ ہے اور تعریف وتوصیف الگ ہے۔کسی کے حقیقی حالات کا ذکرا الگ ہے اور مدح وتعظیم الگ ہے۔بوجہ ضرورت غیر مومن معبودان کفار کے حقیقی حالات کا بیان الگ ہے اور انہی واقعات کو تعریف ومدح سرائی کی صورت میں بیان کرنا الگ ہے۔اگر کوئی شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی واقعہ صادقہ ثابتہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص کے طور پر بیان کرے تو ضرور سخت حکم شرعی وارد ہوگا۔اسلوب کلام کے سبب بھی کلام کا حکم بدل جاتا ہے اور شرعی حکم وارد ہوتا ہے۔

اسی طرح اسلوب کلام اور طرز تکلم سے غیر مومن معبودان کفار کی مدح وتعظیم ثابت ہو تو حکم شرعی وارد ہوگا۔بلاضرورت غلط کام کرکے اپنے ایمان کو تباہ کرنا عقل مندی نہیں۔

کتھائی خطاب میں غیر مومن معبود کفار کی مدح وستائش کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔ان کلمات پر حکم کفر وارد ہوگا۔کفریہ کلمات میں نیت کا اعتبار نہیں اور خطیب کے اسلوب کلام سے نقل ہونا ثابت نہیں۔باب سیزدہم میں کفریہ کلمات میں نیت کے غیر معتبر ہونے کا ذکر ہے اور اسلوب کلام کے اعتبار سے شرعی حکم وارد ہونے کی بحث اس باب میں مرقوم ہے۔

تعظیم وتنقیص اور افعال واقوال

جس طرح مذمت وتقبیح سے تنقیص وتحقیر ہوتی ہے،اسی طرح مدحت وتوصیف سے تعظیم وتکریم ہوتی ہے۔اصنام واوثان کی تعریف وتوصیف سے ان کی تعظیم ہوتی ہے۔

جس طرح قول سے تعظیم وتنقیص ہوتی ہے،اسی طرح فعل سے بھی تعظیم وتنقیص

ہوتی ہے۔کسی کی قدم بوسی کرنا تعظیم ہے اور کسی کے منہ پر طمانچہ مارنا اس کی تنقیص ہے۔

اسلوب کلام،قرائن اور سیاق وسباق

اسلوب کلام اور قرائن حالیہ ومقالیہ اور سیاق وسباق کے سبب بسا اوقات حکم کفر بھی عائد ہوتا ہے۔ایسا نہیں کہ طرز کلام اور قرائن پر کوئی شرعی حکم وارد ہی نہیں ہوتا ہے۔

(1) عہد فاروقی میں ایک امام سورہ عبس شریف کی تلاوت بکثرت کرتا تھا۔انداز تکرار تنقیص کو ظاہر کرتا ہے۔مقصد تو یہ ہے کہ نماز میں تلاوت قرآن فرض ہے،اس فرض کو ادا کیا جائے۔امام کے طریق تکرار سے اس کی باطنی خباثت ظاہر ہوئی ،لہذا خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو زجر وتوبیخ فرمائی۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''اب یہ مخاطبہ ان مقامات راز ونیاز سے ہوگا مولیٰ وعبد ومحبوب میں ہوتے ہیں جن میں دوسرے کو دخل دینا حرام،انھیں نقل مجلس بنانا حرام، بلکہ بحال فساد نیت کفر صریح بلا کلام، بھلا یہ تو ایک مخاطبہ کشفیہ ہوگا۔امیر المؤمنین نے ایک شخص کو کہ سورہ عبس شریف کی تلاوت بکثرت کرتا،زجر شدید فرمایا''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد سوم:ص 721-رضا اکیڈمی ممبئی)

(2)ایک شخص نے وعظ میں کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتیم ،غریب اور بے چارے تھے۔امام اہل سنت قدس سرہ نے جواب میں رقم فرمایا کہ اگر سیاق وسباق اور قرائن سے تنقیص ظاہر ہو تو کفر ہے۔فتویٰ طویل ہے۔چند اقتباسات منقولہ ذیل ہیں۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اثنائے وعظ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت ان کلمات کا اطلاق کیا نعوذ باللہ،آپ یتیم ،غریب، بیچارے تھے اور جب چند اشخاص نے جاکر سمجھایا کہ غالباً آپ نے یہ الفاظ نہیں کہے ہوں گے،مناسب ہے کہ آپ اظہار انکار فرمادیں تو کہنے لگا کہ میں نے تو یہی کہا ہے،اللہ جل شانہ تو قرآن عظیم میں (ووجدک ضالا) فرمارہا ہے۔

بعدہ جب ایک نو وارد مولوی صاحب نے ان سے دریافت کیا تو ان الفاظ کے کہنے سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ آپ سوچ بچار کر بات فرمایا کرتے تھے۔اس کو لوگوں نے غریب بیچارہ کر کے کہہ دیا۔مولوی صاحب نے فرمایا غالبًا ایسا ہی ہوگا،مگر آپ یہ تو لکھ دیں کہ یہ الفاظ موجب توہین شان رسالت اور موجب کفر ہیں اور اسی طرح (ووجدک ضالا)،ایسے موقع پر کہتا ہے کہ بیشک تو اس لکھنے سے بھی منکر ہو گیا اور لیت ولعل میں ٹال دیا۔

آیا بلا توبہ اس کا وعظ سننا،ملنا جلنا،سلام علیک کرنا،اس کے معاونین سے نکاح پڑھوانا اور اس کے معاونین کے پیچھے نماز عید پڑھنا اور ان سے ملنا جلنا جائز ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا جزاکم اللہ (بیان فرما کر اجر پاؤ،اللہ تعالیٰ تمہیں جزا عطا فرمائے۔ت)

الجواب:حضور اقدس قاسم النعم،مالک الارض ورقاب الامم،معطی منعم،قثم،قیم،ولی،والی،علی،عالی،کاشف الکرب،رافع الرتب،معین کافی،حفیظ وافی،شفیع شافی،عفو عافی،غفور جمیل،عزیز جلیل،وہاب کریم،غنی عظیم،خلیفہ مطلق حضرت رب،مالک الناس ودیان العرب،ولی الفضل جلی الافضال،رفیع المثل،ممتنع الامثال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآلہ وصحبہ وشرف اعظم کے شان ارفع واعلیٰ میں الفاظ مذکورہ کا اطلاق ناجائز وحرام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ:جلد14:ص625-626-جامعہ نظامیہ لاہور)

ایسے الفاظ شان اقدس میں استعمال کرنا حرام ہے۔اگر تنقیص ظاہر ہو تو کفر ہے۔

امام اہل سنت نے رقم فرمایا:''اقول وباللہ التوفیق:توفیق جامع وتحقیق لامع یہ ہے کہ ان اوصاف کا اطلاق بروجہ تقریر واثبات خواہ حکم قصدی میں ہو یا وصف عنوانی میں،اگر قول قائل کے سیاق یا سباق یا سوق یا مساق سے طرز تنقیص ظاہر وثابت ہو،یقیناً کفر ہے۔

اور اگر ایسا نہیں اور قائل جاہل ہے،اور اس سے صدور نادر ہو،اور وہ اس پر غیر مصر تو ہدایت وتنبیہ وزجر وتہدید کریں اور حاکم شرع اس کے مناسب حال تعزیر دے کہ وہ ضرور سزاوار سزا ہے۔اور اگر قائل مدعی علم ہے،یا ایسے کلمات کا عادی،یا بعد تنبیہ بھی ان پر مصر

تو مریض القلب بد دین گمراہ و مستحق عذاب شدید ہے، سلطان اسلام اسے قتل کرے گا اور زمین کو اس کی ہستی ناپاک سے پاک اور عام مسلمانوں کو اس کی صحبت ومجالست سے احتراز لازم اور اسے واعظ یا امام نماز بنانا، اس کا وعظ سننا، اس کے پیچھے نماز ممنوع وحرام۔

(وھذا ما قال الامام ابن حجر المکی ونقله فی النسیم مقرا علیه عند ذکر فتیا الامام ابی الحسن القابسی المذکورة:الظاهر ان مذهبنا لا یابی ذلک لما فی عبارته من الدلالة علی الازراء–فان ذکریتیم ابی طالب فقد لم یکن صریحًا فی ذٰلک فیما یظهر–نعم ان کان السیاق یدل علی الازراء کان کما لوجمع بین اللفظین:اھ)

(یہ وہ ہے جو امام ابن حجر مکی نے فرمایا: صاحب نسیم الریاض نے اسے امام ابوالحسن القابسی کے فتوے مذکورہ کے ساتھ نقل کر کے اسے مؤید وثابت رکھا۔ظاہر یہی ہے کہ ہمارا مذہب اس کا انکار نہیں کرتا، کیوں کہ فقط یتیم ابوطالب کہنے میں ظاہراً وصراحۃً توہین نہیں ہے ۔ ہاں جب کلام کا پس منظر توہین پر دال ہوگا تو یہ توہین بنے گا، جیسا کہ اس صورت میں بنتا ہے جب دونوں (یتیم ابوطالب، اونٹ والا) کو جمع کر دیا گیا ہو۔اھ۔ت)

(فتاویٰ رضویہ: جلد 14:ص 631-632-جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا اقتباس میں تین صورتوں کا بیان ہے:

(1) پہلی صورت یہ کہ سیاق وسباق اور قرائن وغیرہ سے تنقیص ظاہر ہو تو یہ کفر ہے۔

(2) دوسری صورت یہ ہے کہ تنقیص ظاہر نہ ہو، اور وہ ملزم جاہل ہے۔کبھی شاذ ونادر ایسا حادثہ ہو گیا۔ یہ اس کی عادت نہ ہو، نہ ہی اس پر اصرار کرے تو اسے زجر وتوبیخ کی جائے اور حاکم اس کے مناسب حال تعزیر دے گا۔

(3) تیسری صورت یہ ہے کہ ملزم مدعی علم ہو، یا ایسی بات کہنے کا عادی ہو، یا سمجھانے کے بعد اصرار کرے تو گمراہ وبد دین ہے۔ بادشاہ اسلام اسے قتل کرے گا۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے مذکورہ شخص سے متعلق رقم فرمایا:

''ظاہر ہے کہ زید بے قید جس کے حال سے سوال ہے، اگر قسم اول میں ہے تو ضرور اس پر حکم کفر ہے، سائل نے اس کا پورا کلام نقل نہ کیا جس کے سیاق وسباق سے حال کھلتا، اور اگر اس قسم سے بچ بھی جائے تو قسم سوم سے ہونا یقینی کہ وہ مدعی علم بنتا، وعظ کہتا ہے، پھر مسلمانوں کے ہدایت کرنے پر بھی باز نہ آیا، مصر رہا، یہ سب اس کے تین الفاظ سابقہ پر ہے۔

رہا لفظ ''بے چارہ'' وہ ان سب سے سخت تر۔ بے چارہ وہ کہ کس بلا میں گرفتار اور بے کس، بے بس، بے یار ہو جو اس سے خلاص کا کوئی حیلہ نہ پائے۔ یہ ضرور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے رب عزوجل پر افترا اور قرآن عظیم کی تکذیب اور کفار ملاعنہ کی تصدیق ہے جنھوں نے بکا تھا: (ان محمدا ودعه ربه) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو ان کے رب نے چھوڑ دیا، جس پر سورہ والضحیٰ شریف نازل ہوئی۔

(والضحی: : والیل اذا سجی: : ماودعک ربک وما قلیٰ: : وللاٰخرة خیر لک من الاولی)

اے پیارے تمھارے روئے درخشاں کی قسم ت، تمھاری زلف مشکیں کی قسم، نہ تمھیں تمھارے رب نے چھوڑا، نہ بیزار ہوا، جو آن آگے آتی ہے، تمھارے لیے گزشتہ آن سے بہتر ہے: صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کیا معاذ اللہ ان کو اس ناپاک لفظ سے تعبیر کیا جائے گا جن کا رب فرماتا ہے:

(ا لا تنصروه فقد نصره اللّٰه)

اگر تم کوئی ان کی مدد نہ کرو تو اللہ واحد قہار ان کا مددگار۔

کیا معاذ اللہ ان کو کہا جائے گا جن کے لیے ان کا مولیٰ عزوجل فرماتا ہے:

(فان اللّٰه هو مولٰه وجبریل وصالح المؤمنین بعد ذٰلک ظهیر)

بے شک اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد

فرشتوں کی فوجیں ان کی مدد کو حاضر ہیں۔

کیا معاذ اللہ ان کو کہا جائے گا جو اس ظاہری تنہائی اور ایک جہاں برسر عداوت و پرخاش ہونے کی حالت میں اپنے یار غار سے فرماتے تھے:

(لا تحزن ان اللّٰه معنا) غم نہ کرو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

تو یہ ملعون کلمہ ان پہلو سے بھی ملعون وخبیث تر ہے، زید بے قید خود بھی جانتا تھا کہ یہ سب سے بدتر ہے، ولہذا ایک بار کہ بناوٹ پر آیا، اسی کو سوچ بچار بنایا اور اس سے بھی ہزار درجہ ملعون تر اس کا وہ ناپاک نجس گندا خبیث قول ہے کہ میں نے تو یہی کہا ہے، اللہ تعالیٰ یوں فرما رہا ہے، اس سے کُھل گیا کہ وہ ضرور بددین، گمراہ، فاسد العقیدہ، مختل الایمان، بلکہ ظاہراً بالقصد مرتکب توہین حضور سید الانس والجان ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس کا وعظ سننا حرام اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس سے ملنا جلنا حرام، اسے سلام علیک کہنا حرام، اپنی تقریب میں اسے بلانا حرام، اپنا کوئی دینی کام اگرچہ صرف نکاح خوانی ہو اسے سپرد کرنا حرام۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد 14: ص634-633 - جامعہ نظامیہ لاہور)

امام قاضی عیاض مالکی نے رقم فرمایا: **(وَاَفْتٰی فُقَهَاءُ الاندلس بقتل اِبْنِ حَاتِمِ الْمُتَفَقِّهِ الطُّلَيْطُلِيِّ و صَلْبِه بِمَا شُهِدَ عَلَيْه به من استخفافه بحق النبی صلی اللّٰه علیه و سلم—وَتَسْمِيَتِه اِيَّاهُ اَثْنَاءَ مُنَاظَرَته يَتِيْمٌ وَخَتَنُ حَيْدَرَةَ—وَزَعْمِه اَنَّ زهده صلی اللّٰه علیه و سلم لَمْ يَكُنْ قَصْدًا وَلَوْ قدرعلی الطَّيِّبَاتِ اَكَلَهَا اِلٰی اَشْبَاهٍ لِهٰذَا)** (الشفاء: ص940 - دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: فقہائے اندلس نے ابن حاتم متفقہ طلیطلی کے قتل اور پھانسی پر لٹکانے کا فتویٰ دیا، اس کے خلاف گواہی دی گئی کہ اس نے دوران مناظرہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں تخفیف کی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یتیم اور حیدر (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا خسر کہا اور خیال ظاہر کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زہد اختیاری

نہ تھا، اور اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اچھی چیزوں پر قدرت پاتے تو ضرور انہیں تناول فرماتے ، اس کی مثل (بے ادبی کی) دیگر باتیں (اس نے کہا)۔

امام شہاب الدین خفاجی حنفی مصری (۹۷۷ھ-۱۰۶۹ھ) نے رقم فرمایا:: ((الی اشباہ لھذا)اَیْ کَلِمَاتٍ اُخَر تَشْبَہُھَا فِی السَّخَافَۃِ والقُبْحِ الَّذِیْ کُفِّرَبِہ)

(نسیم الریاض: جلد ششم :ص160 - دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: (اس کی مثل دیگر باتیں)یعنی دوسرے کلمات جو ہلکا پن وقباحت میں اسی کی مثل ہیں جس کے سبب اس کی تکفیر کی گئی۔

محدث ملاعلی قاری نے رقم فرمایا:((الی اشباہ لھذا)الاستخفاف والاستحقار فی حقہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مما یکفی اَمْرٌ وَاحِدٌ منھا فی تکفیرہ وقَتْلِہ)

(شرح الشفاء: جلد دوم :ص398 - دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: استخفاف وتحقیر میں اسی کی مثل دیگر باتیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں (اس نے کہا) کہ ان میں سے ایک ہی بات اس کی تکفیر وقتل میں کافی ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نے رقم فرمایا:(وعن فقھاء الاندلس انھم افتوا بِقَتْلِ مَنْ سَمَّاہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یَتِیْمًا وَخَتَنَ حَیْدَرَۃَ وَزَعَمَ اَنَّ زھدَہ لم یکن قصدًا ولو قدر علی الطیبات اَکَلَھَا-ومَذْھَبُنَا لَا یُنَافی ذٰلِکَ-بَلْ زَعْمُہ مَا ذُکِرَ فِی الزُّھْدِ یَنْبَغِیْ اَنْ یَکُوْنَ کَافِیًا فی کُفْرِہ-وَھُوَ ظَاھِرٌ لِنِسْبَۃِ النَّقْصِ اِلَیْہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم) (الاعلام بقواطع الاسلام:ص382)

ترجمہ: فقہائے اندلس نے اس شخص کے قتل کا فتویٰ دیا جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یتیم اور حیدر کے خسر کہا اور خیال ظاہر کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زہد اختیاری نہ تھا اور اگر اچھی چیزوں پر قدرت پاتے تو انہیں تناول فرماتے۔

اور ہمارا مذہب اس کے منافی نہیں ، بلکہ زہد نبوی سے متعلق جو اس کا خیال بیان کیا

گیا، وہ اس کے کفر کے لیے کافی ہے، اور یہ بات ظاہر ہے، حضور اقدس تاجدار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب نقص کی نسبت کرنے کے سبب۔

الحاصل سیاق وسباق اور سوق ومساق ہر اعتبار سے شرعی حکم نافذ ہوتا ہے۔

امام اہل سنت نے رقم فرمایا: ''اقول وباللہ التوفیق: توفیق جامع وتحقیق لامع یہ ہے کہ ان اوصاف کا اطلاق بروجہ تقریر واثبات خواہ حکم قصدی میں ہو یا وصف عنوانی میں، اگر قول قائل کے سیاق یا سباق یا سوق یا مساق سے طرز تنقیص ظاہر وثابت ہو، یقیناً کفر ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد 14: ص 631 - جامعہ نظامیہ لاہور)

اسلوب کلام اور دیوتاؤں کی قولی تعظیم

جس طرح اسلوب کلام سے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تنقیص وبے ادبی ظاہر ہوتو شرعی حکم وارد ہوتا ہے۔ اسی طرح اسلوب کلام سے غیر مومن معبودان کفار کی تعظیم ظاہر ہوتو شرعی حکم وارد ہوگا۔ حقیقی حالات کا بیان الگ ہے اور مدح سرائی الگ ہے۔ ایسی بلاؤں میں مبتلا ہوکر اپنی آخرت تباہ وبرباد کرنا کون سی عقل مندی ہے؟

غلط نیت سے صحیح لفظ کا استعمال ممنوع

کبھی بعض صحیح لفظ بھی مومن بہ کی تنقیص کی نیت سے بولنا کفر کا سبب ہوتا ہے، گرچہ دوسرے اعتبار سے اس کا استعمال کفر نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رشتہ کے اعتبار سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خسر ہوئے۔ اگر کبھی رشتہ بیان کرنے کی ضرورت ہوتو اس کا بیان ہوسکتا ہے۔ عام حالات میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بے شمار اوصاف کو ترک کرکے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خسر سے تعبیر کرنا یقیناً تنقیص شان کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی تعبیر کے سبب قتل کا حکم دیا گیا۔

قاضی عیاض مالکی نے رقم فرمایا: (وَاَفْتٰی فُقَھَاءُ الاندلس بقتل اِبْنِ حَاتِمٍ

الْـمُتَـفَـقِّهِ الطُّلَيْطُلِيِّ و صَلْبِه بِمَا شُهِدَ عَلَيْه به من استخفافه بحق النبی صلی اللّٰه علیه وسلم–وَتَسْمِيَتِه اِيَّاهُ اثْنَاءَ مُنَاظَرَتِهٖ يَتِيْمٌ وَخَتَنُ حَيْدَرَةَ)

(الشفاء:ص940-دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ:فقہائے اندلس نے ابن حاتم متفقہ طلیطلی کے قتل اوراس کوسولی پرلٹکانے کا فتویٰ دیا،کیوں کہ اس کے برخلاف حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بے ادبی اورآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کواپنے مناظرہ کے درمیان یتیم اورحضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خسر کہنے کی گواہی دی گئی۔

امام شہاب الدین خفاجی نے رقم فرمایا:((وختن حیدرة)ای قال الطلیطلی انه ختـن حیـدرـة ای ابـو زوجتـه یـعـنـی فاطمة الزهراء–فعبر به عنه صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم استخفافا به فحکموا بقتله)

(نسیم الریاض:جلد چہارم:ص344-دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ:یعنی ابن حاتم طلیطلی نے کہا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خسر یعنی ان کی زوجہ مکرمہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد ہیں،پس اس کے ذریعہ طلیطلی نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کے طورپرآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعبیر کی،پس فقہائے اندلس نے اس کے قتل کاحکم دیا۔

امام شہاب الدین خفاجی نے فرمایا کہ ابن حاتم طلیطلی نے تنقیص کی نیت سے ایسا کہا،لہٰذا فقہائے اندلس نے ابن حاتم طلیطلی کے قتل کاحکم نافذ فرمایا۔اسی طرح مالک بن نویرہ نے تنقیص کی نیت سے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو''صاحبکم''کہا توسیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے قتل کاحکم فرمایا،حالاں کہ قرآن مجید میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے''صاحبکم''کااطلاق واردہوا ہے۔

مالک بن نویرہ اور لفظ صاحب کا استعمال

ارشاد الٰہی ہے:(مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی)(سورہ نجم:آیت 2)

ترجمہ:تمہارے صاحب نہ بہکے، نہ بے راہ چلے۔(کنز الایمان)

امام خفاجی نے رقم فرمایا:((واحتج ابراهیم بن حسین بن خالد الفقیه فی مثل هذا)وفی نسخة:علی مثل هذا(بقتل خالد بن الولید)رضی اللّٰہ تعالی عنه(مالک بن نویرة)علم من تصغیر نار(لقوله النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: صاحبکم)یعنی به النبی صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم-وفیه تنقیص له بتعبیره عنه بصاحبکم،دون رسول اللّٰه ونحوه-واضافته لهم دونه،المشعر ذلک بالتبری من صحبته صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم واتباعه واستنکافه-وهو فی غایة الظهور) (نسیم الریاض:جلد چہارم:ص339-دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ:اور اسی کی مثل میں (اور ایک نسخہ میں ''علیٰ مثل ہذا'' ہے) فقیہ ابراہیم بن حسین بن خالد نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مالک بن نویرہ (نویرہ علم ہے ، نار کی تصغیر ہے) کو قتل کرنے سے استدلال کیا، مالک بن نویرہ کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ''تمہارے صاحب'' کہنے کی وجہ سے۔لفظ صاحب سے وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مراد لیتا ہے اور اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان ہے،حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ''رسول اللہ'' یا اس کے مثل لفظ کی بجائے ''صاحبکم'' سے تعبیر کرنے کی وجہ سے اور اپنے بجائے ان حضرات صحابہ کی طرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف مضاف کرنے کے سبب اور یہ اضافت مالک بن نویرہ کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت اوران کے اتباع سے برات اور مالک بن نویرہ کی ناگواری کو بتانے والا ہے اور یہ غایت ظہور میں ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں صاحب سے تعبیر کیا گیا ہے، لیکن مالک بن نویرہ نے یہ لفظ استخفاف شان کے طور پر کہا تھا، پس اسے قتل کر دیا گیا۔

ملاعلی قاری نے رقم فرمایا:(وسبب ذلک انہ منع الزکاۃ زمن ابی بکر رضی اللّٰہ تعالی عنہ-فارسل الیہ خالد بن ولید فی منع الزکاۃ-فقال مالک:انا آتی بالصلوۃ دون الزکاۃ-فقال خالد:أ ما علمت ان الصلوٰۃ والزکاۃ لا تقبل واحدۃ دون الاخری-فقال مالک:قد کان صاحبکم یقول ذلک-فقال خالد:وما تراہ لک صاحبا-واللّٰہ لقد هممت ان اضرب عنقک-ثم تجادلا فی الکلام-فقال خالد:انی قاتلک.

قال:أ وبذلک امرک صاحبک؟قال:وھذہ بعد تلک-وکان عبد اللّٰہ بن عمر وابوقتادۃ الانصاری حاضرین-فکلما خالدا فی امرہ فکرہ کلامهما-فقال مالک:یا خالد! ابعثنا الی ابی بکر فیکون ھو الذی یحکم فینا-فقال خالد:لااقالنی اللّٰہ ان اقلتک-فامر ضرار بن الازور بضرب عنقہ)(شرح الشفاللقاری:جلد چہارم:ص339-دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ:اس کا سبب یہ ہے کہ مالک بن نویرہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں زکات روک دیا، پس زکات روک دینے کے سبب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے پاس بھیجا تو مالک بن نویرہ نے کہا کہ میں نماز ادا کروں گا، نہ کہ زکات، پس حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ نماز وزکات میں سے ایک دوسرے کے بغیر قبول نہیں کی جاتی ہیں تو مالک بن نویرہ نے کہا کہ تمہارے صاحب (حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایسا فرماتے تھے، پس حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا تم انہیں اپنا صاحب نہیں سمجھتے ہو۔قسم بخدا! میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہاری گردن ماروں، پھر دونوں کے درمیان

بحث ہوئی، پس حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں تجھے قتل کروں گا۔
مالک بن نویرہ نے کہا: کیا تمہارے صاحب (حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس کا حکم دیا۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ (بے ادبی) اس (پہلی بے ادبی) کے بعد ہے اور عبد اللہ بن عمر اور ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاضر تھے، پس ان دونوں حضرات نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مالک بن نویرہ کے معاملے میں بات کی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں حضرات کی گفتگو کو ناپسند کیا، پس مالک بن نویرہ نے کہا: اے خالد! مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیں، پس وہی ہمارے بارے میں فیصلہ کریں گے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا اگر میں تمہیں معاف کر دوں، پس انہوں نے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی گردن مارنے کا حکم دیا۔

ایسے الفاظ کے استعمال میں اگر توہین کا قصد ہو تو معاملہ بالکل واضح ہے کہ توہین نبوی کفر ہے۔ اگر تنقیص کی نیت نہ ہو تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بے شمار اوصاف حسنہ کو ترک کر کے کسی عام لفظ کا استعمال بھی بے ادبی کو ظاہر کرتا ہے اور قرینہ حالیہ یا قرینہ مقالیہ استخفاف شان کی تائید کرتا ہے، ورنہ لفظ صاحب کا اطلاق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرآن مجید میں وارد ہوا ہے۔ اسلوب کلام تعظیم یا توہین کو ظاہر کرتا ہے۔

<u>وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم وآلہ العظیم</u>

باب بست و دوم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

بتوں کا ذکر خیر قرآن وحدیث میں نہیں

فیصلہ سوم میں مرقوم ہے :''ود،سواع، یغوث، یعوق ،نسر کو تو مشرکین عرب دیوتا مانتے تھے،مگر چوں کہ وہ فی نفسہ صحیح لوگ تھے،اس لیے امام بخاری نے بخاری شریف ج ۲ ص ۷۳۲ میں روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے ان کی تعریف کی اور ''رجال صالحون'' کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے تو کیا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی اسلام کے دائرہ سے باہر ہیں''۔(ص 13)

جواب: بحث کا تعلق غیر مومن معبودان کفار سے ہے۔حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور مومنین صالحین جن کو کفار ومشرکین نے معبود بنالیا ہے،ان کی تعظیم وتکریم کی جائے گی۔وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔اس کا تفصیلی بیان حصہ اول: باب چہارم میں مرقوم ہے۔غیر مومن معبودان کفار کا ذکر خیر اور مدح وستائش قرآن وحدیث میں وارد نہیں ہے۔

سوال: بعض حضرات کا قول ہے کہ قرآن وحدیث میں بھی معبودان کفار کا ذکر ہے، لہٰذا معبودان کفار کے ذکر پر کوئی شرعی حکم وارد نہیں ہوگا۔کیا یہ قول صحیح ہے؟

جواب: کسی کا ذکر کبھی تعظیم کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی تذلیل کے ساتھ ہوتا ہے، نیز کفار ومشرکین نے بعض انبیائے عظام، ملائکہ کرام اور اولیا وصالحین کو بھی معبود بنالیا ہے۔ قرآن وحدیث میں ان نفوس قدسیہ کا ذکر خیر ضرور موجود ہے،لیکن غیر مومن معبودان کفار کا ذکر خیر قرآن وحدیث میں موجود نہیں ہے۔اصل موضوع بحث غیر مومن معبودان کفار ہیں۔ ایک باطل وموضوع روایت کے مطابق ایک بار شیطان نے کچھ غلط فہمی پھیلا دی تھی۔

وہ موضوع روایت یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کعبہ معظّمہ کے پاس سورہ نجم کی تلاوت فرما رہے تھے۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تلاوت کے درمیان وقفہ فرماتے ،اسی وقفہ کے دوران شیطان نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز مبارک کی مشابہ آواز میں دو جملہ بتوں کی تعریف میں پڑھ دیا۔شیطان کی آواز صرف مشرکوں کو سنائی دی ۔ وہ فتنہ میں مبتلا ہو گئے ۔تلاوت مکمل ہونے کے بعد حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مومنین نے سجدہ کیا اور اس دن مشرکین نے بھی مسلمانوں کے ساتھ سجدہ کیا۔

علمائے اسلام نے متعدد وجوہ سے اس روایت کو نا قابل اعتبار بتایا ہے۔گرچہ یہ روایت نا قابل اعتبار اور غلط ہے،لیکن ان روایتوں میں یہ ذکر ہے کہ مشرکین نے اس دن کہا کہ آج کے علاوہ کبھی بھی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے بتوں کا ذکر خیر نہیں کیا، پس اس سے واضح ہو گیا کہ قرآن مجید میں بتوں کا ذکر ضرور ہوا تھا،لیکن ذکر خیر نہیں ہوا تھا۔اگر پہلے بھی کبھی قرآن مجید میں ذکر خیر ہوتا تو مشرکین اس دن کی تخصیص نہیں کرتے۔آیات قرآنیہ میں نوع بہ نوع اسلوب میں بتوں کی مذمت کی گئی ہے اور یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ بت عبادت کے لائق نہیں ہیں ۔مومنین کو حکم دیا گیا ہے کہ بتوں کی گندگی سے دور رہیں، پھر قرآن مقدس میں بتوں کی مدح وتوصیف بیانی کیسے ہوسکتی ہے۔

قرآن وحدیث میں اصنام واوثان کی تعریف وتوصیف وارد نہیں ہوئی۔حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم نے اپنی قوم کے پانچ صالحین کو معبود بنا لیا تھا،ان کے بارے میں حدیث نبوی میں ذکر ہے کہ وہ مومنین صالحین تھے۔اہل عرب بھی ان کو پوجتے تھے ۔یہ صالحین اصنام واوثان کے حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ان کا ذکر خیر ہوگا اور تعظیم وتوقیر کی جائے گی۔

(عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا:صَارَتِ الْأَوْثَانُ الَّتِی کَانَتْ فِی قَوْمِ نُوحٍ فِی الْعَرَبِ بَعْدُ–أَمَّا وَدٌّ کَانَتْ لِکَلْبٍ بِدَوْمَۃِ الْجَنْدَلِ–وَأَمَّا سُوَاعٌ

كَـانَـتْ لِهُذَيْلٍ -وَأَمَّا يَغُوثُ فَكَانَتْ لِمُرَادٍ ثُمَّ لِبَنِي غُطَيْفٍ بِالْجَوْفِ عِنْدَ سَبَإٍ وَأَمَّا يَعُوقُ فَكَانَتْ لِهَمْدَانَ وَأَمَّا نَسْرٌ فَكَانَتْ لِحِمْيَرَ لِآلِ ذِي الْكَلَاعِ أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِينَ مِنْ قَوْمِ نُوحٍ فَلَمَّا هَلَكُوا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلَى قَوْمِهِمْ أَنْ انْصِبُوا إِلَى مَجَالِسِهِمُ الَّتِي كَانُوا يَجْلِسُونَ أَنْصَابًا وَسَمُّوهَا بِأَسْمَائِهِمْ فَفَعَلُوا فَلَمْ تُعْبَدْ حَتَّى إِذَا هَلَكَ أُولَئِكَ وَتَنَسَّخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ)

(صحیح بخاری: سورہ نوح: جلد دوم: ص732)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: قوم نوح کے بت بعد میں اہل عرب کے بت ہوگئے۔ رہا (وُد) تو یہ دومۃ الجندل (ملک شام کا ایک شہر) میں قبیلہ کلب کا بت ہوگیا اور (سُواع) تو یہ قبیلہ ہذیل کا بت ہوگیا اور (یَغوث) تو یہ قبیلہ مراد کا بت ہوگیا، پھر یہ شہر سبا کے پاس وادی جوف میں قبیلہ بنی غطیف کا بت ہوگیا اور (یَعوق) تو یہ قبیلہ ہمدان کا بت ہوگیا اور لیکن (نَسر) تو یہ آل ذی کلاع (بادشاہ یمن) کے قبیلہ حمیر کا بت ہوگیا۔

یہ قوم نوح کے نیک لوگوں کے نام ہیں۔ جب یہ لوگ وفات پاگئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ جہاں وہ لوگ بیٹھتے تھے، ان مقامات پر ان کے بت نصب کرو، اور ان کے نام پر بتوں کا نام رکھو، پس ان حضرات کی عبادت نہ کی گئی، یہاں تک کہ یہ لوگ وفات پاگئے اور علم مٹ گیا تو ان حضرات کی عبادت ہونے لگی۔

مشرکین نے بعض انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور بعض مومنین صالحین کو اپنا معبود بنالیا ہے، یہ حضرات موضوع بحث نہیں۔ یہ نفوس قدسیہ آیت طیبہ (وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین) (سورہ منافقون: آیت 8) کے سبب حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ ان با عظمت حضرات کی تعظیم وتوقیر کی جائے گی۔ قرآن وحدیث میں حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور مومنین کی تعظیم وتکریم کا حکم ہے۔

یہاں موضوع بحث وہ معبودان کفار ہیں جو غیر مومن ہیں۔خواہ ان کا وجود ہی فرضی وخیالی ہو، یا وہ مخلوقات میں سے ہوں ،لیکن مومن نہ ہوں ،پس وہ قابل تعظیم نہیں ۔ایسے معبودان باطل کی تعریف وتوصیف ان کی تعظیم ہے اور اصنام واوثان کی تعظیم کفر ہے۔اصنام واوثان پتھر یا دیگر اجناس زمین سے بنے ہوتے ہیں ۔کعبہ مقدسہ،حجر اسود،صفا ومروہ اور دیگر شعائر اللہ بھی جمادات کے قبیل سے ہیں،لیکن ان کی تعظیم کا حکم ہے اور اصنام واوثان معبود کفار ہونے کے سبب مورد حکم ہیں۔معبود بنا لیے جانے کے سبب ان کی تعظیم کفر ہے۔

تعظیم وتنقیص اور افعال واقوال

جس طرح مذمت وتقبیح سے تنقیص وتحقیر ہوتی ہے،اسی طرح مدحت وتوصیف سے تعظیم وتکریم ہوتی ہے۔اصنام واوثان کی تعریف وتوصیف سے ان کی تعظیم وتوقیر ہوتی ہے۔ اوثان واصنام کی تعظیم وتکریم کفر ہے، پس اس بلا میں کوئی مبتلا نہ ہو۔اگر کبھی ایسا ہو چکا ہوتو فوراً توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح کرلے۔تاویل باطل کفر سے نہیں بچاتی ہے۔تاویل باطل فریب اور دھوکہ ہے۔اپنی آخرت کی فکر کریں اور دیوتاؤں اور بتوں سے لاتعلق رہیں۔

قصہ غرانیق اور کتھائی خطاب

قصہ غرانیق ثابت نہیں، بلکہ باطل وموضوع ہے۔بالفرض اگر ثابت مانا جائے تو قصہ غرانیق میں شیطان نے بھی مشرکین مکہ کے بت لات ومنات وعزی کو بلند رتبہ کہا اور کتھائی خطاب میں بھی مشرکین ہند کے دیوتا کو بلند رتبہ کہا گیا، پھر بھی کتھائی خطاب الزام سے بری ہے۔اس پر کوئی حکم ثابت نہیں ہوگا۔قصہ غرانیق کی تاویل میں یہ نہیں کہا گیا کہ معبود کفار ہونے کی حیثیت سے بتوں کو بلند رتبہ کہنا کفر ہے اور ان بتوں کو فرضی مانا جائے اور حقیقت میں یہ سب فرضی ہی تھے تو جب ان بتوں کا وجود ہی نہیں تو بتوں کی تعریف ہی نہیں ہوئی۔

فیصلہ سوم میں کتھائی خطاب کی ایسی ہی تاویل کی گئی اور فقہی کتابوں سے دلیل بھی

پیش کر دی گئی کہ جب رام کا وجود ہی نہیں تو رام کی تعریف بھی نہیں ہوئی ۔قصہ غرانیق کی روایت قرون اولیٰ سے ہو رہی ہے۔آج تک کسی نے قصہ غرانیق ایسی تاویل نہیں کی ،جیسی تاویل فیصلہ سوم میں کی گئی ہے۔یہ باطل تاویل ہے۔شرعی حکم پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوگا۔

کسی نے قصہ غرانیق کی یہ بھی تاویل نہیں کہ بطور حجت فرض وتقدیر کے طور پر مشرکین سے کہا گیا کہ یہ بت بلند رتبہ ہیں ۔یہ تمہیں غیر اللہ کی عبادت کا حکم نہیں دے سکتے ہیں۔

فیصلہ دوم میں کتھائی خطاب کی ایسی ہی تاویل کی گئی ہے کہ بطور حجت قوم ہنود سے کہا گیا کہ رام بلند رتبہ تھا۔وہ بلند اخلاق اور ظلم کو مٹانے والا تھا اور تم لوگ اس کے پجاری ہو کر بھی مسلمانوں پر ظلم کرتے ہو۔رام نے بھی جہاد کیا تھا اور تم جہاد کو غلط کہتے ہو۔

فصل اول

قصہ غرانیق اور محققین اسلام

قصہ غرانیق میں دو جملوں کا ذکر ہے:(تِلْکَ الْغَرَانِیقُ الْعُلٰی–وَإِنَّ شَفَاعَتهنَّ لَتُرتَجی)(وہ بلند رتبہ بت ہیں اور بے شک ان کی شفاعت کی امید ہے)بت کو بلند رتبہ کہنا اس کی مدح وتعظیم ہے ۔یہ کفر ہے۔دربار خداوندی میں شفاعت اصنام واوثان کی قبولیت کی امید رکھنا دوسرا کفر ہے۔ان دو جملوں میں دو کفر پائے جاتے ہیں۔

محققین اسلام نے قصہ غرانیق کو غلط بتایا ہے۔اس روایت کے راوی بھی قابل اعتماد نہیں ہیں ۔چوں کہ اس رسالہ میں اس بات کا ذکر ہے کہ بتوں کی تعظیم کفر ہے اور بتوں کی مدح وستائش ان کی تعظیم ہے،اس لیے بطور استشہاد اس بحث کی عبارتیں نقل کی گئی ہیں۔

صالحین پر شیطان کو قابو نہیں

امام نسفی نے رقم فرمایا:(قالوا:انه علیه السلام کان فی نادی قومه یقرأ

"والنجم" فلما بلغ قوله: (ومناة الثالثة الأخرى) جرى علىٰ لسانه: "تلک الغرانيق العلى وأن شفاعتهن لترتجى" ولم يفطن له حتى ادركته العصمة فتنبه عليه - وقيل نبهه جبريل عليه السلام فاخبرهم أن ذلک كان من الشيطان.

وهذا القول غير مرضى - لأنه لا يخلو إما أن يتكلم النبى عليه السلام بها عمدًا وأنه لا يجوز لأنه كفر - ولأنه بعث طاعنا للاصنام لا مادحا لها.

أو اجرى الشيطان ذلک علىٰ لسان النبى عليه الصلاة والسلام جبرًا بحيث لا يقدر على الامتناع منه وهو ممتنع - لان الشيطان لا يقدر علىٰ ذلک فى حق غيره ففى حقه اولىٰ.

والقول بانه جرى علىٰ لسانه سهوًا وغفلة مردود ايضًا، لانه لايجوز مثل هذه الغفلة فى حال تبليغ الوحى - ولوجاز لبطل الاعتماد علىٰ قوله.

ولأنه تعالىٰ قال فى صفة المنزل عليه: (لَا يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ) - وقال: (اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ)

(تفسیر نسفی: سورۃ الحج: آیت 53 - مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: لوگوں نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قوم کی مجلس میں سورہ نجم کی تلاوت فرما رہے تھے، پس جب قول الٰہی (ومناة الثالثة الاخرىٰ) تک پہنچے تو آپ کی زبان پر جاری ہوا (تلک الغرانيق العلىٰ: وان شفاعتهن لترتجى) اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا احساس نہ ہوا، یہاں تک کہ عصمت خداوندی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دستگیری کی، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے باخبر ہوئے اور ایک قول ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو بتایا کہ یہ شیطان کی طرف سے تھا۔

اور یہ قول ناپسندیدہ ہے، کیوں کہ یہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے قصداً کہا اور یہ جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ کفر ہے اور اس لیے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتوں کی مذمت کرنے والا بنا کر مبعوث فرمایا گیا، نہ کہ بتوں کی مدح کرنے والا بنا کر، یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر شیطان نے جبراً یہ بات جاری کر دی، یہاں تک کہ اس سے روکنے پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قادر نہ ہو سکے اور یہ محال ہے، کیوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ کے حق میں شیطان کو یہ قدرت نہیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں بدرجہ اولیٰ قدرت نہیں۔

اور یہ قول بھی نا قابل قبول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر سہو وغفلت سے یہ بات جاری ہوگئی، کیوں کہ اس قسم کی غفلت تبلیغ کی حالت میں جائز نہیں اور اگر یہ جائز ہو تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اعتماد باطل ہو جائے گا۔

اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل کردہ کلام کی صفت میں ارشاد فرمایا: (باطل کو اس کی طرف راہ نہیں، نہ اس کے آگے سے، نہ اس کے پیچھے سے) (کنز الایمان) اور ارشاد فرمایا: (بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں) (کنز الایمان)

امام نسفی حنفی (م ۷۱۰ھ) نے فرمایا کہ قصہ غرانیق متعدد وجوہ کی بنا پر نا قابل قبول ہے۔ان اسباب وعلل کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(1) اس جملوں میں بتوں کے بلند رتبہ ہونے اور ان کے مقبول شفاعت ہونے کا بیان ہے اور یہ کفر ہے، نیز حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام بتوں کی توصیف بیانی کے واسطے مبعوث نہیں فرمائے گئے، بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم تھا کہ بتوں کے عیوب بیان کریں، تاکہ لوگ بت پرستی کو ترک کر دیں۔کتھائی خطاب میں بھی دیوتا کو بلند رتبہ کہا گیا

ہے اور دیوتا کو بلند رتبہ کہنا کفر ہے جیسا کہ تفسیر نسفی کی درج ذیل عبارت میں صراحت ہے۔

(إما أن يتكلم النبى عليه السلام بها عمدًا وأنه لا يجوز لأنه كفر)

حضور اقدس سید المعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قصداً یہ جملے نہیں بول سکتے ہیں۔

(2) حضرات انبیائے کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر شیطان کا مکر وفریب نہیں چلتا ہے، شیطان کو یہ قدرت نہیں دی گئی ہے، لہٰذا شیطان کے وسوسہ کے سبب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے کفریہ جملے نہیں بول سکتے ہیں۔

(3) حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے تبلیغی امور میں سہو ونسیان محال ہے، ورنہ ان نفوس قدسیہ کے ارشادات مبارکہ پر اعتماد ختم ہو جائے گا، لہٰذا سہو ونسیان کے سبب بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ جملے نہیں بول سکتے ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے، لہٰذا شیطان قرآن مجید میں کمی بیشی نہیں کر سکتا ہے۔ الحاصل قصہ غرانیق غلط اور موضوع وباطل ہے۔

قصہ غرانیق باطل وموضوع

قاضی عیاض مالکی قدس سرہ العزیز نے قصہ غرانیق سے متعلق طویل بحث رقم فرمائی ہے۔ آپ نے بحث کی دو قسمیں کیں۔ قسم اول قصہ غرانیق کی تضعیف اور سند کے اعتبار سے اس کے عدم ثبوت کے بیان میں ہے۔ قسم دوم میں فرض وتقدیر کے طور پر قصہ غرانیق کو تسلیم کر کے تاویلات صحیحہ رقم کی گئی ہیں۔ محققین اسلام نے قصہ غرانیق کو باطل قرار دیا ہے۔ امام فخر الدین رازی نے قصہ غرانیق کے باطل وموضوع ہونے کی صراحت فرمائی ہے۔

قاضی عیاض مالکی نے قصہ غرانیق کی روایت کے غیر معتبر ہونے سے متعلق رقم فرمایا:

(فاعلم اكرمك الله:ان لنا فى الكلام علىٰ مشكل هذا الحديث مأخذين:احدهما فى توهين اصله–والثانى علىٰ تسليمه–اما المأخذ الاول

فیکفیک ان ھذا الحدیث لم یُخَرِّجْهُ اَحَدٌ مِنْ اَھْلِ الصِّحَّةِ–وَلَا رَوَاهُ ثِقَةٌ بِسَنَدٍ سَلِيْمٍ مُتَّصِلٍ–وانما اَوْلَعَ به وبمثله المفسرون والمؤرخون المولعون كُلَّ غريب–المُتَلَقِّفُوْنَ مِنَ الصُّحُفِ كُلَّ صَحِيْحٍ وَسَقِيْمٍ)

(الشفاء: جلد دوم: ص125)

ترجمہ: جان لو(اللہ تعالیٰ تجھے عزت بخشے) کہ اس حدیث کے اشکال پر کلام کے واسطے ہمارے لیے دو ماخذ ہیں۔ان میں سے ایک اس حدیث کی اصل کو کمزور بتانے سے متعلق ہے اور دوسرا ماخذ اس کو تسلیم کرنے پر ہے،لیکن ماخذ اول تو تجھے کافی ہے کہ اہل صحت محدثین میں سے کسی نے اس حدیث کی تخریج نہیں کی اور نہ ہی کسی ثقہ راوی نے صحیح متصل سند سے اس کی روایت کی اور اس حدیث اور اس کی مثل حدیث کے وہ مفسرین ومؤرخین گرویدہ ہوئے جو ہر عجیب وغریب کے گرویدہ ہو جاتے ہیں، کتابوں سے ہر صحیح وسقیم کو لے لیتے ہیں۔

جو محدثین اپنی کتابوں میں صحیح احادیث طیبہ جمع کرتے ہیں،ان میں سے کسی نے بھی قصہ غرانیق کی تخریج نہیں کی،نہ ہی ثقہ اور قابل اعتماد راویوں نے صحیح متصل سند سے قصہ غرانیق کی روایت کی ہے، بلکہ ان مفسرین ومؤرخین نے اس روایت کو بیان کیا ہے جو صحیح وضعیف ہر قسم کی روایت کو نقل کرتے ہیں۔اسی سے اس روایت کا ضعیف وغیر معتبر ہونا ظاہر ہے۔

قاضی عیاض مالکی نے رقم فرمایا:**(واما الماخذ الثانی فھو مبنی علیٰ تسلیم الحدیث،لَوْ صَحَّ–وَاَعَاذَنَا اللّٰہ من صحته–ولکن علیٰ کل حال فَقَدْ اَجَابَ عن ذلک ائمة المسلمین باجوبة)**(الشفاء: جلد دوم: ص129)

ترجمہ: لیکن ماخذ دوم تو وہ حدیث کو تسلیم کرنے پر مبنی ہے،اگر حدیث صحیح ہو،اور اللہ تعالیٰ ہمیں اس حدیث کے صحیح ہونے سے پناہ دے،لیکن ہر صورت پر ائمہ مسلمین نے اس کے جوابات دیئے ہیں۔

قاضی عیاض مالکی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ اس روایت کو صحیح فرض کر کے بھی علمائے اسلام نے اس کی تاویلات رقم کی ہیں، یعنی اس کو ظاہری مفہوم پر محمول نہیں کیا۔

قاضی عیاض مالکی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: (**ولا شک فی ادخال بعض شیاطین الانس او الجن ھذا الحدیث علٰی بعض مُغَفَّلِی المحدثین لِیُلَبِّسَ بہ علٰی ضعفاء المسلمین**) (الشفاء: جلد وم: ص128)

ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض انسانی یا جنی شیطانوں نے اس روایت (قصہ غرانیق) کو بعض غفلت شعار محدثین کے ذہن میں ڈال دیا، تاکہ اس کے ذریعہ کمزور مسلمانوں کو شبہہ میں ڈالیں۔

فصل دوم

قصہ غرانیق کی عدم صحت کا بیان

(1) امام رازی نے آیت مقدسہ (وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِکَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی اَلۡقَی الشَّیۡطٰنُ فِیۡٓ اُمۡنِیَّتِہٖ) الآیہ کے شان نزول سے متعلق رقم فرمایا:

امام فخر الدین رازی شافعی نے رقم فرمایا: (**ذکر المفسرون فی سبب نزول ھذہ الآیۃ أن الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلّم لما رأی إعراض قومہ عنہ وشق علیہ ما رأی من مباعدتھم عما جائھم بہ–تمنی فی نفسہ أن یأتیھم من اللّٰہ ما یقارب بینہ وبین قومہ وذلک لحرصہ علٰی إیمانھم فجلس ذات یوم فی ناد من أندیۃ قریش کثیر أھلہ–وأحب یومئذ أن لا یأتیہ من اللّٰہ شیء ینفروا عنہ وتمنی ذلک–فأنزل اللّٰہ تعالی سورۃ (وَالنَّجۡمِ إِذَا ھَوَی)(النجم: 1) فقرأھا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم حتی بلغ قولہ: (أَ فَرَئَیۡتُمُ**

اللّٰتَ وَالْعُزّٰی: :وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی)(النجم: 19-20)ألقی الشیطان علٰی لسانه:(تلک الغرانیق العلٰی: :منها الشفاعة ترتجٰی)

فلما سمعت قریش ذلک فرحوا ومضی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم فی قرأته فقرأ السورة کلها فسجد وسجد المسلمون لسجوده وسجد جمیع من فی المسجد من المشرکین فلم یبق فی المسجد مؤمن ولا کافر إلا سجد سوی الولید بن المغیرة وأبی أحیحة سعید بن العاصی فإنهما أخذا حفنة من التراب من البطحاء ورفعاها إلی جبهتیهما وسجدا علیها لأنهما کانا شیخین کبیرین فلم یستطیعا السجود.

وتفرقت قریش وقد سرهم ما سمعوا وقالوا:قد ذکر محمد آلهتنا بأحسن الذکر فلما أمسی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم أتاه جبریل علیه السلام فقال:ما ذا صنعت تلوت علی الناس ما لم آتک به عن اللّٰه وقلت ما لم أقل لک؟فحزن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم حزناً شدیداً وخاف من اللّٰه خوفًا عظیمًا حتی نزل قوله تعالٰی:(وَمَآ اَرْسَلْنَا مِن قَبْلِکَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِیٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْ اُمْنِیَّتِهٖ)الآیة.

هذا روایة عامة المفسرین الظاهریین-أما أهل التحقیق فقد قالوا: هذه الروایة باطلة موضوعة-واحتجوا علیه بالقرآن والسنة والمعقول.

(تفسیر الرازی:سورۃ الحج:جلد23:ص44-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:مفسرین نے اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اپنی ذات سے اپنی قوم کی روگردانی دیکھی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وہ گراں گزرا جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے لوگوں کی اس پیغام

سے دوری دیکھی جو پیغام خداوندی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لے کر جلوہ گر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دل میں تمنا کی کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان لوگوں کے پاس وہ چیز آئے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی قوم کو قریب کر دے اور ایسی تمنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان لوگوں کے ایمان لانے کی خواہش کے سبب تھی، پس ایک دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریش کی مجلسوں میں سے ایک کثیر افراد والی مجلس میں تشریف رکھے اور اس دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ پسند فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسی چیز نہ لائے جس سے وہ لوگ روگردانی کر جائیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تمنا کی، پس اللہ تعالیٰ نے سورہ نجم نازل فرمایا۔

پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تلاوت فرمائی، یہاں تک کہ ارشاد الٰہی (أَ فَرَئَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى: : وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى) تک پہنچے تو شیطان نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مشابہ آواز میں ملا دیا: (**تلک الغرانیق العلٰی: : منها الشفاعة ترتجی**) (وہ بلند رتبہ بت ہیں۔ان کی شفاعت کی امید ہے) پس جب قریش نے یہ سنا تو وہ لوگ خوش ہو گئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تلاوت فرماتے گئے، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکمل سورہ کی قراءت فرمائی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سجدہ کے سبب مسلمانوں نے سجدہ کیا اور مسجد حرام میں موجود تمام مشرکین نے سجدہ کیا، پس مسجد حرام میں کوئی مومن وکافر باقی نہ رہا، مگر اس نے سجدہ کیا، سوائے ولید بن مغیرہ اور ابواحیحہ سعید بن عاصی کے تو ان دونوں نے مکہ معظمہ کی تھوڑی سی مٹی لی اور اسے اپنی پیشانیوں کی طرف اٹھائی اور اس مٹی پر سجدہ کیا۔ یہ دونوں بوڑھے تھے تو سجدہ نہ کر سکے۔

اور قریش متفرق ہو گئے اور جو کچھ انہوں نے سنا، اس نے انہیں خوش کر دیا اور کفار

قریش نے کہا: آج حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے معبودوں کا بہت اچھا ذکر کیا، پس جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شام کی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے:

''آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کیا کیا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کے پاس وہ تلاوت فرمائی جو میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لے کر نہیں آیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ فرمایا جو میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں کہا''۔ پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخت غم زدہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے بہت خوف زدہ ہو گئے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: (اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے، سب پر یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انہوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو مٹا دیتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو، پھر اللہ اپنی آیتیں پکی کر دیتا ہے اور اللہ علم وحکمت والا ہے) (کنز الایمان)

یہ ظاہر بیں عام مفسرین کی روایت ہے، لیکن اہل تحقیق تو انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ روایت باطل وموضوع ہے اور اس کے بطلان پر قرآن مقدس، حدیث شریف اور عقلی دلائل سے استدلال فرمایا۔

قصہ غرانیق کو متعدد مفسرین نے نقل کیا ہے۔ مفسرین ومحققین نے متعدد وجوہ سے قصہ غرانیق کو باطل وموضوع قرار دیا ہے۔ کتب تفاسیر اور شروح احادیث وکتب سیر میں قصہ غرانیق کے بطلان کے اسباب مرقوم ہیں ۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ کسی مفسر ومحدث نے یہ نہیں تحریر فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بالقصد بتوں کی تعریف کی، کیوں کہ بتوں کی مدح وستائش ان کی تعظیم ہے اور بتوں کی تعظیم کفر ہے۔

سہو ونسیان کے سبب بھی ایسا ہونا ممکن نہیں، کیوں کہ احکام تبلیغیہ میں حضرات انبیائے

کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے سہو ونسیان کا صدور محال ہے۔قرآن مجید احکام اسلامیہ کا مخزن وسرچشمہ ہے، پھر قرآن مجید کی آیات طیبہ اور مقدس سورتیں امت تک پہنچاتے وقت سہو ونسیان کیسے ہوسکتا ہے۔اب ایک سوال باقی رہا کہ شیطان نے اس مجلس میں یہ دو جملے کہا تھا یا نہیں؟ جواب یہ کہ محققین اس بات کے قائل ہیں کہ قصہ غرانیق موضوع وباطل ہے،جیسا کہ منقولہ بالا اقتباس میں ہے:(**أما أهل التحقيق فقد قالوا:هذه الرواية باطلة موضوعة**)(لیکن اہل تحقیق تو انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ روایت باطل وموضوع ہے)

(2)امام شربینی شافعی نے قصہ غرانیق سے متعلق رقم فرمایا:(**قال الرازی:هذه رواية عامّة المفسرين الظاهرية–أما أهل التحقيق فقد قالوا:هذه الرواية باطلة موضوعة–واحتجوا على البطلان بالقرآن والسنة والمعقول**)

(تفسیر السراج المنیر :سورۃ الحج: جلد دوم:ص442-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:امام فخر الدین رازی شافعی (۵۴۴ھ-۶۰۶ھ) نے فرمایا: یہ ظاہر بیں عام مفسرین کی روایت ہے،لیکن اہل تحقیق نے فرمایا ہے کہ یہ روایت باطل وموضوع ہے اور اس کے بطلان پر قرآن وحدیث اور عقلی دلائل سے استدلال فرمایا۔

(3)مفسر ابن عادل دمشقی حنبلی نے رقم فرمایا:(**قال ابن الخطيب:وأما أهل التحقيق فقالوا:هذه الرواية باطلة موضوعة لوجوه من القرآن والسنة والمعقول**)(اللباب فی علوم الکتاب:سورۃ الحج: جلد14:ص117-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:مفسر ابن خطیب نے فرمایا:لیکن اہل تحقیق نے فرمایا کہ یہ روایت (قصہ غرانیق) متعدد وجوہ یعنی قرآن وحدیث اور عقلی دلائل سے باطل وموضوع ہے۔

سورہ حج (آیت:52) کی تفسیر میں تفسیر کبیر،تفسیر سراج منیر اور تفسیر لباب میں قصہ غرانیق کے بطلان کے دلائل مرقوم ہیں۔دیگر کتب تفاسیر میں بھی اسی مقام پر قصہ غرانیق

کے باطل وغیر معتبر ہونے کا بیان ہے۔قصہ غرانیق کی روایت نا قابل اعتماد اور شرعی اصول وقوانین کے اعتبار سے بھی یہ غلط اور باطل ہے۔ایسی روایت سے استدلال نا قابل قبول ہے۔بالفرض اگر یہ روایت ثابت بھی ہوتو قاضی عیاض مالکی نے اس کی تاویل رقم کی ہے۔

قصہ غرانیق کا بطلان قرآن مقدس سے

امام فخر الدین رازی نے قرآن مقدس سے قصہ غرانیق کے بطلان میں رقم فرمایا:

(هذا رواية عامة المفسرين الظاهريين–أما أهل التحقيق فقد قالوا: هذه الرواية باطلة موضوعة–واحتجوا عليه بالقرآن والسنة والمعقول.

أما القرآن فوجوه–أحدها:قوله تعالىٰ(وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيلِ::لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ::ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ)(الحاقة: 44–46)

وثانيها:قوله(بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَاء نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ) (يونس:15)

وثالثها:قوله(وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى::إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى)فلو أنه قرأ عقيب هذه الآية(تلك الغرانيق العلى)لكان قد ظهر كذب اللّٰه تعالى في الحال–وذلك لا يقوله مسلم.

ورابعها:قوله تعالىٰ(وَإِنْ كَادُواْ لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِيْ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ وَإِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا)(الإسراء: 73)وكلمة كاد عند بعضهم معناه قرب أن يكون الأمر كذلك مع أنه لم يحصل.

وخامسها:قوله(وَلَوْلَآ أَن ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدتَّ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا)(الإسراء: 74)وكلمة لولا تفيد انتفاء الشيء لانتفاء غيره–فدل علىٰ أن ذلك الركون القليل لم يحصل.

وسادسها: قوله(کَذٰلِکَ نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَکَ)(الفرقان:32)

وسابعها: قوله(سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰی)(الأعلی:6)

(تفسیر کبیر: سورۃ الحج: جلد23:ص44- مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: یہ ظاہر بیں عام مفسرین کی روایت ہے، لیکن اہل تحقیق تو انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ روایت باطل وموضوع ہے اور اس کے بطلان پر قرآن مقدس وحدیث شریف اور عقلی دلائل سے استدلال فرمایا، لیکن قرآن تو (قصہ غرانیق کے بطلان کی) چند صورتیں ہیں۔

(1) ان میں سے پہلی صورت: ارشاد الٰہی ہے: (اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے، ضرور ہم ان سے بقوت بدلہ لیتے، پھر ہم ان کی رگ دل کاٹ دیتے) (کنز الایمان)

(2) ان میں سے دوسری صورت: ارشاد الٰہی ہے: (یا اسی کو بدل دیجئے۔ تم فرماؤ! مجھے نہیں پہنچتا کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں۔ میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے) (کنز الایمان)

(3) ان میں سے تیسری صورت: ارشاد الٰہی ہے: (اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے) (کنز الایمان)

پس اگر حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس آیت کے بعد (تلک الغرانیق العلی) کی قراءت کریں تو اسی وقت اللہ تعالیٰ کا کذب ظاہر ہو جائے گا اور کوئی مسلمان کذب الٰہی کا قول نہیں کرتا ہے۔

(4) ان میں سے چوتھی صورت: ارشاد الٰہی ہے: (اور وہ تو قریب تھا کہ تمہیں کچھ لغزش دیتے ہماری وحی سے جو ہم نے تم کو بھیجی کہ تم ہماری طرف کچھ اور نسبت کر دو اور ایسا ہوتا تو وہ تم کو اپنا گہرا دوست بنا لیتے) (کنز الایمان)

اور بعض علما کے یہاں کلمہ (کَادَ) کا معنی ہے کہ معاملہ ایسا ہونے کے قریب تھا، باوجودے کہ ایسا ہو نہ سکا۔

(5) ان میں سے پانچویں صورت: ارشاد الٰہی ہے: (اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا جھکتے) (کنز الایمان)

اور کلمہ (لَوْ) کسی شئ کے معدوم ہونے کے سبب کسی شئ کے معدوم ہونے کو بتاتا ہے، پس ارشاد الٰہی نے دلالت کیا کہ وہ تھوڑا سا جھکنا نہیں پایا گیا۔

(6) ان میں سے چھٹی صورت: ارشاد الٰہی ہے: (ہم نے یوں ہی بتدریج اسے اتارا ہے کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں) (کنز الایمان)

(7) ان میں سے ساتویں صورت: ارشاد الٰہی ہے:

(اب ہم تمہیں پڑھا دیں گے کہ تم نہ بھولو گے) (کنز الایمان)

قصہ غرانیق کا بطلان حدیث شریف سے

امام فخر الدین رازی نے حدیث سے قصہ غرانیق کے بطلان میں رقم فرمایا:

(وأما السنة فهی ما روی عن محمد بن إسحق بن خزيمة أنه سئل عن هذه القصة فقال: هذا وضع من الزنادقة وصنف فيه كتاباً.

وقال الإمام أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقی: هذه القصة غير ثابتة من جهة النقل–ثم أخذ يتكلم فی أن رواة هذه القصة مطعون فيهم.

وايضاً فقد روی البخاری فی صحيحه أن النبی عليه السلام قرأ سورة النجم وسجد فيها المسلمون والمشركون والإنس والجن–وليس فيه حديث الغرانيق–وروی هذا الحديث من طرق كثيرة–وليس فيها ألبتة حديث الغرانيق) (تفسیر کبیر: سورۃ الحج: جلد 23: ص 44 - مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: لیکن حدیث تو جو محدث محمد بن اسحٰق بن خزیمہ سے مروی ہے کہ ان سے اس قصہ (قصہ غرانیق) کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ زندیقوں کا اختراع اور

من گڑھت ہے اور اس بارے میں آپ نے ایک کتاب تصنیف فرمائی۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: یہ قصہ (قصہ غرانیق) نقل و روایت کے اعتبار سے ثابت نہیں ہے، پھر آپ بیان کرنے لگے کہ اس قصہ کے رواۃ مطعون ہیں۔

نیز امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورہ نجم کی تلاوت کی اور اس درمیان مسلمانوں، مشرکوں اور انسانوں وجنوں نے سجدہ کیا اور اس میں قصہ غرانیق نہیں ہے اور یہ حدیث بہت سی سندوں سے مروی ہے اور ان میں قصہ غرانیق بالکل نہیں ہے۔

محدث ابن خزیمہ نے قصہ غرانیق کے رد میں ایک کتاب تصنیف فرمائی اور اس قصہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ زندیقوں کا گڑھا ہوا قصہ ہے۔

امام بیہقی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا کہ قصہ غرانیق روایت کے اعتبار سے ثابت نہیں ہے، اس کے رواۃ بھی نا قابل اعتماد ہیں، نیز صحیح بخاری میں مروی ہے کہ سورہ نجم کی تلاوت کے وقت مومنین ومشرکین اور جن وانس نے سجدہ کیا، لیکن اس میں قصہ غرانیق کا ذکر نہیں ہے۔ سجدہ کی روایت بہت سی سندوں سے مروی ہے، لیکن قصہ غرانیق کا ذکر نہیں ہے۔

قصہ غرانیق کا بطلان عقلی دلائل سے

علمائے اسلام ومفسرین عظام نے قصہ غرانیق کے بطلان پر مستحکم نقلی اور قوی عقلی دلائل رقم فرمائے ہیں۔ قصہ غرانیق کے باطل وغلط ہونے کے پانچ عقلی دلائل درج ذیل ہیں:

امام فخر الدین رازی شافعی نے رقم فرمایا: (**وأما المعقول فمن وجوه:**

أحدها: أن من جوز على الرسول صلى الله عليه وسلم تعظيم الأوثان فقد كفر– أن من المعلوم بالضرورة أن أعظم سعيه كان في نفي الأوثان.

وثانيها: أنه عليه السلام ما كان يمكنه في أول الأمر أن يصلي ويقرأ

القرآن عند الكعبة آمناً أذى المشركين له حتى كانوا ربما مدوا أيديهم إليه—وإنما كان يصلى إذا لم يحضروها ليلا أو فى أوقات خلوة—وذلک يبطل قولهم.

وثالثها: أن معاداتهم للرسول كانت أعظم من أن يقروا بهذا القدر من القرائة دون أن يقفوا علىٰ حقيقة الأمر فكيف أجمعوا علىٰ أنه عظم آلهتهم حتى خروا سجدًا مع أنه لم يظهر عندهم موافقته لهم.

ورابعها: قوله: (فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاته) وذلک لأن إحكام الآيات بإزالة ما يلقيه الشيطان عن الرسول أقوى من نسخه بهذه الآيات التى تبقى الشبهة معها فإذا أراد اللّٰه إحكام الآيات لئلا يلتبس ما ليس بقرآن قرآناً فبأن يمنع الشيطان من ذلک أصلًا أولى.

وخامسها: وهو أقوى الوجوه—أنا لو جوزنا ذلک ارتفع الأمان عن شرعه وجوزنا فى كل واحد من الأحكام والشرائع أن يكون كذلک ويبطل قوله تعالى(يَا اَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْکَ مِن رَّبِّکَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهُ وَاللّٰهُ يَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ)(المائدة: 67)

فإنه لا فرق فى العقل بين النقصان عن الوحى وبين الزيادة فيه.

فبهذه الوجوه عرفنا علىٰ سبيل الإجمال أن هذه القصة موضوعة—أكثر ما فى الباب أن جمعًا من المفسرين ذكروها لكنهم ما بلغوا حد التواتر—وخبر الواحد لا يعارض الدلائل النقلية والعقلية المتواترة)

(تفسیر کبیر: سورۃ الحج: جلد 23: ص 44- مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: لیکن عقلی دلیل تو (قصہ غرانیق) چند طریقوں سے (باطل) ہے۔

(1) ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بتوں کی تعظیم کو جائز قرار دے تو وہ کافر ہو گیا، کیوں کہ (دین اسلام سے) بدیہی طور پر معلوم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے بڑی کوشش بتوں سے دور کرنے کی تھی۔

(2) ان میں سے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ابتدائے امر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ممکن نہیں تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ مقدسہ کے پاس امن کے ساتھ نماز ادا کریں اور قرآن مقدس کی تلاوت فرمائیں، مشرکین کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اذیت دینے کے سبب، یہاں تک کہ کبھی وہ مشرکین آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اپنے (ظلم کا) ہاتھ بڑھاتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (کعبہ مقدسہ کے پاس) رات کو یا کسی خالی وقت میں نماز ادا کرتے جب مشرکین کعبہ معظّمہ کے پاس حاضر نہ رہتے اور قرآن عظیم مشرکین کے قول کو باطل کرتا (کیوں کہ قرآن میں شرک کی تردید ہے)

(3) ان میں سے تیسرا طریقہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کفار کی عداوت اس سے بہت بڑی تھی کہ وہ معاملہ کی حقیقت سے واقف ہوئے بغیر صرف اتنی قراءت پر مطمئن ہو جائیں، پس وہ کیسے متفق ہو گئے اس پر کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کفار کے معبودوں کی عظمت بیان فرمائی، یہاں تک کہ وہ لوگ سجدے میں گر پڑے، باوجودے کہ ان کے نزدیک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان لوگوں کی موافقت کرنا ظاہر نہ ہوا۔

(4) ان میں سے چوتھا طریقہ یہ ہے کہ ارشاد الٰہی ہے: (تو مٹا دیتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو، پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں مستحکم فرما دیتا ہے) اور ایسا اس لیے کہ حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شیطان کے ڈالے ہوئے کو زائل کر کے آیات طیبہ کو مستحکم کرنا ان آیتوں کو منسوخ کرنے سے زیادہ قوی ہے جن کے ساتھ شبہ باقی

رہے، پس جب اللہ تعالیٰ نے آیات مقدسہ کو مستحکم کرنے کا ارادہ فرمالیا، تاکہ اس سے شبہ نہ ہو جو قرآن مقدس سے نہ ہو تو شیطان کو اس سے بالکل روک دینا زیادہ بہتر ہے۔

(5) ان میں سے پانچواں طریقہ اور یہ سب سے مضبوط طریقہ ہے۔اگر ہم اس (القائے شیطانی) کو جائز قرار دیں تو شریعت سے امان اٹھ جائے گا اور اگر ہم احکام وشرعی مسائل میں سے ہر ایک میں ایسا ہونا (القائے شیطانی) جائز قرار دے دیں تو ارشاد الٰہی باطل ہو جائے گا کہ: (اے رسول! پہنچا دو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے)

کیوں کہ عقل کے نزدیک وحی الٰہی میں کمی کرنے اور اس میں اضافہ کرنے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

پس ان طریقوں سے ہم نے اجمالی طور پر جان لیا کہ یہ قصہ غرانیق موضوع ہے۔ اس باب میں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ مفسرین کی ایک جماعت نے اس قصے کا ذکر کیا، لیکن وہ تواتر کی حد تک نہیں پہنچے اور خبر واحد متواتر نقلی وعقلی دلائل کے معارض نہیں ہوتی ہے۔

فصل سوم

اصنام واوثان کی تعظیم کفر

منقولہ ذیل اقتباسات میں قصہ غرانیق کے دونوں جملوں کو بتوں کی تعظیم سے تعبیر کیا گیا ہے۔اس سے واضح ہو گیا کہ بتوں کی مدح وستائش بتوں کی تعظیم وتکریم ہے۔

تفسیر طبری میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا قول منقول ہے:

(وقد علمنا أنَّ تَعظيم الأصنام وجميع ما كان يُعبد من ذلك من دون الله شركٌ) (ہمیں معلوم ہے کہ بتوں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ پوجی جانے والی تمام

چیزوں کی تعظیم شرک ہے)اس سے واضح ہوگیا کہ غیر مومن معبود باطل کی تعظیم کفروشرک ہے۔تفسیر طبری کی مکمل عبارت اس کے بعد والے عنوان کے تحت منقول ہے۔

درج ذیل عبارتوں میں بتایا گیا کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بتوں کی تعظیم جائز مانے ،وہ کافر ہے، کیوں کہ اوثان واصنام کفروشرک ہے اور جو کسی نبی علیہ السلام کے لیے کفروشرک کو جائز مانے وہ کافر ہے۔کفر کو جائز ماننے والا کافر ہوتا ہے۔

(1)امام فخر الدین رازی شافعی (۵۴۴ھ-۶۰۶ھ) نے رقم فرمایا:

(وقال الإمام أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي:هذه القصة غير ثابتة من جهة النقل ثم أخذ يتكلم في أن رواة هذه القصة مطعون فيهم.

وأيضاً فقد روى البخاري في صحيحه أن النبي عليه السلام قرأ سورة النجم وسجد فيها المسلمون والمشركون والإنس والجن وليس فيه حديث الغرانيق-وروى هذا الحديث من طرق كثيرة وليس فيها ألبتة حديث الغرانيق.

وأما المعقول فمن وجوه:أحدها:أن من جوز على الرسول صلى الله عليه وسلّم تعظيم الأوثان فقد كفر لأن من المعلوم بالضرورة أن أعظم سعيه كان في نفي الأوثان) (تفسیر الرازی:سورۃ الحج: جلد23ص44-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: یہ قصہ (قصہ غرانیق) نقل وروایت کے اعتبار سے ثابت نہیں ہے، پھر آپ بیان کرنے لگے کہ اس قصہ کے روات مطعون ہیں۔

نیز امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورہ نجم کی تلاوت کی اور اس درمیان مسلمانوں ،مشرکوں اور انسانوں وجنوں نے سجدہ کیا اور اس میں قصہ غرانیق نہیں ہے اور یہ حدیث بہت سی

سندوں سے مروی ہے اور ان میں قصہ غرانیق بالکل نہیں ہے۔

لیکن معقول (کی جہت سے قصہ غرانیق کا عدم ثبوت) تو چند طریقوں سے ہے۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بتوں کی تعظیم کو جائز قرار دے تو وہ کافر ہو گیا، کیوں کہ (دین اسلام سے) بدیہی طور پر معلوم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے بڑی کوشش بتوں سے دور کرنے کی تھی۔

(2) امام شمس الدین خطیب شربینی شافعی قاہری (م ۹۷۷ھ) نے رقم فرمایا:

(وقال البيهقي: هذه القصة غير ثابتة من جهة النقل–فقد روى البخاري في صحيحه:''أنه صلى الله عليه وسلم قرأ سورة النجم وسجد فيها ،وسجد المسلمون والكفار والإنس والجن''–وليس فيه حديث الغرانيق:

وأما المعقول فمن وجوه: أحدها:

أنّ من جوّز على النبي صلى الله عليه وسلم تعظيم الأوثان فقد كفر –لأنّ من المعلوم بالضرورة أن النبيّ كان معظم سعيه في نفي الأوثان)

(تفسیر السراج المنیر: سورۃ الحج: جلد دوم: ص 422-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: یہ قصہ (قصہ غرانیق) نقل وروایت کے اعتبار سے ثابت نہیں ہے، پس امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورہ نجم کی تلاوت کی اور اس درمیان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور مسلمانوں، کافروں اور انسانوں وجنوں نے سجدہ کیا اور اس میں قصہ غرانیق نہیں ہے۔

لیکن معقول (کی جہت سے قصہ غرانیق کا عدم ثبوت) تو چند طریقوں سے ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بتوں کی تعظیم کو جائز

قرار دے تو وہ کافر ہوگیا، کیوں کہ دین اسلام سے بدیہی طور پر معلوم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم کوشش بتوں سے دور کرنے کی تھی۔

(3) ابوحفص عمر بن علی بن عادل دمشقی حنبلی (م۸۸۰ھ) نے رقم فرمایا:

(وقال الإمام أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي: هذه القصة غير ثابتة من جهة النقل ثم قال: رواة هذه القصة مطعونون-وروى البخارى فى صحيحه أنه عليه السلام قرأ سورة النجم-وسجد فيها المسلمون والمشركون والجن والإنس وليس فيه ذكر الغرانيق-وروى هذا الحديث من طرق كثيرة-وليس فيها البتة ذكر الغرانيق.

وأما المعقول فمن وجوه: أحدها: أن من جوَّز على الرسول تعظيم الأوثان فقد كفر-لأن من المعلوم بالضرورة أن أعظم سعيه كان فى نفى الأوثان) (اللباب فی علوم الکتاب: سورۃ الحج: جلد 14 ص 118-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: یہ قصہ (قصہ غرانیق) نقل وروایت کے اعتبار سے ثابت نہیں ہے، پھر آپ نے فرمایا: اس قصہ کے روات مطعون ہیں۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورہ نجم کی تلاوت کی اور اس درمیان مسلمانوں، مشرکوں اور انسانوں وجنوں نے سجدہ کیا اور اس میں قصہ غرانیق نہیں ہے اور یہ حدیث بہت سی سندوں سے مروی ہے اور ان میں قصہ غرانیق بالکل نہیں ہے۔

لیکن معقول (کی جہت سے قصہ غرانیق کا عدم ثبوت) تو چند طریقوں سے ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بتوں کی تعظیم کو جائز قرار دے تو وہ کافر ہوگیا، کیوں کہ دین اسلام سے بدیہی طور پر معلوم ہے کہ حضور اقدس صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے بڑی کوشش بتوں سے دور کرنے کی تھی۔

مذکورہ بالا تینوں تفاسیر میں بیان کیا گیا کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں بتوں کی تعظیم کا قول کرے، وہ کافر ہے، کیوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے عظیم کوشش یہی تھی کہ لوگوں کو بتوں سے دور کریں اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف لائیں۔اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بتوں کی تعریف وتوصیف بتوں کی تعظیم ہے۔

منقولہ بالا تینوں عبارتوں میں قصہ غرانیق کے مذکورہ دو جملوں کو بتوں کی تعظیم سے تعبیر کیا گیا۔ان جملوں میں بتوں کی تعریف ہے، پس بتوں کی مدح وتعریف ان کی تعظیم ہے اور بتوں کی تعظیم کفر ہے۔عہد حاضر میں بعض لوگ اصنام واوثان کی مدح کی جانب مائل ہو رہے ہیں۔انہیں اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہئے۔نیک کاموں کی طرف مائل ہونا چاہئے۔

اصنام واوثان کی مدح سرائی قولی تعظیم

(1) امام ابوعبداللہ قرطبی مالکی (م ۶۷۱ھ) نے رقم فرمایا: **(فأما ما يضاف إليه من قولهم: تلک الغرانيق العلا-فكذب على النبى صلى الله عليه وسلم-لان فيه تعظيم الاصنام-ولا يجوز ذلک على الانبياء)**

(تفسیر قرطبی: جلد 12: ص 86-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے، یعنی لوگوں کا قول (تلک الغرانیق العلی)، پس یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا ہے، کیوں کہ اس میں بتوں کی تعظیم ہے اور یہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے جائز نہیں۔

قصہ غرانیق جھوٹی روایت ہے، کیوں کہ اس میں بتوں کی تعظیم ہے اور بتوں کی تعظیم حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے جائز نہیں، نہ ہی امتیوں کے لیے جائز ہے۔قصہ غرانیق میں بتوں کی تعریف ومدح سرائی تھی۔اسی مدح سرائی کو تعظیم سے تعبیر کیا

گیا ہے، یعنی بتوں کی توصیف و مدح سرائی بتوں کی قولی تعظیم ہے۔

(2) امام محمد بن جریر طبری شافعی (۲۲۴ھ-۳۱۰ھ) نے رقم فرمایا: (**أنّ النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لما اعتمر عُمرة القضیَّة-تخوَّف أقوامٌ کانوا یطوفون بهما فی الجاهلیة قبل الإسلام لصنمین کانا علیهما تعظیمًا منهم لهما، فقالوا: وکیف نَطوف بهما-وقد علمنا أنَّ تَعظیم الأصنام وجمیع ما کان یُعبد من ذلک من دون اللّٰہ شرکٌ؟ففی طوَافنا بهذین الحجرین أحرَجُ ذلک-لأن الطواف بهما فی الجاهلیة إنما کان للصنمین اللذین کانا علیهما-وقد جاء اللّٰہ بالإسلام الیومَ-ولا سبیل إلی تعظیم شیء مع اللّٰہ بمعنی العبادة له!فأنزل اللّٰہ تعالی ذکره فی ذلک من أمرهم: (إنّ الصفا والمروة من شعائر اللّٰہ)**) (تفسیر طبری: جلد سوم: ص230-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرۃ القضا کیا تو ان قوموں کو خوف ہوا جو اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں صفا ومروہ کا طواف اپنی جانب سے ان دو بتوں کی تعظیم کے لیے کرتے تھے جو دونوں بت صفا ومروہ پر تھے، پس ان حضرات نے عرض کیا: کیسے ہم لوگ صفا ومروہ کا طواف کریں، حالاں کہ ہمیں معلوم ہے کہ بتوں کی تعظیم اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ پوجی جانے والی تمام چیزوں کی تعظیم شرک ہے، پس ہمارا ان دونوں پتھروں (صفا ومروہ) کے طواف کرنے میں یہ بڑی پریشانی ہے، کیوں کہ زمانہ جاہلیت میں صفا ومروہ کا طواف ان دو بتوں کی وجہ سے تھا جو صفا ومروہ پر تھے اور آج اللہ تعالیٰ نے اسلام عطا فرما دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کے معنی میں کسی چیز کی تعظیم کرنے کی کوئی راہ نہیں ہے، پس اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اس معاملہ کے بارے میں اپنا ذکر (قرآن) نازل فرمایا: (بے شک صفا ومروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں)

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہے کہ بتوں کا طواف کرنا اس کی تعظیم ہے اور بتوں کی تعظیم شرک ہے۔زمانہ جاہلیت میں صفا ومروہ پر دو بت نصب تھے۔مشرکین ان بتوں کی تعظیم کے لیے طواف کرتے تھے۔جب عمرۃ القضا کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو صفا ومروہ کی سعی کا حکم فرمایا تو صحابہ کرام کو شبہ ہوا کہ ان دونوں پہاڑیوں پر پہلے بت تھے۔صفا پر جو بت تھا،اس کا نام اساف تھا اور مروہ پر جو بت تھا،اس کا نام نائلہ تھا۔صفا ومروہ کے طواف کے سبب ان بتوں کی تعظیم ہوگی۔اللہ تعالیٰ نے آیت مقدسہ (ان الصفا والمروۃ:الآیۃ) نازل فرما کر شبہہ دور فرما دیا کہ صفا ومروہ کی سعی وطواف سے بتوں کی تعظیم نہیں ہوگی،کیوں کہ بعد میں بتوں کو ہٹا دیا گیا تھا، جیسے کعبہ مقدسہ میں تین سو ساٹھ بت تھے۔فتح مکہ کے بعد تمام بتوں کو ہٹا دیا گیا۔

کتھائی سوال:بت کہاں ہے؟

منقولہ بالا اقتباس میں بتایا گیا ہے کہ بتوں کی تعظیم بھی کفر ہے اور بتوں کے علاوہ ان تمام کی تعظیم بھی کفر ہے جن کو کفار ومشرکین پوجتے ہیں۔جب رام وکرشن سے متعلق بات کی جائے تو کتھائی خطیب کے حامی فوراً بول پڑتے ہیں:بت کہاں ہے؟حالاں کہ اصنام واوثان اور غیر مومن معبودان کفار کی تعظیم کا حکم یکساں ہے۔ان سب کی تعظیم وتوقیر کفر ہے۔

اصنام واوثان کی تعظیم بھی معبودیت ہی کے سبب کفر ہے۔غیر مومن معبود کفار بت ہو،یا شیطان ہو،یا کوئی آدمی ہو،اس کی تعظیم کفر ہے۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے یہی بات کہی تھی۔اللہ تعالیٰ نے قول صحابہ کی تردید نہیں فرمائی،بلکہ یہ بتایا گیا کہ صفا ومروہ شعائر اللہ ہیں۔صفا ومروہ کی تعظیم اور طواف کیا جائے گا،نیز اس عہد میں صفا ومروہ پر بت نہیں تھے۔فتح مکہ معظّمہ کے بعد کعبہ مقدسہ سے بھی بت ہٹا دیئے گئے تھے۔

فصل چہارم

مکہ معظّمہ میں بھی مداہنت کی اجازت نہ تھی

امام اہل سنت قدس سرہ سے سوال ہوا: کہتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرب کے کافر قبائل سے موالات کی تھی۔ہم کفار ہند سے موالات کرتے ہیں۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترائے محض ہے۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کسی کافر سے موالات نہیں فرمائی اور کیوں کر فرما سکتے، حالاں کہ ان کا رب عزوجل فرماتا ہے: **(ومن یتولھم منکم فانہ منھم)** تم میں جو ان سے موالات کرے وہ بے شک انہیں میں سے ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے رب کا ابتدائی حکم یہ تھا:

(فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین)

اعلان کے ساتھ فرمادو جو تمہیں حکم دیا جاتا ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔

اور انتہائی حکم یہ ہوا۔

(یایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم)

اے نبی! تمام کافروں اور منافقوں سے جہاد فرما اور ان پر سختی و درشتی کر۔

معاذ اللہ موالات کا وقت کون سا تھا۔سورہ ن شریف مکیہ ہے۔اس میں فرماتا ہے:

(ودوا لوتدھن فیدھنون) کافر اس تمنا میں ہیں کہ کہیں تم کچھ نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑیں۔اس وقت میں مداہنت تو روا رکھی نہ گئی، نہ کہ معاذ اللہ موالات۔

ائمہ دین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت مداہنت کرنے والے کی تکفیر فرمائی ہے، چہ جائے مفتری موالات۔

شفاء شریف امام قاضی عیاض میں ہے: (**الوجہ الثانی: ان یکون القائل غیر قاصد للسب ولکنہ تکلم بکلمة الکفر من اضافة ما لایجوز علیہ مثل ان ینسب الیہ اتیان کبیرة اومداھنة فی تبلیغ الرسالة اوفی حکم بین الناس فحکم ھذا الوجہ حکم الاول(ملخصاً)**

(دوسری وجہ یہ ہے کہ کہنے والے کا مقصد سب نہ ہو، لیکن اس نے ایسا کلمہ کفر بولا اور ایسی شئ کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کی جو آپ کی شان کے مناسب نہ تھی، مثلاً کبیرہ کے ارتکاب یا احکام رسالت کے پہنچانے میں یا لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمانے میں مداہنت کی نسبت کی تو اس کا حکم بھی پہلے کے حکم کی طرح ہی ہے۔ت)

سخت محرومی و بے باکی ہے یہ کہ آدمی کے کسی عیب پر نکتہ چینی ہو، اور وہ اپنے اوپر سے دفع الزام کے لیے کسی نبی سے استشہاد کرے کہ ان سے بھی ایسا واقع ہوا، اگرچہ ظاہراً وہ فعل وقوع میں آیا ہو، اور اس نے اپنی نابینائی سے فرق نہ دیکھا اور ملائکہ کو چمار پر قیاس کیا۔

شفاء شریف امام قاضی عیاض میں ہے: (**ھذہ کلھا وان لم تتضمن سباولا قصد قائلھا ازراء فما وقر النبوة ولاعظم الرسالة ولاعزرحرمة الاصطفاء صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم حتی شبہ من شبہ فی معرة قصد الانتفاء منھا بمن عظم اللّٰہ خطرہ ونھی عن جھر القول لہ ورفع الصوت عندہ فحق ھذا ان دری عنہ القتل السجن وقوة تعزیرہ(ملخصاً)**

(یہ تمام کلام اگرچہ سب وشتم کو متضمن نہیں اور نہ ہی قائل نے اس سے کسی عیب کا قصد کیا ہے، بہرحال اس نے نہ تو منصب نبوت و رسالت کا خیال رکھا ہے، نہ ہی حرمت کا اقرار کیا ہے، حتی کہ روانی کلام میں شاعر نے اپنے ممدوح کو عیب سے پاک ہونے کا قصد کرتے ہوئے اس ذات سے تشبیہ دی جس کی قدر و منزلت کو اللہ تعالیٰ نے عظیم فرمایا اور اس

کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ رب العالمین نے ان کی بارگاہ میں بلند آواز سے بولنے کی ممانعت فرمائی، اس سوئے ادبی کی سزا اگرچہ قتل نہیں ہے، تاہم قید بامشقت کی سزا دینا ضروری ہے (ملخصاً)۔ت)

سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر معاذ اللہ انہونی جوڑنا اور اس سے اپنی ناپاکی کا جواز چاہیں، کتنی سخت خباثت اور کس قدر شدید موجب لعنت ہے۔کیا کسی عالم دین کا وہ ناسعید بیٹا سخت ناخلف نہ قرار پائے گا جس کے بھنگ پینے پر اس کے باپ کے شاگرد اعتراض کریں اور وہ اپنے اوپر سے دفع اعتراض کے لیے محض جھوٹ بہتان اپنے باپ پر رکھ دے کہ کیا تمہارے استاد چرس نہ پیتے تھے، پھر کہاں باپ اور کہاں سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم''۔(فتاویٰ رضویہ: جلد 14:ص 388-390 - جامعہ نظامیہ لاہور)

اصنام واوثان کی مذمت کی ممانعت کا سبب

غیر مومن معبودان باطل کے سب وشتم اور ان کو برا کہنے سے بھی مومنین کو منع فرمایا گیا، تاکہ کفار ومشرکین جذبہ انتقام میں اللہ تعالیٰ کی شان اقدس میں بے ادبی نہ کریں۔معبودان باطل کی نہ مدحت کرنی ہے، نہ مذمت۔سب وشتم نہ کرنے کا مفہوم یہ نہیں کہ بتوں کی تعریف وتوصیف کی جائے۔مکی عہد میں بھی بتوں کی تعریف وتوصیف کی اجازت نہ ہوئی، جب کہ مشرکین سخت ظلم وستم کرتے تھے تو بعد میں اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:(وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ)(سورہ انعام: آیت 108)

ترجمہ: اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے، زیادتی اور جہالت سے۔(کنزالایمان)

(1) امام محی السنہ بغوی (۴۳۶ھ-۵۱۰ھ) نے تحریر فرمایا:(قوله عز وجل:(وَلَا

تَسُبُّوا الَّـذِيـنَ يَـدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ) الآية–قال ابن عباس:لما نزلت(إنكم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم)(الأنبياء:98)

قـال الـمشـركـون:يـا مـحـمـد! لتـنتهين عن سب آلهتنا أو لنهجون ربک، فنهاهم الله تعالى أن يسبوا أوثانهم.

وقـال قتـادـة:كـان الـمسلمون يسبون أصنام الكفار،فنهاهم الله عز وجل عن ذلک،لئلا يسبوا الله فإنهم قوم جهلة)

(تفسیر بغوی:سورۃ الانعام:جلدسوم:ص176-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:ارشادالٰہی(ولاتسبوا:الایہ):حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب آیت طیبہ (انکم وما تعبدون:الایہ) نازل ہوئی تو مشرکین نے کہا: یا محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ ہمارے بتوں کو برا کہنے سے ضرور باز آ جائیں، ورنہ ہم آپ کے رب تعالیٰ کی برائی بیان کریں گے، پس اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتوں کو برا کہنے سے منع فرمادیا۔حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مومنین بتوں کو برا کہتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے منع فرمادیا،تاکہ مشرکین اللہ تعالیٰ کی بے ادبی نہ کریں، کیوں کہ وہ جاہل لوگ تھے۔

منقولہ بالاتفسیری عبارت سے واضح ہوگیا کہ عہد مکی میں بھی مومنین بتوں کی برائی بیان کرتے تھے، حالاں کہ اس وقت مومنین کی تعداد کم تھی۔بتوں کی کبھی مدح نہ کی گئی۔

(2)امام محی السنہ بغوی(۴۳۶ھ-۵۱۰ھ)نے رقم فرمایا:

(وقـال السـدى:لـمـا حضرت أبا طالب الوفاة قالت قريش:انطلقوا فلـنـدخـل عـلـى هذا الرجل فلنأمرنه أن ينهى عنا ابن أخيه فإنا نستحي أن نقتله بعد موته فتقول العرب:كان يمنعه عمه فلما مات قتلوه.

فانطلق أبو سفيان وأبو جهل والنضر بن الحارث وأمية وأُبیّ ابنا خلف وعقبة بن أبی معيط وعمروبن العاص،والأسود بن البختری إلی أبی طالب،فقالوا:يا أبا طالب! أنت كبيرنا وسيدنا وإن محمدا قد آذانا وآلهتنا، فنحب أن تدعوه فتنهاه عن ذكر آلهتنا–ولندعنه وإلٰهه.

فدعاه فقال:هؤلاء قومک يقولون نريد أن تدعنا وآلهتنا وندعک وإلهک–فقد أنصفک قومک فاقبل منهم–فقال النبی صلی اللّٰہ عليه وسلم:(أ رأيتم إن أعطيتكم هذا هل أنتم معطی كلمة إن تكلمتم بها ملكتم العرب ودانت لكم بها العجم؟)قال أبو جهل:نعم وأبيک لنعطينكها وعشرة أمثالها–فما هی؟قال:(قولوا:لا إله إلا اللّٰه)فأبوا ونفروا.

فقال أبو طالب:قل غيرها يا ابن أخی! فقال:يا عم! ما أنا بالذی أقول غيرها ولو أتونی بالشمس فوضعوها فی يدی–فقالوا:لتكفن عن شتمک آلهتنا أو لنشتمنک ولنشتمن من يأمرک.

فأنزل اللّٰه عز وجل:(وَلا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ)يعنی الأوثان(فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا)أی:اعتداء وظلما(بِغَيْرِ عِلْمٍ)

وقرأ يعقوب(عُدُوًّا)بضم العين والدال وتشديد الواو.

فلما نزلت هذه الآية قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم لأصحابه: ”لا تسبوا ربكم“–فأمسک المسلمون عن سب آلهتهم.

فظاهر الآية،وإن كان نهيا عن سب الأصنام،فحقيقته النهی عن سب اللّٰه،لأنه سبب لذلک)(تفسیر بغوی:سورہ انعام:جلدسوم:ص176-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:امام سدی:اسماعیل بن عبدالرحمٰن تابعی حجازی کوفی (م ۱۲۸ھ) نے فرمایا:

جب ابوطالب کی موت قریب ہوئی تو قریش نے کہا: چلو، ہم اس آدمی (ابوطالب) کے پاس جائیں اور اسے حکم دیں کہ اپنے بھتیجے کو ہم سے روکیں، کیوں کہ ہمیں حیا آتی ہے کہ اس کی موت کے بعد ہم اسے قتل کردیں تو اہل عرب کہیں کہ اس کا چچا اسے روکتا تھا، پس جب اس کی موت ہوگئی تو لوگوں نے اسے قتل کردیا، پس ابوسفیان، ابوجہل، نضر بن حارث، امیہ بن خلف، ابی بن خلف، عقبہ بن ابومعیط، عمرو بن عاص اور اسود بن بختری ابوطالب کے پاس گئے اور ان لوگوں نے کہا: اے ابوطالب! آپ ہمارے بڑے اور ہمارے سردار ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اور ہمارے معبودوں کو اذیت دی ہے تو ہم چاہتے ہیں کہ آپ انہیں بلائیں اور انہیں ہمارے معبودوں کے تذکرہ سے منع کریں اور ہم لوگ انہیں اور ان کے معبود کو چھوڑ دیں گے۔

پس ابوطالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلایا اور کہا: یہ آپ کی قوم ہے۔ یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں اور ہمارے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ہم لوگ آپ کو اور آپ کے معبود کو چھوڑ دیں گے، پس آپ کی قوم نے آپ کے ساتھ انصاف کیا ہے تو آپ ان کا فیصلہ قبول کرلیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر میں تم لوگوں کو یہ دے دوں تو کیا تم لوگ مجھے ایک کلمہ دو گے کہ اگر تم لوگوں نے وہ کلمہ کہا تو تم لوگ عرب کے مالک ہو جاؤ گے اور عجم تمہارے قریب ہو جائیں گے؟

ابوجہل نے کہا: ہاں، آپ کے والد کی قسم! ضرور ہم آپ کو وہ کلمہ اور اس کا دس گنا دیں گے، پس وہ کیا کلمہ ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہو، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو وہ لوگ انکار کر دیئے اور ناپسند کیے۔

پس ابوطالب نے کہا: اے میرے بھتیجے! اس کے علاوہ کوئی کلمہ کہیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا! میں وہ نہیں جو اس کے علاوہ کوئی کلمہ کہوں، گرچہ

لوگ میرے پاس سورج لائیں اور اسے میرے ہاتھ میں رکھ دیں تو ان لوگوں نے کہا:

ضرور آپ ہمارے معبودوں کو برا کہنے سے باز آ جائیں، ورنہ ہم لوگ آپ کو برا کہیں گے اور اسے برا کہیں گے جو آپ کو حکم دیتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کو)

پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: (اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں) یعنی بتوں کو (کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے، زیادتی) یعنی حد سے آگے بڑھتے ہوئے اور ظلم کے طور پر (اور جہالت سے)

اور یعقوب نے (عُدُوًّا) پڑھا، عین کے ضمہ اور واؤ کی تشدید کے ساتھ۔

پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ارشاد فرمایا: اپنے رب کو برا نہ کہو، پس مسلمان مشرکین کے معبودوں کو برا کہنے سے رک گئے۔

پس آیت کا ظاہری معنی گرچہ بتوں کو برا کہنے سے روکنا ہے اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ کو برا کہنے سے روکنا ہے، کیوں کہ بتوں کو برا کہنا اللہ تعالیٰ کو برا کہنے کا سبب ہے۔

منقولہ بالا اقتباس میں ہے کہ عہد مکی میں بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بتوں کو برا کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں منع فرما دیا، کیوں کہ مشرکین نے کہا تھا کہ اگر مومنین ہمارے اصنام واوثان کی برائی بیان کرنے سے باز نہ آئے تو ہم مسلمانوں کے معبود پر زبان دراز کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے منقوشہ بالا آیت مقدسہ نازل فرمائی۔

اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بتوں کی برائی بیان کرنے سے منع فرما دیا۔ چوں کہ بتوں کی تقبیح کے سبب مشرکین اللہ تعالیٰ کی شان اقدس میں بدگوئی کا ارادہ ظاہر کر رہے تھے، اس لیے بتوں کی مذمت و تقبیح سے ممانعت وارد ہوئی۔

یہ ممانعت دراصل معبود حقیقی کی شان اقدس کے تحفظ کے واسطے تھی۔ ارشاد نبوی (لا

تسبوا ربکم) کا یہی مفہوم ہے کہ بتوں کی مذمت کرنے پر مشرکین اللہ تعالیٰ کی شان اقدس میں زبان درازی کریں گے اور بتوں کی مذمت اللہ تعالیٰ کی بے ادبی کا سبب بن جائے گی، پس اس سبب کو اختیار نہ کرو جس کی بنیاد پر مشرکین اللہ تعالیٰ کی بے ادبی کریں۔ یہ حکمت عملی ہے، ورنہ اصنام واوثان قابل مذمت ہیں۔ وہ منبع کفر وشرک ہیں۔

فصل پنجم

قرآن وحدیث میں غیر مومن معبودان باطل کا ذکر خیر نہیں

قرآن مجید اور احادیث طیبہ میں غیر مومن معبودان کفار یعنی لات، منات، عزی، ہبل وغیرہ کا ذکر خیر نہیں، بلکہ ان بتوں کی عبادت کے قبائح ونقصان کا بیان ہے۔

منقولہ ذیل اقتباسات میں یہ صراحت ہے کہ مشرکین نے قصہ غرانیق کے دن کہا کہ آج سے پہلے کبھی بتوں کا ذکر خیر نہیں کیا گیا، نیز قصہ غرانیق بھی ثابت نہیں، پس ثابت ہوا کہ بتوں کا ذکر خیر کبھی نہیں ہوا۔ کسی ضرورت کے سبب بلا تعظیم بتوں کا ذکر ہوسکتا ہے۔ مکہ معظّمہ میں بھی مسلمانوں کو مداہنت کی اجازت نہیں تھی، حالاں کہ اس وقت مسلمان قلیل التعداد تھے۔ آج بعض لوگوں کا مداہنت میں مبتلا ہونا ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے۔

بتوں کی تعظیم وتوقیر اور مدحت وستائش کی اجازت نہیں، کیوں کہ اس سے کفار کے دلوں میں کفر مزید مستحکم وقوی ہوجائے گا، نیز بتوں کی تعظیم علامت کفر ہے۔ مندرجہ ذیل تفسیری عبارات میں کفار مکہ کا قول منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتوں کا کبھی ذکر خیر نہیں فرمایا، صرف قصہ غرانیق کے دن شیطان نے تلاوت کے درمیان بتوں کی تعریف کردی اور مشرکین نے سمجھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے۔ الغرض قصہ غرانیق بھی باطل وموضوع ہے، بصورت دیگر شیطان نے بتوں کے

لیے تعریفی جملہ کہا تھا، لہٰذا بتوں کا کبھی بھی ذکر خیر نہیں ہوا۔ قصہ غرانیق کے دن بتوں کے ذکر خیر کی بات مشرکین نے کہی تھی، لیکن قصہ غرانیق کے دن بھی زبان نبوی سے بتوں کی تعریف ثابت نہیں ہوسکی، پس ثابت ہوگیا کہ کبھی بھی بتوں کا ذکر خیر نہیں کیا گیا۔

(1) امام جلال الدین سیوطی شافعی نے رقم فرمایا: (**وأخرج ابن جرير وابن المنذر وابن أبی حاتم وابن مردويه بسند صحيح عن سعيد بن جبير قال:**

قرأ رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم بمكة النجم-فلما بلغ هذا الموضع(أفرأيتم اللات والعزى ومناة الثالثة الأخرى)ألقى الشيطان علٰى لسانه(تلک الغرانيق العلى وإن شفاعتهن لترتجى)قالوا:ما ذكر آلهتنا بخير قبل اليوم فسجد وسجدوا) (الدرالمنثور: جلد ششم: ص65-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: محدث ابن جریر، محدث ابن منذر، محدث ابن ابی حاتم اور محدث ابن مردویہ نے صحیح سند سے حضرت سعید بن جبیر تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ معظّمہ میں سورہ نجم کی تلاوت فرمائی، پس جب اس مقام (**أفرأيتم اللات والعزى ومناة الثالثة الأخرى**) تک پہنچے تو شیطان نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مشابہ آواز میں ملا دیا: (**تلک الغرانيق العلى وإن شفاعتهن لترتجى**) مشرکین نے کہا: آج سے پہلے ہمارے بتوں کا ذکر خیر نہیں فرمایا، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور مشرکین نے سجدہ کیا۔

مشرکین مکہ کے قول (**ما ذكر آلهتنا بخير قبل اليوم**) سے واضح ہے کہ قرآن مجید میں کبھی بتوں کا ذکر خیر نہیں ہوا، بلکہ مومنین بھی بتوں کا ذکر خیر نہیں کرتے تھے۔

درج ذیل تمام تفسیری عبارات میں بھی مشرکین مکہ کا وہ قول منقول ہے کہ آج سے پہلے ہمارے معبودوں کا ذکر خیر نہیں کیا گیا اور حقیقت میں اس دن بھی ذکر خیر نہیں کیا گیا تھا

، بلکہ شیطان نے وہ بات کہی تھی ، یا پھر قصہ غرانیق کی روایت ہی باطل وموضوع ہے۔

(2) ابن کثیر دمشقی (۷۰۱ھ-۷۷۴ھ) نے لکھا: (قد ذكر كثير من المفسرين ههنا قصة الغرانيق-وما كان من رجوع كثير من المهاجرة إلى أرض الحبشة ظنًّا منهم أن مشركی قريش قد أسلموا-ولكنها من طرق كلها مرسلة-ولم أرها مسندة من وجه صحيح-والله أعلم.

قال ابن أبی حاتم: حدثنا يونس بن حبيب حدثنا أبوداود حدثنا شعبة عن أبی بشر عن سعيد بن جبير قال: قرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم بمكة النجم-فلما بلغ هذا الموضع(أَ فَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَى)قال: فألقى الشيطان علٰى لسانه(تلك الغرانيق العلى وأن شفاعتهن ترتجى)قالوا: ما ذكر آلهتنا بخير قبل اليوم فسجد وسجدوا.

فأنزل الله عز وجل هذه الآية(وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلاَ نَبِيّ إِلاّ إِذَا تَمَنّىَ أَلْقَى الشّيْطَانُ فِيَ أُمْنِيّتِهِ فَيَنسَخُ اللّهُ مَا يُلْقِي الشّيْطَانُ ثُمّ يُحْكِمُ اللّهُ آيَاتِهِ وَاللّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ) (تفسیر ابن کثیر: سورۃ الحج: جلد3: ص280-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: بہت سے مفسرین نے یہاں قصہ غرانیق کو ذکر کیا ہے اور زمین حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے والوں میں سے بہت سے حضرات کے رجوع کا ذکر کیا ہے، ان مہاجرین کے اس ظن کے سبب کہ مشرکین قریش نے اسلام قبول کر لیا ہے، لیکن وہ تمام روایات مرسل سندوں سے مروی ہیں اور میں نے ان روایتوں کو کسی صحیح سند سے مسند نہیں دیکھا: واللہ اعلم

محدث ابن ابی حاتم نے کہا: یونس بن حبیب نے ہم سے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا: ابوداؤد نے ہم سے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا: شعبہ نے ہم سے حدیث بیان کی۔ وہ ابوبشر سے روایت کرتے ہیں، وہ سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں سورہ نجم کی تلاوت فرمائی، پس جب اس مقام (أفرأيتم اللات والعزى ومناة الثالثة الأخرى) تک پہنچے (راوی نے کہا) تو شیطان نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مشابہ آواز میں ملا دیا: (**تلك الغرانيق العلى وإن شفاعتهن لترتجى**) مشرکین نے کہا: آج سے پہلے ہمارے بتوں کا ذکر خیر نہیں فرمایا، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور مشرکین نے سجدہ کیا۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے، سب پر یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انہوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو مٹا دیتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو، پھر اللہ اپنی آیتیں پکی کر دیتا ہے اور اللہ علم وحکمت والا ہے) (کنز الایمان)

(3) شہاب الدین آلوسی بغدادی (۱۲۱۷ھ-۱۲۷۰ھ) نے لکھا:

(ففي الدر المنثور: أخرج ابن جرير وابن المنذر وابن أبي حاتم بسند صحيح عن سعيد بن جبير قال: قرأ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بمكة النجم فلما بلغ (أفرأيتم اللات والعزى ومناة الثالثة الأخرى) ألقى الشيطان علىٰ لسانه (تلك الغرانيق العلا وإن شفاعتهن لترتجى) قالوا: ما ذكر آلهتنا بخير قبل اليوم فسجد وسجدوا)

(تفسیر روح المعانی: جلد 17: ص 177 - مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: درمنثور میں ہے: محدث ابن جریر، محدث ابن منذر، محدث ابن ابی حاتم اور محدث ابن مردویہ نے صحیح سند سے حضرت سعید بن جبیر تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں سورہ نجم کی تلاوت فرمائی، پس جب اس مقام (أفرأيتم اللات والعزى ومناة الثالثة الأخرى) تک پہنچے

تو شیطان نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مشابہ آواز میں ملا دیا: **(تلک الغرانیق العلی وإن شفاعتهن لترتجی)** مشرکین نے کہا: آج سے پہلے ہمارے بتوں کا ذکر خیر نہیں فرمایا، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور مشرکین نے سجدہ کیا۔

(4) محدث بدرالدین عینی حنفی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے رقم فرمایا:

(وأحسن من هذا أيضًا ما قاله بعضهم: كان النبى يرتل القرآن فارتصده الشيطان فى سكتة من السكتات ونطق بتلك الكلمات محاكيا نغمته بحيث سمعه من دنا إليه فظنها من قوله وأشاعها-قلت: تلك الكلمات هى ما أخرجه ابن أبى حاتم والطبرى وابن المنذر من طرق عن شعبة عن أبى بشر عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال: قرأ رسول اللّٰه بمكة النجم فلما بلغ(أ فرأيتم اللات والعزى ومناة الثالثة الأخرى) (النجم: 19-20)ألقى الشيطان علٰى لسانه(تلك الغرانيق العلى وإن شفاعتهن لترتجى)فقال المشركون: ما ذكر آلهتنا بخير قبل اليوم- فسجد وسجدوا-فنزلت هذه الآية-وروى هذا أيضًا من طرق كثيرة.

وقال ابن العربى: ذكر الطبرى فى ذلك روايات كثيرة باطلة،لا أصل لها-وقال عياض: هذا الحديث لم يخرجه أحد من أهل الصحة ولا رواه ثقة بسند سليم متصل مع ضعف نقلته واضطراب رواياته وانقطاع إسناده-وكذا من تكلم بهذه القصة من التابعين والمفسرين لم يسندها أحد منهم ولا رفعها إلٰى صاحبه-وأكثر الطرق عنهم فى ذلك ضعيفة.

وقال بعضهم: هذا الذى ذكره ابن العربى وعياض لا يمضى على القواعد فإن الطرق إذا كثرت وتباينت مخارجها دل ذلك علٰى أن لها

أصلا: انتهی) (عمدة القاری شرح البخاری: تفسیر سورہ حج: جلد 28: ص 18 - مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: اس سے بھی زیادہ بہتر وہ ہے جو بعض حضرات نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ترتیل کے ساتھ قرآن مجید تلاوت فرماتے تھے، پس شیطان ان سکتات میں سے ایک سکتہ کی تاک میں لگا رہا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز مبارک کی نقل کرتے ہوئے ان کلمات (تلک الغرانیق: الخ) کو بول دیا، اس طرح کہ ان اختراعی کلمات کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب کے کفار نے سن لیا، پس ان کفار نے ان کلمات کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول گمان کر لیا اور ان کلمات کو پھیلا دیا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ وہی کلمات ہیں جن کی تخریج محدث ابن ابی حاتم، امام طبری، محدث ابن منذر نے محدث شعبہ کی سندوں سے کی۔ محدث شعبہ نے ابو بشر سے روایت کی، انہوں نے حضرت سعید بن جبیر تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں سورہ نجم کی تلاوت فرمائی، پس جب اس مقام (**أفرأيتم اللات والعزى ومناة الثالثة الأخرى**) تک پہنچے تو شیطان نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مشابہ آواز میں ملا دیا: (**تلك الغرانيق العلى وإن شفاعتهن لترتجى**) تو مشرکین نے کہا: آج سے پہلے ہمارے بتوں کا ذکر خیر نہیں فرمایا، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور مشرکین نے سجدہ کیا، پس یہ آیت (**(وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلاَ نَبِيٍّ إِلاَّ إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّهُ آيَاتِهِ وَاللّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ)**) نازل ہوئی اور یہ کلمات (قصہ غرانیق کے کلمات) بہت سی سندوں سے بھی مروی ہوئے۔

قاضی ابو بکر ابن عربی مالکی (۴۶۸ھ-۵۴۳ھ) نے فرمایا: امام طبری نے اس

(قصہ غرانیق) بارے میں بہت سی باطل روایتوں کا ذکر کیا جن کی کوئی اصل نہیں اور قاضی عیاض مالکی نے فرمایا: اصحاب صحت محدثین میں سے کسی نے اس کی تخریج نہیں کی اور نہ کسی ثقہ راوی نے صحیح متصل سند سے اس کی روایت کی ،ساتھ ہی قصہ غرانیق کے راویوں کا ضعف اور اس کی روایتوں کا اضطراب اور اس کی سند کا انقطاع ہے اور اسی طرح تابعین ومفسرین میں سے جنہوں نے اس قصہ کے بارے میں کلام کیا ،ان میں سے کسی نے اس قصہ کو سند کے ساتھ بیان نہیں کیا اور نہ اس کے راوی کی طرف اس قصہ کی نسبت کی اور اس قصہ کے بارے میں ان راویوں کی اکثر سندیں ضعیف ہیں۔

اور بعض علما نے فرمایا: جس کا ذکر قاضی ابوبکر ابن عربی مالکی اور قاضی عیاض مالکی نے کیا، یہ قواعد کے مطابق نہیں ہے، کیوں کہ سندیں جب کثیر ہوں اور اس کے طریقے جداگانہ ہوں تو یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی کوئی اصل ہے۔

(5) امام ابن حجر عسقلانی شافعی نے رقم فرمایا: **(قَدْ أَخْرَجَ اِبْن أَبِي حَاتِم وَالطَّبَرِيُّ وَابْن الْمُنْذِر مِنْ طُرُق عَنْ شُعْبَة عَنْ أَبِي بِشْر عَنْهُ قَالَ: قَرَأَ رَسُول اللَّه صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِمَكَّةَ وَالنَّجْم،فَلَمَّا بَلَغَ(أَفَرَأَيْتُمْ اللَّاتَ وَالْعُزَّى وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَى)أَلْقَى الشَّيْطَان عَلَى لِسَانه: (تِلْكَ الْغَرَانِيقُ الْعُلَى وَإِنَّ شَفَاعَتهنَّ لَتُرْتَجَى)فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ: مَا ذَكَرَ آلِهَتَنَا بِخَيْرٍ قَبْلَ الْيَوْم-فَسَجَدَ وَسَجَدُوا)** (فتح الباری شرح البخاری: جلد 13: ص 242-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: محدث ابن ابی حاتم ،امام طبری ،محدث ابن منذر نے محدث شعبہ کی سندوں سے تخریج کی ہے، محدث شعبہ نے ابو بشر سے روایت کی ،انہوں نے حضرت سعید بن جبیر تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔انہوں نے کہا:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں سورہ نجم کی تلاوت فرمائی ، پس

جب اس مقام (**أفرأيتم اللات والعزى ومناة الثالثة الأخرى**) تک پہنچے تو شیطان نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مشابہ آواز میں ملا دیا: (**تلک الغرانيق العلى وإن شفاعتهن لترتجى**) تو مشرکین نے کہا: آج سے پہلے ہمارے بتوں کا ذکر خیر نہیں فرمایا، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور مشرکین نے سجدہ کیا۔

منقولہ بالا پانچوں اقتباسات میں ہے کہ مشرکین نے قصہ غرانیق کے دن کہا کہ آج سے پہلے کبھی بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے بتوں کا ذکر خیر نہیں کیا تھا۔

اس سے واضح ہو گیا کہ مکہ معظمہ میں بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی بتوں کا ذکر خیر نہیں فرمایا، حالاں کہ اس وقت مشرکین مکہ مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھاتے تھے۔ بتوں کی تعریف ومدح سرائی بتوں کی تعظیم ہے اور غیر مومن معبودان باطل کی تعظیم کفر ہے، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بتوں کی تعریف کیسے کر سکتے ہیں۔

فصل سوم میں گزرا کہ جو کہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتوں کی تعظیم کی، یعنی بتوں کے لیے مذکورہ تعریفی جملے (تلک الغرانیق العلیٰ::وان شفاعتہن لترتجی) کہے، وہ شخص کافر ہے، کیوں کہ کفر کی طرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت کرنا کفر ہے۔

منقولہ بالا روایتوں میں (**فألقى الشيطان علىٰ لسانه**) سے مراد یہ ہے کہ شیطان نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز مبارک سے مشابہ آواز میں بتوں کی تعریف پر مشتمل جملے کہا۔ ایسا نہیں کہ شیطان کسی نبی علیہ السلام کی زبان مبارک سے کوئی غلط بات کہلوا دے۔ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر شیطان کو قابو نہیں۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (**ان عبادی ليس لک عليهم سلطان الا من اتبعک من الغاوين**) (سورہ حجر: آیت 42)

ترجمہ: بے شک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں، سوا ان گمرہوں کے جو تیرا ساتھ

دیں۔(کنزالایمان)

دراصل قصہ غرانیق کی قوی روایت موجودنہیں، بلکہ وہ باطل وموضوع روایت ہے۔

ہم نے اس سے صرف یہ بتانا چاہا کہ قصہ غرانیق کی روایت میں بھی یہ مذکور ہے کہ آج سے پہلے کبھی بھی بتوں کا ذکر خیر نہیں کیا گیا، پس اگر یہ روایت ثابت ہوتو اس سے بھی ثابت ہوگیا کہ مکہ مقدسہ میں بھی اصنام واوثان کی مدح وستائش نہیں کی گئی ،حالاں کہ اس عہد میں مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے۔مسلمان ذرا نرم ہوجاتے تو مشرکین بھی ٹھنڈے پڑ جاتے۔عہد حاضر میں لوگ مداہنت کی طرف جارہے ہیں۔بتوں کی تعریف کرتے ہیں۔معبودان باطل کی تعریف وتوصیف کی بجائے مستحکم حکمت عملی کی ضرورت ہے۔

فصل ششم

قصہ غرانیق کی تاویلات

اگر بالفرض قصہ غرانیق کو صحیح تسلیم کیا جائے تو یہاں چند صحیح تاویلات کی گنجائش ہے۔

قاضی عیاض مالکی قدس سرہ العزیز نے قصہ غرانیق کی متعدد تاویل رقم فرمائی ہے۔

قصہ غرانیق کی تاویل اول

قاضی عیاض مالکی نے قاضی ابوبکر بن عربی مالکی کی تاویل نقل کر کے رقم فرمایا:

(والذی یَظْهَرُ وَیَتَرَجَّحُ فِیْ تَاوِیْلِہٖ عندہ وعند غیرہ من المحققین علٰی تَسْلِیْمِہٖ–ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان–کَمَا اَمَرَہٗ رَبُّہٗ–یُرَتِّلُ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا وَیُفَصِّلُ الْاٰیَ تَفْصِیْلًا فِیْ قِرَأتِہٖ کَمَا رَوَاہُ الثِّقَاتُ عنہ.

فَیُمْکِنُ تَرَصُّدُ الشَّیْطَانِ لِتِلْکَ السَّکْتَاتِ–وَدَسُّہٗ فِیْہَا مَا اِخْتَلَقَہٗ مِنْ تِلْکَ الْکَلِمَاتِ مُحَاکِیًا نَغْمَةَ النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بحیث یَسْمَعُہٗ

مَنْ دَنَا اِلَيْهِ مِنَ الْكُفَّارِ–فَظَنُّوْهَا مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم،و اشاعوها–ولم يقدح ذلك عند المسلمين بحفظ السورة قبل ذلك على مَا اَنْزَلَهَا اللّٰهُ–وَتَحَقُّقِهِمْ مِنْ حَالِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ ذَمِّ الْاَوْثَانِ وَعَيْبِهَا مَا عُرِفَ مِنْهُ.

وَقَدْ حَكٰى مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ فِيْ مغازيه نحوهذا–وقال:ان المسلمين لم يسمعوها–وانما القى الشيطان ذلک فى اَسْمَاعِ الْمُشْرِكِيْنَ وَقُلُوْبِهِمْ –وَيَكُوْنُ مَارُوِىَ مِنْ حُزْنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم لهذه الاشاعة والشُّبْهَةِ وَسَبَبِ هٰذِهِ الْفِتْنَةِ) (الشفاء: جلددوم:ص130)

ترجمہ: قصہ غرانیق کوتسلیم کرنے کی صورت میں امام ابوبکر بن عربی مالکی اوران کے علاوہ محققین کے یہاں قصہ غرانیق کی تاویل میں جوظاہراورراجح ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب تعالیٰ کے حکم کے مطابق قرآن مجیدکوترتیل کے ساتھ پڑھتے اور اپنی قراءت میں آیتوں کو جدا جدا رکھتے جیسا کہ ثقہ راویوں نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں روایت کیا،پس شیطان کا ان سکتات کی تاک میں لگارہنااورحضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آوازمبارک کی نقل کرتے ہوئے اپنے گڑھے ہوئے ان کلمات (تلک الغرانیق:الخ) کو ان سکتات (آیات قرآنیہ سے) میں ملا دینا ممکن ہے،اس طرح کہ ان اختراعی کلمات کوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب کے کفارسن لیں۔

پھران کفار نے ان کلمات کوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول گمان کرلیااور ان کلمات کو پھیلا دیا اوراس سے پہلے سورہ کو اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے کے مطابق مسلمانوں کے یہاں محفوظ ہونے کےسبب قصہ غرانیق سے نقصان نہ ہوا،اور بتوں کی مذمت اورعیب بیانی میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حال مومنین کے یہاں ثابت ومتحقق ہونے اورآپ کا حال معلوم ومتعارف ہونے کےسبب قصہ غرانیق سے نقصان نہ ہوا۔

حضرت موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں اسی طرح بیان فرمایا ہے اور فرمایا کہ مسلمانوں نے اس کلام کو نہیں سنا اور شیطان نے اس کلام کو صرف مشرکین کے کانوں اور دلوں میں ڈالا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو حزن وملال مروی ہے، وہ اس (بات کے) پھیل جانے اور (مشرکین کے) شبہ اور اس فتنہ کے سبب ہوگا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ترتیل کے ساتھ قرآن مجید تلاوت فرماتے اور آیتوں کے درمیان وقفہ فرماتے ۔ممکن ہے کہ اسی وقفہ میں شیطان نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز مبارک کی مثل آواز میں وہ دونوں جملے بتوں کی تعریف میں پڑھ دیا، جسے مشرکین نے سنا، پس مشرکین کو وہم ہوا کہ یہ جملے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائے ۔مومنین نے ان جملوں کو نہ سنا ہو، نیز مسلمانوں کو معلوم تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بتوں کی برائی بیان فرماتے ہیں تو پھر بتوں کی تعریف کیسے کریں گے۔

(وَتَحَقُّقِهِمْ مِنْ حَالِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ ذَمِّ الْاَوْثَانِ وَ عَيْبِهَا مَا عُرِفَ مِنْهُ) کامفہوم ہے کہ مومنین نے بتوں کی تعریف والے جملے نہ سنے اور مومنین کے نزدیک یہ امر یقینی اور متحقق تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ بتوں کی مذمت فرماتے ہیں اور ان کے عیوب بیان کرتے ہیں۔ بتوں کی تعریف نہیں کرتے ہیں۔

جب شیطان کی اس حرکت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ کو رنج والم ہوا، کیوں کہ اس شیطانی حرکت کے سبب ایک فتنہ پھیل چکا تھا اور مشرکین کو ایک شبہ ہو گیا تھا اور یہ بات پھیل چکی تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتوں کی تعریف کی، حالاں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے بری اور منزہ ومبرا تھے۔

قصہ غرانیق کی تاویل دوم

قاضی عیاض مالکی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(ومما يظهر في تاويله ايضًا ان

مجاهدًا روٰی هذه القصةَ: (والغرانقة العلٰی) فان سَلَّمْنَا الْقِصَّةَ- قُلْنَا: لَا يَبْعُدُ اَنَّ هٰذَا كَانَ قُرْاٰنًا- وَالْمُرَادُ بالغرانقة العُلٰی وان شفاعتهن لَتُرْتَجٰی- الملائكةُ علٰی هٰذِهِ الرواية- وبهذا فسر الكلبی الغرانقةَ- انها الملائكةُ.

وذلک ان الكفار كانوا يعتقدون الاوثان والملائكة بنات اللّٰه- كَمَا حَكَی اللّٰهُ عَنْهُمْ- وَرَدَّ عَلَيْهِمْ فی هذه السورة بقوله (اَ لَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰی) فانكر اللّٰه كل هٰذا من قولهم- ورجاء الشفاعة من الملائكة صحيحٌ

فَلَمَّا تَأَوَّلَهُ المشركون علٰی ان المراد بهذا الذِّكْرِ اٰلِهَتُهُمْ- وَلَبَّسَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ ذلک وَزَيَّنَهُ فی قلوبهم- وَاَلْقَاهُ اِلَيْهِمْ- نَسَخَ اللّٰهُ مَا اَلْقَی الشَّيْطَانُ- وَاَحْكَمَ اٰيَاتِهٖ وَرَفَعَ تِلَاوَةَ تِلْکَ اللَّفْظَيْنِ اللَّتَيْنِ وَجَدَ الشَّيْطَانُ بِهِمَا سَبِيْلًا لِلْاِلْبَاسِ- كَمَا نَسَخَ كَثِيْرٌ مِنْ الْقُرْاٰنِ وَرُفِعَتْ تِلَاوَتُهٗ- وَكَانَ فی انزال اللّٰه تَعَالٰی لِذٰلِکَ حكمةٌ وفی نسخه حكمةٌ- لِيُضِلَّ به من يشاء ويهدی من يشاء- ومَا يُضِلُّ بِهٖ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ) (الشفاء: جلد دوم: ص 131)

ترجمہ: اس کلام (قصہ غرانیق کے کلام) کی تاویل میں یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت مجاہد نے اس قصہ (والغرانقة العلٰی) کو روایت کیا، پس اگر ہم قصہ کو تسلیم کر لیں تو ہم کہیں گے کہ بعید نہیں ہے کہ یہ قرآن ہو، اور اس روایت کے مطابق (الغرانقة العلٰی وان شفاعتهن لترتجٰی) سے فرشتے مراد ہوں اور اسی کے ذریعہ مفسر کلبی نے "غرانقة" کی تفسیر کی کہ وہ ملائکہ ہیں۔

اور ایسا اس لیے کہ کفار بتوں اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں اعتقاد کرتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں بیان فرمایا اور اسی سورہ میں اپنے ارشاد مبارک (لکم الذکر ولہ الانثی) کے ذریعہ کفار کا رد فرمایا، پس اللہ تعالیٰ نے کفار کی ان تمام باتوں کا انکار فرما

دیا اور فرشتوں سے شفاعت کی امید صحیح ہے، پس جب مشرکین نے اس کلام کی تاویل کی کہ اس ذکر (آیت قرآنیہ) سے ان کے معبودان مراد ہیں اور شیطان نے اس کی وجہ سے کافروں کو شبہ میں مبتلا کر دیا اور اس کو کفار کے دلوں میں خوبصورت بنا کر پیش کیا اور ان (کے دلوں میں) اس کو ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ فرما دیا جو شیطان نے ڈالا تھا اور اپنی آیتوں کو مضبوط فرما دیا اور ان دو جملوں کی تلاوت کو منسوخ فرما دیا جن کے ذریعہ شیطان نے شبہ ڈالنے کا راستہ پایا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس کی بہت سی آیتوں کو منسوخ فرما دیا اور ان کی تلاوت کو منسوخ فرما دیا اور اللہ تعالیٰ کے اس کو نازل کرنے میں حکمت تھی اور اس کو منسوخ کرنے میں حکمت تھی، تاکہ جسے چاہے، اس کے ذریعہ گمرہی میں مبتلا کرے، اور جسے چاہے، اس کے ذریعہ ہدایت عطا فرمائے اور اس کے ذریعہ صرف نافرمانوں کو گمرہی میں مبتلا کرتا ہے۔

ایک تاویل یہ ہے کہ غرانیق سے فرشتے مراد ہیں اور ملائکہ کرام بلند رتبہ ہیں اور ان کی شفاعت دربار الٰہی میں مقبول بھی ہے اور یہ دونوں قرآن مجید کی آیتیں تھیں۔

چوں کہ مشرکین عرب اپنے بتوں اور ملائکہ کرام کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ ان لوگوں نے شیطانی وسوسے کے سبب ان دونوں آیتوں سے سمجھا کہ ان میں ہمارے بتوں کی تعریف ہے، پس اللہ تعالیٰ نے ان دونوں آیتوں کی تلاوت منسوخ فرما دی۔

دوسری تاویل میں (تلک) کا کلمہ وارد نہیں ہے، بلکہ (والغرانقۃ العلی) ہے۔ لفظ (تلک) سے ماقبل کی آیت (أَفَرَئَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى: وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى) (النجم: 19-20) میں جن بتوں کا ذکر ہے، وہ مراد ہو جائیں گے، حالاں کہ بتوں کی شفاعت کا کوئی سوال ہی نہیں، بلکہ بت بھی جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

قصہ غرانیق میں (علیٰ لسان النبی صلی اللہ علیہ وسلم) سے مراد یہ ہے کہ شیطان نے خود

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز مبارک کی مثل آواز میں یہ دو جملے پڑھا اور مشرکین کو شبہ ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تلاوت فرمائی ہے۔

''علیٰ لسانہ'' سے نغمہ نبوی مراد ہے، جیسا کہ کتاب الشفا کی درج ذیل عبارت میں ہے:

(وَدَسُّهُ فِيْهَا مَا اِخْتَلَقَهُ مِنْ تِلْكَ الْكَلِمَاتِ مُحَاكِيًا نَغَمَةَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بحيث يَسْمَعُهُ مَنْ دَنَا اِلَيْهِ مِنَ الْكُفَّارِ-فَظَنُّوْهَا مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم-واشاعوها) (کتاب الشفاء: جلد دوم: ص 130)

ترجمہ: پس شیطان کا ان سکتات کی تاک میں لگا رہنا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز مبارک کی نقل کرتے ہوئے اپنے گڑھے ہوئے ان کلمات (تلک الغرانیق: الخ) کو ان سکتات (آیات قرآنیہ سے) میں ملا دینا ممکن ہے، اس طرح کہ ان اختراعی کلمات کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب کے کفار سن لیں، پھر ان کفار نے ان کلمات کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول گمان کر لیا اور ان کلمات کو پھیلا دیا۔

<u>وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم وآلہ العظیم</u>

خاتمہ

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

ہم دین خداوندی کی خدمت انجام دیتے ہیں، تاکہ اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دربار اقدس سے دونوں جہاں کے حسنات وبرکات میسر آئیں۔

اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے فضل وکرم سے ہم مومن ہیں۔ اسی ایمان کے سبب رحمت خداوندی اور شفاعت مصطفوی کی امید ضرور ہے۔ ہمارے اعمال کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے کہ کتنے مقبول ہیں اور کتنے غیر مقبول۔ گناہوں کا انبار اس پر مستزاد، بس فضل خداوندی واحسان مصطفوی ہی دنیا وآخرت میں ہمارا سہارا ونجات دہندہ ہے۔ دونوں جہاں کے انعامات وسعادات کا سبب حقیقی وسرچشمہ رحمت الٰہی وفضل نبوی ہے۔

ہم دربار اعظم کے گداگر ہیں۔ نہ ہم کسی پر فریفتہ ہیں، نہ کسی پر برافروختہ۔ ہم نے محبت عقلی کے تمام اجزا وحصص دربار اعظم میں پیش کر دیا ہے اور مومنین سے حسب درجات ومراتب بالواسطہ محبت وتعلق ہے۔ زندوں سے تعلق کم ہے اور وفات یافتگان سے زیادہ، کیوں کہ باحیات افراد میری حیثیت دیکھتے ہیں اور وفات یافتگان اپنی حیثیت دیکھتے ہیں۔

خدمت دین مقصود ہے اور صحت مسائل کی صورت مطلوب۔ دنیا میں لوگ ہماری مدح وستائش کریں اور قبر وحشر میں ہمارا نتیجہ قابل افسوس ہو تو یہ نقصان ہے، نہ کہ فائدہ۔ احباب کرام ہمارے واسطے دعائے خیر فرمائیں۔ دعائے خیر نفع بخش اور نتیجہ خیز ہوتی ہے۔

ہماری دعا ہے: (**اهدنا الصراط المستقیم::صراط الذین انعمت علیهم**)

اللّٰهم ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم::وتب علینا انک انت التواب الرحیم::آمین بحرمة سید المرسلین::صلوات اللّٰه تعالیٰ وسلامه علیه وعلیهم وعلیٰ آله واصحابه اجمعین::فی کل آن وحین::

مؤلف کے فقہی وکلامی رسائل وکتب

(1)البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ (بارہ رسائل)
(2)مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟ (خلیل بجنوری کے نظریات کا رد)
(3)ضروریات دین: تعریفات واقسام (ضروریات دین کی تعریفات کا تجزیہ)
(4)فرقہ وہابیہ: اقسام واحکام (مرتد فرقوں کے چار طبقات واحکام کا بیان)
(5)تحقیقات وتنقیدات (لفظ خطا سے متعلق مضامین کا مجموعہ)
(6)اسماعیل دہلوی اور اکابر دیوبند (اسماعیل دہلوی اور اکابر دیوبند کا شرعی حکم)
(7)معبودان کفار اور شرعی احکام (معبودان کفار کی مدح سرائی کے احکام: تین حصے)
(8)مناظراتی مباحث اور عقائد ونظریات (اہل قبلہ کی تکفیر پر تبصرہ)
(9)تاویلات اقوال کلامیہ (کلامی اقوال کی توضیح وتشریح)
(10)معروضات وتأثرات (رسالہ: ''اہل قبلہ کی تکفیر'' پر معروضات: شش حصص)
(11)ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین (دفتر اول)
(12)ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین (دفتر دوم)
(13)ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین (دفتر سوم)
(14)روشن مستقبل کے سنہرے خاکے (دین ومسلک کے فروغ کی تدابیر)
(15)تصاویر حیوانات: اقسام واحکام (کس تصویر کی حرمت پر اجماع ہے؟)
(16)عرفانی نظریات کے حساس مقامات (عرفان مذہب ومسلک پر تبصرہ)
(17)ہندو دھرم اور پیغمبر واوتار (مکتوب مظہری کی توضیح وتشریح)
(18)ظلم وستم اور حفاظتی تدابیر (بدمذہبوں سے میل جول کے احکام)
(19)تکفیر دہلوی اور علمائے اہل سنت وجماعت (دہلوی کی تکفیر فقہی کا بیان)
(20)حوالہ دکھاؤ! ایک لاکھ انعام پاؤ! (تکفیر دہلوی سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ)

(21) وہابیوں کی سیاسی بازی گری (وہابیوں اور دیوبندیوں کی سیاسی تاریخ)

(22) گمراہ محض کا ذبیحہ حلال (بدمذہبوں کے ذبیحہ کے احکام)

(23) وہابیوں سے نکاح ونکاح خوانی (وہابیوں سے نکاح کرنے، وہابیوں سے نکاح پڑھوانے اور وہابیوں ودیوبندیوں کو زکات دینے کے شرعی احکام کا بیان)

(24) باب اعتقادیات کے جدید مغالطے (مسئلہ تکفیر سے متعلق جدید مغالطے)

(25) کفر کلامی اور عدم فہم (ایک وائرل ویڈیو کے مشمولات پر تبصرہ)

(26) جدید عقائد ونظریات (قادیانیوں ودیوبندیوں سے متعلق غلط نظریات کارد)

(27) حق پرستی اور نفس پرستی (غلط اقوال کی باطل تاویلات کارد وابطال)

(28) جدید اعتقادی مغالطے (باب اعتقادیات کے جدید مغالطوں کے جوابات)

(29) علامہ عبدالباری فرنگی محلی کی توبہ (اختلاف، توبہ اور چار توبہ نامہ کا تذکرہ)

(30) بدمذہبوں سے میل جول (بدمذہبوں سے ربط وتعلق وسیاسی اتحاد کے احکام)

(31) کفریہ عبارتوں کی خبر اور عدم تکفیر (قادیانی وعناصر اربعہ کی عبارتوں کی خبر وعدم تکفیر)

(32) سید احمد رائے بریلوی کا شرعی حکم (رائے بریلوی کی تکفیر فقہی کی بحث: مسودہ)

(33) سکوت دہلوی کا خیالی دعویٰ (اسماعیل دہلوی کے فرضی سکوت کارد وابطال)

(34) تکفیر فقہی میں من شک کا استعمال (تکفیر فقہی میں من شک کے استعمال کے شواہد)

(35) حقانیت کی نشانیاں (اہل سنت وجماعت کی حقانیت کی علامتیں اور نشانیاں)

(36) الاضافات الجیدۃ علی الصوارم الہندیہ (حسام الحرمین کی جدید تصدیقات)

(37) ضروریات اہل سنت اور فقہائے احناف (انکار پر تکفیر فقہی کا حکم)

(38) قطعیات اربعہ اور ظنیات (قطعیات وظنیات اور اجماعی عقائد کی تشریح)

(39) کفر کلامی اور کفر فقہی (کفر کے اقسام واحکام کا تفصیلی بیان)

(40) عبارات شارح بخاری (فتاویٰ ومقالات کی عبارتوں کی تشریحات)

(41) فقیہ اور اہل نظر فقیہ (فقیہ و اہل نظر فقیہ کے اوصاف اور فقہی اختلاف کا حکم)

(42) فتاویٰ رضویہ اور فقہی اختلاف (فتاویٰ رضویہ سے ہر فقیہ کو اختلاف کرنا صحیح نہیں)

(43) اتحاد اہل سنت اور احکام شریعت (اعتقادی مسائل کے حل کی ترغیب)

(44) مسئلہ تکفیر اور تحقیق یا تصدیق (صحیح تکفیر کلامی کی تصدیق کے شرائط کا بیان)

(45) الموت الاحمر اور الزامی جوابات (الموت الاحمر کی متعدد عبارتوں کی تشریح)

(46) لغزش وخطا اور ضد واصرار (بعد فہم کے جدید نظریہ پر معروضات وتاثرات)

(47) دیوبند وسراواں اور عناصر اربعہ (فرقہ سراویہ کی تلبیسات کا رد وابطال)

(48) اجماع متصل اور ضروریات دین (اجماع متصل اور اجماع مجرد کا بیان)

(49) ضروریات دین کا تعارف (ضروریات دین کی سات تعبیرات وتعریفات)

(50) حکیم ترمذی اور مسئلہ ختم نبوت (ختم نبوت سے متعلق حکیم ترمذی کی عبارت پر تبصرہ)

(51) کفر لزومی اور فقہاو متکلمین (کفر لزومی اور اصحاب تاویل کے احکام کا بیان)

(52) رام بھگتی اور متصوفین ووہابیہ (معبودان ہنود سے متعلق اسلامی احکام کا بیان)

(53) مذہبی شعار اور قومی شعار (کفار اصلی وبدمذہبوں کے مذہبی وقومی شعار کا بیان)

(54) کفار ومرتدین اور جمہوری ممالک (جمہوری ملکوں میں کفار ومرتدین کے احکام)

(55) برصغیر میں نیم رافضیت کا فروغ (عصر حاضر میں نیم رافضیت کا فروغ)

(56) کافر کلامی اور کافر فقہی (کافر کلامی کو کافر فقہی اور گمراہ کہنے کا شرعی حکم)

(57) قطعی مسائل میں ایک حق (قطعیات میں ایک قول کے حق ہونے کا بیان)

(58) نصیر الدین ومذبذبین (نصیر طوسی کی تاویل اور مذبذبین کی تحریف کا بیان)

(59) توبہ کی شہرت کاذبہ (شرعی احکام میں جھوٹی توبہ کا اعتبار نہیں)

(60) تکفیر دہلوی اور الزامی جواب (شہرت توبہ کے ذریعہ الزامی جواب کی بحث)

(61) عقائد اسلامیہ اور تصدیق وتحقیق (بلا استدلال ایمان کے صحیح ہونے کا بیان)

(62)قرآن وحدیث اورضروریات دین (ضروری دینی کی دلیل:قرآن وحدیث کا بیان)

(63)عقل سلیم اورضروریات دین (ضروری دینی کی دلیل:عقل سلیم کا بیان)

(64)علم عقائد وکلام:تعلیم اورضرورت (علم عقائد وکلام کی ضرورت کا بیان)

(65)تخصص فی العقائد:نصاب ونظام (تخصص فی العقائد وعلم کلام کورس کی تفصیل)

(66)تاویل قریب اورتاویل بعید (تاویل قریب،تاویل بعید وتاویل متعذر کا بیان)

(67)ضروریات اہل سنت اوراجماعی عقائد (اجماعی عقائد کا بیان)

متفرق کتب ورسائل

(1)آزاد بھارت کی سیاسی تاریخ (بھارت کی مرکزی حکومتوں کی مختصر تاریخ)

(2)دیوان لوح وقلم (دفتر اول) (مذہبی وغیر مذہبی مضامین کا مجموعہ)

(3)دیوان لوح وقلم (دفتر دوم) (مذہبی وغیر مذہبی مضامین کا مجموعہ)

(4)تعلیمی مسائل (دینی وعصری تعلیم سے متعلق مضامین)

(5)قومی مسائل (بھارتی مسلمانوں کے ملی وسیاسی مسائل)

(6)مصباح المصابیح فی احکام التراویح (بیس رکعت تراویح کے دلائل)

(7)عمان اعلامیہ حقائق کے اجالے میں (عمان اعلامیہ کے نظریات کا ردوابطال)

(8)اہداء ثواب الخیرات الی الاحیاء والاموات (ایصال ثواب کے جواز کی بحث)

(9)شب میلاد کی افضلیت (شب ولادت اقدس کی افضلیت کی بحث)

(10)امواج البحر علیٰ اصحاب الصدر (غیر مقلدوں کے چند فقہی مسائل کا رد)

(11)البیان الکافی فی حیاۃ الشافعی (امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت مبارکہ)

(12)قانون شریعت شافعی (فقہ شافعی کے روزہ،نماز،حج وزکات کے مسائل)

(13) تاریخ آمد رسول (تاریخ ولادت اقدس کا تعین اور جواز میلاد کی بحث)

(14) امام احمد رضا کے پانچ سو باسٹھ علوم وفنون (پانچ سو باسٹھ علوم وفنون کی تفصیل)

(15) السواد الاعظم من عہد الرسالۃ الیٰ قرب القیامہ (اہل سنت کی حقانیت کی علامات)

(16) جنوبی کرناٹک اور حنفی وشافعی اتحاد (رویت ہلال واقتدا وغیرہ کے مسائل)

(17) تصانیف مجدد اسلام (امام اہل سنت کے سات سو چار رسائل کی فہرست)

(18) تجدید دین ومجدد دین (تجدید دین کی تشریح وتوضیح اور مجدد دین کی فہرست)

(19) عشق نبوی کے آداب ووسائل (عشق نبوی کے آداب واسباب کا بیان)

(20) سراج ملت: حیات وخدمات (حضرت سید سراج اظہر قدس سرہ کے حالات)

(21) تاریخ کیرلا (بھارت کی ریاست کیرلا کی مختصر اسلامی وسیاسی تاریخ)

(یہ ان کتابوں کی فہرست ہے جن کی پی ڈی ایف فائل دستیاب ہے)

اعلیٰ حضرت ایجو کیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی
(توپسیا:کلکتہ)